ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
PDFBOOKSFREE.PK
ایم اے راحت

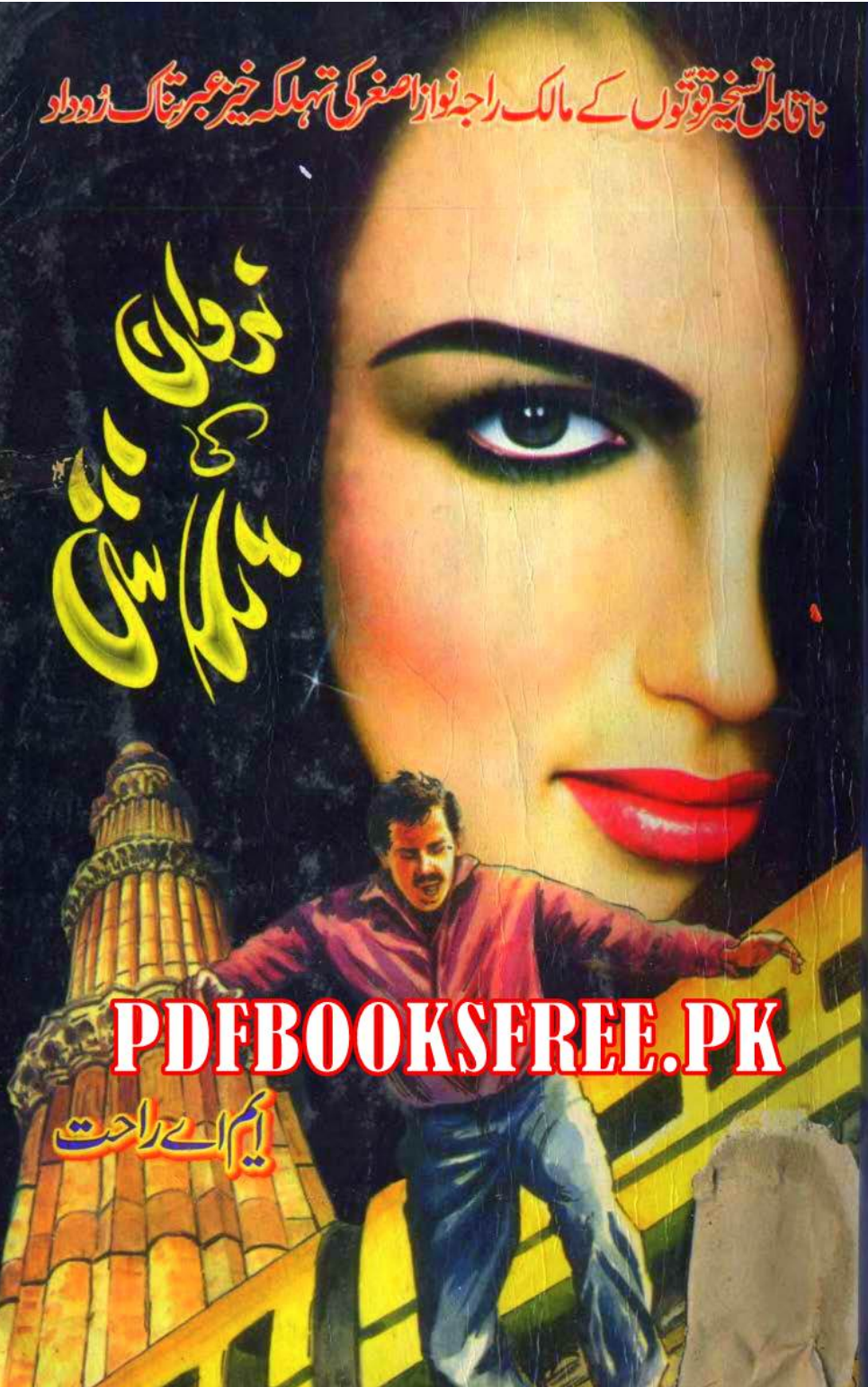

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میکلارنس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی اور وہ دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کا ساتھی ایڈلک خاموش کھڑا تھا۔

"دراصل میرے دوست! ان دنوں مجھے مال کی شدید ضرورت ہے۔ میری مالی حالت کسی قدر خراب ہوگئی ہے۔ نہ جانے کیوں تقدیر میرا ساتھ نہیں دے رہی' مال بھی پکڑا گیا ہے۔ ایسے نازک وقت میں تمہیں میری مدد کرنی ہی چاہیے۔"

"میں نے تمہیں بتایا ہے میکلارنس کہ غلام سیٹھ کا کوئی ذخیرہ میری تحویل میں نہیں تھا۔ رہی دولت کی بات' تو وہ خود میرے پاس اتنی ہے کہ میری دس پشتیں عیش کر سکتی ہیں لیکن یقین کرو مجھے اس دولت سے نفرت ہوگئی ہے۔ میں نے اسے خیرباد کہہ دیا ہے اور ایک آوارہ منش کی زندگی اختیار کرلی ہے۔"

"آہ' کیا وہ دولت ہمارے کام نہیں آسکتی؟ اس وقت مجھے اس کی شدید ضرورت ہے۔" میکلارنس نے مکاری سے کہا۔

"اور اسے حاصل کرنے کے لیے تم نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"یہ اپنی اپنی عادت اور طریقہ کار ہے۔ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے۔ کوئی کام آسانی سے نہیں ہوتا۔ تم ہی بتاؤ دوسری صورت کیا ہوسکتی تھی۔ میرا تم سے کیا واسطہ ہے کہ تم میری مالی مدد کرسکتے؟"

"واسطہ نکل سکتا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ کس طرح؟"

"تمہاری بیٹی۔" میں نے کہا اور پہلی بار میکلارنس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

"کیا بکواس ہے؟" وہ غرایا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم اسے شکار کی حیثیت سے مجھے پیش کر سکتے تھے۔ ممکن ہے میں تمہاری اس خدمت سے متاثر ہو جاتا۔" میں نے کہا۔

میکلارنس آپے سے باہر ہو گیا۔ دوسرے لمحے وہ جھپٹا اور اس نے میرے منہ پر تھپڑ مارنے کی کوشش کی۔ اس وقت صورت حال..... ایسی نہیں تھی کہ میکلارنس کی اس حرکت سے میں کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا لیکن بہرحال تھپڑ تو نہیں کھا سکتا تھا۔ میں نے جھکائی دے کر میکلارنس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور اس کی کلائی میری گرفت میں آ گئی۔ میکلارنس نے ایک جھٹکے سے کلائی چھڑانے کی کوشش کی۔ اسے اپنے قد و قامت پر ناز معلوم ہوتا تھا لیکن میرے جبڑے بھنچے ہوئے تھے اور کلائی پر میری گرفت فولادی تھی۔ میکلارنس پوری کوشش کے باوجود کلائی نہ چھڑا سکا۔

"میرا نام نواز ہے میکلارنس اور تمہاری اس مذموم حرکت کے باوجود ابھی میرے دل میں تمہارے خلاف نفرت نہیں جاگی۔ اس لیے....." میں نے اسے زور سے جھٹکا دیا اور وہ گرتے گرتے بچا۔

اسٹین گن والوں نے اسٹین گنیں میری طرف تان لیں۔

"اسے درخت سے باندھ دو۔ بھوکا پیاسا رکھو۔ دیکھوں گا یہ کب تک زبان بند رکھے گا۔ سمجھے، مجھے دولت کی ضرورت ہے اور تمہیں دولت فراہم کرنا ہوگی۔ چلو۔ اسے درخت سے باندھ دو۔" اس نے اسٹین گن والوں کو حکم دیا اور ان چار میں سے دو آگے بڑھ آئے۔ باقی دو اسٹین گنیں تان کر ہوشیار کھڑے ہو گئے۔

اور پھر نائلون کی ایک مضبوط رسی سے مجھے باندھ دیا گیا۔ تب میکلارنس نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔ "میں جا رہا ہوں نواز! اگر تمہاری دماغی حالت درست ہو جائے تو مجھے اپنی آمادگی کی اطلاع کرا دینا اور تم..... تم لوگوں کو معلوم ہے کہ تمہیں پوری ہوشیاری سے اس کی نگرانی کرنی ہے۔"

"اوکے باس!" وہ چاروں بولے۔

اور میکلارنس ایڈلک کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "آؤ ایڈلک! چلیں۔ بہرحال ہم ناکام نہیں رہیں گے۔" پھر وہ دونوں واپس مڑ گئے۔

چاروں اسٹین گن بردار میرے نزدیک موجود تھے۔ کمبختوں نے خوب کس کر باندھا تھا، ساری رسیاں بدن میں چبھ رہی تھیں لیکن میں رعایت کی بھیک مانگنے کا قائل نہیں تھا۔ البتہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔

زندگی کی کوئی بہت بڑی آرزو، کوئی خاص وقعت تو میرے ذہن میں نہیں تھی۔ موت کسی بھی شکل میں آ جائے، میں نے تو شاید آج سے پہلے بھی اس بات کی پرواہ نہیں کی تھی لیکن کم از کم میکلارنس جیسے بے حقیقت آدمی کے ہاتھوں مرنا تو مناسب نہیں تھا۔

میں موت بھی اپنی پسند ہی کی چاہتا تھا۔ حالانکہ مرنے کی آرزو ابھی باقاعدگی سے میرے ذہن میں

میں ابھری تھی، یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ بس اب زندگی کا اختتام ہی ہو جائے۔ حالانکہ بارہا ایسے مواقع آئے تھے کہ دل اور ذہن اس دنیا سے بری طرح بیزار ہو گئے تھے۔ زندگی میں کوئی چارم نہ رہا تھا، اس کے باوجود موت کی خواہش کبھی دل میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔

لیکن اب جن حالات میں جکڑا گیا تھا وہ کچھ اور تھے اور اب اگر موت کہیں سے دبے پاؤں نزدیک آ جاتی تو میں اسے دیکھ کر صرف مسکرا کر رہ جاتا، حالانکہ سنا ہے بڑے بڑے موت کی صورت دیکھ کر خوف سے ادھ مرے ہو جاتے ہیں لیکن اپنی ذات پر بہت سے یقین تھے مجھے۔ اور انہی یقینوں میں ایک یقین یہ بھی تھا کہ اگر موت میرے سامنے آ جائے تو میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا سکوں گا اور بہت بے پرواہی سے اسے سینے سے لگا لوں گا۔

اور جب آدمی موت کی جانب سے اس قدر بے پرواہ ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی تکلیف اس کے لیے تکلیف نہیں رہتی اور کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جسے وہ انجام نہ دے سکے۔

میرا بدن رسیوں سے جکڑا ہوا تھا اور وہ چاروں میرے نزدیک موجود تھے لیکن اس کے باوجود میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے میں اگر چاہتا تو کوئی اندھا قدم اٹھا سکتا تھا۔ ان لوگوں کو کسی طرح قبضے میں کرنے کی کوشش کرتا تاکہ اگر اس کوشش میں مارا جاتا تو یہ افسوس ضرور ہوتا کہ میکلارنس سینہ ٹھونک کر کہے گا کہ وہ راجہ نواز اصغر..... جس نے ہوریشو جیسے خطرناک شخص کو کتے کی موت مار دیا، اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور یہ بات مجھے پسند نہیں تھی۔

بہت دیر تک میں مختلف خیالات میں الجھا رہا اور یہ خیالات..... یہ تو میرے ذہن کی چولیں ہلا دیتے تھے۔ کاش انسان کے پاس خیالات سے چھٹکارہ پانے کا کوئی ذریعہ ہوتا، کوئی ایسی قوت اس کی ذات میں پنہاں ہوتی کہ وہ اپنی مرضی سے سوچ سکتا۔

لیکن افسوس..... سوچ کبھی انسان کی تابع نہیں ہو سکی، میں ان اسٹین گن برداروں کو دیکھتا رہا۔ ان کے اور میرے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ وہ لوگ ویسے بھی خشک طبیعت نظر آتے تھے، انہوں نے آپس میں بھی ابھی تک کوئی خاص بات چیت نہیں کی تھی۔ البتہ ان میں سے کئی آدمیوں نے سگریٹ وغیرہ پی تھی۔

جب یہ خاموشی کچھ ناگوار گزرنے لگی تو میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا۔

"کیا تم مجھے سگریٹ پلاؤ گے؟"

"کیوں، کیا سگریٹ کے بغیر مر جاؤ گے تم۔"

"میں طلب محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ تو اچھی بات ہے، مسٹر میکلارنس یہی تو چاہتے ہیں کہ تم بہت سی چیزوں کی طلب محسوس کرو تاکہ ان کی طلب پوری کر دی جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوہ۔ خاصے تربیت یافتہ معلوم ہوتے ہو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور وہ سب مسکرا
لگے۔

اس کے بعد میں نے سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس قسم کی کوششیں بے سود تھیں' ظاہر ہے
ان سے ذہن کو جلانے کے سوا کچھ نہ حاصل ہوتا۔ چنانچہ اب ان لوگوں سے باتیں کرنا بے کار ہی تھا۔
نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ وہ لوگ بھی تھک کر بیٹھ گئے تھے اور اب میری طرف سے کسی
لاپرواہ بھی تھے۔

میں نے ان کی لاپرواہی کے انداز کو دیکھا اور اپنے ذہن کو دوڑانا شروع کر دیا۔ اگر یہ لوگ
سے اتنے چور ہو جائیں کہ میرے اوپر نگاہ نہ رکھ سکیں تو مجھے کونسی کوشش آزادی دلا سکے گی۔ میں
رسیوں کی بندش کو محسوس کیا۔

رسیوں کی بندش اتنی مضبوط تھی اور میرے ہاتھ اس طرح مفلوج کر دیے گئے تھے کہ میں ر
کھول بھی نہیں سکتا تھا۔ البتہ ایک کوشش میں نے شروع کر دی۔

میں نے غیر محسوس انداز میں اپنے بدن کو اس طرح ہلکی ہلکی جنبش دینا شروع کر دی کہ رسیوں
گرفت ان پر سے ڈھیلی ہو جائیں' حالانکہ یہ آسان کام نہیں تھا لیکن رسیوں کے اندر یہ لچک ہوتی
چنانچہ معمولی معمولی سی جگہ بننے لگی۔

ان لوگوں کو میں نے یہ احساس ہونے نہ دیا تھا کہ میرے ذہن میں کوئی ترکیب آگئی ہے۔ میں
اس کوشش میں مصروف رہا۔ مجھے یقین تھا کہ میں بھوک یا پیاس سے چند گھنٹوں بلکہ چند دنوں تک نہیں
سکوں گا۔ اگر پورا دن گزرنے کے بعد رات پوری مل جائے تو یقیناً کچھ نہ کچھ کاروائی عمل میں آسکتی
لیکن اس وقت جب یہ لوگ تھک کر سو جائیں۔

اور میں اس کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے اپنے آپ کو اس طرح ساکت و جامد کر لیا کہ یہ لوگ
سوچ بھی ذہن میں سے نکال دیں کہ میں کوئی کارروائی کر سکتا ہوں یا آزادی کی کوشش کر سکتا ہوں۔

ہاں جب بھی مجھے انکی توجہ ہٹی ہوئی ملتی تو میں اپنے بدن کو اسی انداز میں جنبش دینے لگتا اور
سے کم از کم ایک بات ضرور ہوئی تھی' وہ یہ کہ میرے جسم کے گرد رسیوں کی گرفت کسی قدر...... نرم ہو
تھی اور وہ تکلیف جو میرے جسم کو جگہ جگہ سے ہو رہی تھی اب تقریباً ختم ہوگئی تھی...... اس انداز
اب میں کئی گھنٹے باآسانی گزار سکتا تھا۔ بلکہ یوں سمجھا جائے کہ مجھے اپنی اس کوشش سے تھوڑا بہت فا
ضرور ہوا تھا۔

میرا تجربہ ہے کہ بعض اوقات ہم کچھ مسائل یا مصائب میں گھر کر یہ سوچ بیٹھتے ہیں کہ شاید ا
مصائب ہماری زندگی کا اختتام ہی بن جائیں گے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔

آسمان کی گردش حالات میں تبدیلیاں پیدا کرتی ہے اور یہ تبدیلیاں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان

بارے میں قطعی سوچ نہیں سکتا' وہ حالات پر قابو پانے میں ہمیشہ ناکام رہتا ہے' اپنی تقدیر' اپنی کوشش بلاشبہ اسے مدد دیتی ہے اور بعض اوقات یہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے اپنی تقدیر سے وہ چیز حاصل کر لی جس کا وہ خواہش مند تھا لیکن یہ غلط ہے' تقدیر کے ساتھ ساتھ حالات کا عمل بھی ایک مسلم حقیقت رکھتا ہے۔

اس وقت ان چار آدمیوں کی موجودگی میں میرے ذہن میں کوئی ایسا منصوبہ نہیں آسکتا تھا جس سے میں انہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا اور حالات کو اپنے مفاد میں موڑ سکتا لیکن میں نے یہ بھی کہا تھا کہ وقت کی گردش خود بخود بہت سے راستے متعین کر دیتی ہے۔

اس وقت شاید رات کے تقریباً آٹھ بجے تھے۔ جزیرے پر گہری تاریکی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ مختلف حشرات الارض کی آوازیں جگہ جگہ سے ابھر رہی تھیں۔ وہ چاروں بھی پریشان نظر آ رہے تھے' کھانے پینے کی کچھ چیزیں شاید ان کے پاس موجود تھیں جنہیں وہ استعمال کر چکے تھے۔

میں ان کی گفتگو باآسانی سن سکتا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا فاصلہ مجھ سے زیادہ نہ تھا۔ ان میں سے دو آدمیوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ درخت کے عقب میں ایک جگہ صاف کر کے وہاں لیٹ جائیں گے اور سو جائیں گے۔ باقی دو جاگتے رہیں گے اور آدھی رات کو دو جاگنے والے ان کو جگا دیں گے اور خود سو جائیں گے۔ اس طرح پوری رات گزر جائے گی۔

لیکن وہ پریشان بھی تھے اور اس پریشانی میں انہوں نے ایک دوسرے سے جو گفتگو کی تھی وہ کچھ یوں تھی۔

"کیا خیال ہے تمہارا' یہ کمبخت کتنے عرصے میں مر جائے گا؟" ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔

"نہیں کہا جا سکتا' خاصا سخت جان معلوم ہوتا ہے لیکن..... مسٹر میکلارنس تو کچھ اور چاہتے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"میرے خیال کے مطابق مسٹر میکلارنس اس شخص کی موت نہیں چاہتے۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"اوہ۔ لعنت بھیجو اس لمبے سؤر پر' ہمیں تو صرف باس کا خیال ہے۔"

"یہ بھی درست ہے۔" پہلے شخص نے اس کی تائید میں جواب دیا۔

"ویسے مسٹر اڈلک نے بھی اس وقت ہمارے سپرد جو ڈیوٹی کی ہے وہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں ہے۔"

"ارے ارے۔ تم بددل کیوں ہو گئے؟"

"بددل ہونے کی بات ہی ہے یار! بھلا اس جزیرے پر اس انداز میں بھی راتیں گزاری جا سکتی

"اس انداز سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنی محبوباؤں کو لے کر تو یہاں آسکتے ہیں اور اس وقت انہیں یہ تنہائی اور ویرانی خاصی دلکش محسوس ہوتی ہے لیکن یہاں ہم چاروں میں سے کسی کی کوئی محبوبہ نہیں ہے اور پھر یہ اسٹین گنیں اور سامنے درخت سے بندھا ہوا احمق بھلا اس ماحول میں بھی کوئی رومانیت ہے؟"

"اوہ۔" دوسرا ہنس پڑا۔ "تو تم رومان کی تلاش میں ہو۔" اس نے مسخرے پن سے کہا۔

"ارے یہ بات نہیں ہے یار! دنیا آرام سے بستروں میں سونے کے لیے لیٹ گئی ہوگی یا پھر اپنی تفریحات میں مصروف ہوگی اور ہم اس ویرانے میں' ان جھاڑیوں کے درمیان احمقوں کی طرح کھڑے ہوئے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی تک کی بات ہے؟"

"بہر صورت گزارنا تو ہے ہی۔"

"لیکن میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔"

"وہ کیا؟" دوسرے نے سوال کیا۔

"کیوں نہ ہم چاروں اس پر اسٹین گنوں سے گولیاں برسائیں اور اسے ہلاک کردیں۔ مسٹر میکلارنس اور ایڈلک کو یہ اطلاع دے دیں کہ اس نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی چنانچہ ہم نے اسے قتل کردیا۔ اس طرح ہم سب کو بہت جلد چھٹکارہ مل سکتا ہے۔"

"ارے نہیں۔ کیوں احمقانہ بات کرتے ہو۔"

"کیوں اس میں حماقت کی کونسی بات ہے؟" دوسرے نے برا منہ بنا کر پوچھا۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ مسٹر میکلارنس اسے قتل کرنا نہیں چاہتے وہ اپنی کوئی بات منوانے کے خواہش مند ہیں؟"

"ٹھیک ہے لیکن اگر انہوں نے اس سے دولت حاصل کرلی اور اپنی کوئی بات منوالی تو ہمیں اس سے کیا ملے گا اور یہ تکلیف وہ رات کس حساب میں جائے گی؟ یہ ضروری تو نہیں ہے اس رات پر خاتمہ ہو جائے' ابھی تو کل کا دن بھی پڑا ہوا ہے اور یہ کمبخت اتنی آسانی سے مرنے والوں میں سے معلوم نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ تمہیں نیند آرہی ہے اس لیے تم سو جاؤ۔" دوسرے آدمی نے کہا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

میں ان کی باتیں سن کر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ نمک حرام قسم کے لوگ تھے اپنے مالک سے وفا کرنا نہیں جانتے تھے۔

اس وقت تقریباً میرے اندازے کے مطابق آٹھ بجے تھے میرے ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے اور کچھ اس طرح بندھے ہوئے تھے کہ میں جھک کر بھی گھڑی نہیں دیکھ سکتا تھا جو میری کلائی میں موجود تھی' اس لیے میں نے صرف اندازہ لگایا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے ان چاروں کو دیکھا۔ ان میں سے دو سونے کے لیے لیٹ چکے تھے۔ ان کے سونے کا اندازہ میں نے اس طرح لگایا کہ وہ دونوں جو کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے تھے نظر نہیں آرہے تھے جب کہ باقی دو مستعد تھے۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک دوسرے درخت سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور انہوں نے اپنے قرب و جوار میں آگ روشن کرلی تھی تاکہ رینگنے والے کیڑوں سے محفوظ رہ سکیں۔

یوں بھی فضا میں کافی خنکی پیدا ہو گئی تھی اور ماحول کہر میں ڈھک گیا تھا لیکن بہر حال کہر اتنی گہری نہیں تھی کہ بالکل قریب یعنی اتنی دور کی چیز بھی نظر نہ آسکے جتنی دور میں ان سے تھا۔

قدموں کی چاپ اور ایک ہلکی سی آہٹ میں نے بھی سنی تھی اور شاید ان دونوں نے بھی۔ وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"کیسی آواز ہے؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"پتہ نہیں۔ ویسے زیادہ نزدیک نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی جزیرے پر آیا ہو۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"تو پھر کوئی بات نہیں' یہاں تو ایسے جوڑے آتے ہی رہتے ہیں۔"

"آتے ہیں مگر ان گھنی جھاڑیوں کے نزدیک نہیں آتے۔ ان کے لیے جزیرے کا صاف ستھرا حصہ ہی زیادہ مناسب ہوتا ہے یا پھر کوئی اگر کسی سے چھپنا چاہے تو اس طرف آسکتا ہے۔"

"دیکھیں؟" دوسرے نے پوچھا۔

"آؤ لیکن زیادہ دور تک نہیں۔"

"کیا خیال ہے ان دونوں کو جگا دیا جائے؟"

"ارے نہیں نہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم خوف محسوس کر رہے ہو؟"

"ارے نہیں۔ لعنت ہے' خوف کیسا؟" دوسرا غرایا۔ اسے یہ الفاظ اپنی توہین محسوس ہوئے تھے۔

لیکن دوسرے لمحے جو کچھ ہوا تھا وہ بڑا ہی تعجب خیز تھا۔ اچانک ہی میں انتہائی تیز روشنی میں نہا گیا۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ میری آنکھیں بند ہو گئیں' نجانے کونسی لائٹ ڈالی گئی تھی۔

اسٹین گن والے چونک کر پلٹے اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے جھنجلا کر روشنی پر فائر کر دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے دو فائر ہوئے اور وہ دونوں زمین پر گر پڑے۔ اسٹین گنیں دونوں کے ہاتھوں سے نکل گئیں اور وہ تڑپنے لگے۔ گولیاں ان کے جسم کے ان نازک حصوں پر لگی تھیں جن کے بعد زندگی مشکل ہوتی ہے۔

فائروں کی آواز سن کر اور ان دونوں کی چیخیں سن کر وہ دونوں بھی اٹھ بیٹھے جو سو رہے تھے اور جونہی وہ سامنے آئے دو فائر اور ہوئے اور گولیوں نے انہیں بھی چاٹ لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں حیران رہ گیا تھا۔ یہ کون ہو سکتا تھا؟ کوئی غیبی مدد یا حالات کی گردش؟ وہ چاروں زمین پر تڑپ رہے تھے اور ایک جانب کھسکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اس میں کامیابی مشکل ہی نظر آ رہی تھی۔ شاید اسی طرح ان کی زندگی کا اختتام لکھا تھا۔

میں خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا اور البتہ میرے ذہن پر حیرت کا شدید بوجھ تھا۔ میرے محسن کون لوگ تھے اور اس وقت انہوں نے یہ کارروائی کیوں کی تھی؟ میں دیر تک سوچتا رہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

جن لوگوں نے فائرنگ کی تھی وہ شاید یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ یہاں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی ہے یا نہیں۔

تڑپنے والے سرد ہو چکے تھے' کبھی کبھی ان میں سے کسی کا ہاتھ یا پاؤں ہل جاتا تھا۔ ان کی شکلیں بے حد بھیانک ہو رہی تھیں اور تیز روشنی اب بھی ہم پر مرکوز تھی۔

تب مجھے درخت کے عقب سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر ایک قوی ہیکل آدمی میرے سامنے آ گیا۔

"مسٹر نواز!..... مسٹر نواز!" ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

یہ جوڈین تھا۔ وہ شخص جس سے میکلارنس نے مجھے ملوایا تھا۔ اور جس کی وحشت بھری فطرت کو میں نے پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا جس کے ساتھ میں نے ایک شکار بھی کیا تھا اور یہ شکار انوکھا تھا۔

جوڈین جلدی جلدی میرے بدن کے گرد لپٹی ہوئی رسیاں کھولنے لگا اور پھر اس نے مجھے رسیوں سے آزاد کر دیا وہ میرے ہاتھ پاؤں کی مالش کر رہا تھا۔

"مسٹر نواز! کیا ان لوگوں نے بہت دیر سے آپ کو اس انداز میں باندھا ہوا تھا؟"

"ہاں' مسٹر جوڈین! اور میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ان لٹیروں سے بچایا۔"

"مگر آپ تو مسٹر میکلارنس کے ساتھ تھے؟"

"اوہ۔ مسٹر میکلارنس بیچارے کو یہ معلوم بھی نہ ہو گا کہ میرے ساتھ کیا بیتی ہے۔" میرے ذہن نے فوراً" عمل شروع کر دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ جوڈین میکلارنس کا گہرا دوست ہے۔ ان دونوں کی دوستی کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا چنانچہ اس وقت یہی چال مناسب تھی۔

"کمال کی بات ہے آئیں آئیں میرے ساتھ آئیں..... لیکن یہ سب ہوا کیسے؟" جوڈین نے پوچھا۔

"تفصیل بعد میں بتاؤں گا مسٹر جودین! کئی گھنٹے ہو گئے ہیں مجھے اس طرح بندھے ہوئے' میرا بدن شدید درد کر رہا ہے' ٹانگیں تقریباً" بے جان ہو چکی ہیں۔ براہ کرم مجھے سہارا دیں۔"

"ضرور ضرور..... آیئے۔" جوڈین نے کہا اور مجھے سہارا دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ اس کے ساتھ تین آدمی اور تھے اور وہ سب سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ جوڈین بھی اس وقت ایک چست لباس پہنے ہوئے تھا۔ نہ جانے وہ کیا کرنے آیا تھا اور سلسلہ کیا تھا یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی۔

بہرحال وہ مجھے سہارا دے کر ساحل کی جانب لے گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم جزیرے کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔

"ابھی چند ساعت کے بعد لانچ واپس آئے گی اور میں آپ کو ساحل پر چھوڑ دوں گا مجھے بہت افسوس ہے کہ آپ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر جوڈین!"

"بیٹھ جایئے مسٹر نواز!" جوڈین نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ "آپ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات خاصے دلکش تھے اور میں نے آپ کو پہلے بھی پیش کش کی تھی کہ آپ میرے پاس آئیں۔" جوڈین نے کہا۔

"ہاں میں ضرور آؤں گا۔ میں بھی ان لمحات کو ذہن سے نہیں بھلا سکا ہوں اور پھر وہ شکار....."

"واہ۔" جوڈین ہنسنے لگا تھا لیکن پھر اس نے چونک کر پوچھا۔ "لیکن مسٹر نواز! یہ لوگ کون تھے اور ہوا کیا.....؟"

"فرشتہ رحمت۔" جوڈین مضحکہ خیز انداز میں ہنسنے لگا۔ "بہرصورت یہ تو نہیں بتا سکتا کہ میں یہاں کیوں آیا تھا۔ ہاں آیا اپنے ہی کام سے تھا لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس طرف سے گزرتے ہوئے یہ احساس ہوا کہ یہاں کوئی ضرور موجود ہے۔ میں نے لائٹ ڈالی تو مجھے آپ نظر آئے اور میں ایک نگاہ میں آپ کو پہچان گیا کہ یہ آپ ہیں اور پھر میں نے ان دونوں کو بھی دیکھا جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ مجھے خیال آیا کہ آپ ضرور کسی مصیبت میں گرفتار ہیں اور پھر میکلارنس۔ میکلارنس میرا ایسا دوست ہے جس کے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے اور پھر مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ میکلارنس آپ کا بھی اتنا ہی گہرا دوست ہے' چنانچہ میں نے میکلارنس کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے۔"

"میں آپ کا اور مسٹر میکلارنس کا دونوں کا بے حد شکر گزار ہوں اور یقیناً مسٹر میکلارنس آپ کی اس کوشش کو ضرور سراہیں گے۔ بہرصورت آپ نے میرے لیے بہت بڑا کام کیا ہے۔"

"اوہ نہیں نہیں۔ میکلارنس نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے میں اسے اسکا صلہ کبھی نہیں دے سکتا' مجھے خوشی ہے کہ میں اس کے دوست کی مدد کر سکا۔" جوڈین نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔

"یہ تو میکلارنس تمہیں بعد میں ہی بتائے گا کہ تم نے اس کی مدد کس طرح کی ہے بیٹے۔" میں نے سوچا لیکن اس وقت اس سے بہتر صورت حال کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھے دور سے ایک سفید لانچ آتی نظر آئی۔ لانچ زیادہ بڑی نہیں تھی چند ساعت کے بعد وہ کنارے پر پہنچ گئی۔ اس میں سے تین آدمی نیچے اتر آئے اور ان میں سے ایک نے بھاری لہجے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا۔

"سب کچھ ٹھیک......" اور اچانک اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ مجھے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے' چلو واپس چلو۔" جوڈین نے کہا اور مجھے سہارا دے کر اٹھایا۔

میرے خون کی روانی اب کافی حد تک بحال ہو چکی تھی چنانچہ میں اپنے قدموں سے چلتا ہوا تک آیا اور لانچ ساحل کی جانب واپس چل پڑی۔ جوڈین میرے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا اور لانچ پر موجود اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

"تم سے دوبارہ مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔" وہ بولا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں جوڈین!"

"اوہ۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جوڈین تو یاروں کا یار ہے اور ایک نگاہ میں فیصلہ کرتا ہے" جوڈین مسکرایا۔

"فیصلہ؟"

"ہاں فیصلہ۔ اگر ایک نگاہ میں کوئی بھا گیا تو پھر وہ کچھ بھی ہو' کیسا بھی ہو جوڈین اسے دوست بنا ہے اور پھر دوستوں کے دوست بھی تو اپنے ہی دوست ہوتے ہیں۔"

"یقیناً"

"مسٹر میکلارنس بھی تم سے کافی بے تکلف تھے۔"

"ہاں۔ وہ عمدہ انسان ہیں۔"

"وہ دوست کا یار ہے اور دشمنوں کا سخت دشمن۔ میں نے کبھی اس کے سامنے گردن نہیں اٹھائی۔ وہ میرا ایسا ہی دوست ہے۔"

"تمہارے جیسے دوست ملنا مشکل ہیں جوڈین!"

"ارے نہیں۔" جوڈین بھدے انداز میں ہنس پڑا۔ "میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ ہاں' تمہیں دن کا شکار پسند آیا تھا؟"

"بے حد لیکن تمہارا طریق کار حیرت انگیز ہے۔"

"انفرادیت ہے اس میں۔ کیمپنگ میں بے شمار ہپی آتے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں' نشے کے عادی' بے قیمت۔ ان میں لڑکیاں تمہیں اتنی آسانی سے دستیاب ہو جائیں گی کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔ اوقات ایک سگریٹ کے عوض۔"

"اوہ۔" میں نے پلکیں جھپکا کر اس طرح اظہار حیرت کیا جیسے اس سے قبل کسی ہپی گروہ کو بھی نہ ہو۔

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں لیکن مجھے اس غلاظت سے نفرت ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"دیکھو دوست! شیر کبھی مردہ شکار پسند نہیں کرتا۔ جو آسانی سے ہاتھ آجائے اسے شکار کب کہا جاسکتا ہے۔"

"یہ تو درست ہے۔"

"میں خود ہی شکار کرتا ہوں۔ اپنے لیے بھی اور دوستوں کے لیے بھی۔ کسی کی مجال ہے کہ کوئی احتجاج کر جائے۔ دو ایک بار لوگوں کو پتہ بھی چل گیا کہ شکاری کون ہے۔"

"پھر؟" میں اسے زیادہ سے زیادہ باتوں میں لگانا چاہتا تھا۔

"میں نے سمجھایا کہ شیر جنگل کا بادشاہ ہوتا ہے اور جوڈین اس کیمپنگ کا شہنشاہ ہے۔ نہ مانے تو...... تخ......" اس نے گردن پر ہاتھ پھیرا۔

بہرحال جوڈین کی اس فطرت سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جس طرح ان چاروں آدمیوں کو قتل کر دیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ انسانی زندگی کی اس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس نے ان لوگوں کو دیکھا بھی نہیں تھا کہ وہ کون تھے۔

"تم اس وقت گراس میئر جانے کے بجائے میرے ساتھ کیمپنگ ہی چلو۔" اس نے پیش کش کی۔

اگر جوڈین یہ پیشکش خود نہ کرتا تو میں خود اس سے فرمائش کرتا۔ کیونکہ ظاہر ہے اب گراس میئر کی...... طرف جانا تو حماقت تھی۔ میکلارنس اور ایڈلک کو بہرحال جلد یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ میں فرار ہو گیا ہوں۔ کس طرح؟ یہ تو بعد میں ہی معلوم ہو گا۔ ویسے لطف آجائے گا ان دونوں کو بھی۔ میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

لیکن جوڈین کے ساتھ بھی جس قدر کم وقت گزرے بہتر ہے۔ نہ جانے کب وہ میکلارنس سے مل بیٹھے۔ اگر اس نے تذکرہ بھی کر دیا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ لانچ ساحل پر پہنچ گئی۔ جوڈین جزیرے پر کسی نیک مقصد سے تو نہیں آیا ہو گا۔ نہ جانے وہ کیا کرتا ہے۔ بہرحال یہ سب کچھ جاننے کی ضرورت نہیں تھی مجھے۔ میں اس کے ساتھ اتر آیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کیمپنگ میں جوڈین کے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔

"شکار کا بندوبست کیا جائے؟" جوڈین نے پوچھا۔

"ضرور۔" میں بھی اوباشوں کے سے انداز میں مسکرا دیا۔

"کیا تم نے کھانا کھالیا۔" اس نے پوچھا اور خود ہی اپنی حماقت پر ہنسنے لگا۔ "واہ۔ کیا سوال کیا ہے میں نے بھی۔ بعض اوقات احمق ہو کر رہ جاتا ہوں۔"

"ظاہر ہے مسٹر جوڈین! ان لوگوں نے میرے لیے دعوت کا بندوبست نہیں کیا تھا۔" میں نے بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہنس کر کہا۔

"تب پھر پہلے میں کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔" اس نے کہا اور کسی کو بلانے کے لیے گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ ایک آدمی آیا تو اس نے کھانا لگانے کی ہدایت کی اور وہ شخص گردن جھکا کر چلا گیا۔ "ہاں' یہ تو بتاؤ کہ گدھے کون تھے اور تم سے کیا چاہتے تھے؟" جوڈین پھر میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"گراس میئر میں مسٹر میکلارنس تو اپنے دوست ایڈلک کے ساتھ مصروف ہو گئے۔ میں ان سے اجازت طلب کر کے قصبہ گھومنے کا پروگرام بنایا اور ایک جگہ یہ چاروں میرے اوپر آپڑے۔ انہوں نے عقب سے حملہ کر کے مجھے بے ہوش کر دیا اور پھر اس جزیرے پر ہوش آیا تھا اور میں درخت سے بندھا ہوا تھا۔"

"خوب' خوب۔ لیکن انہوں نے اس حرکت کا مقصد تو بتایا ہو گا؟"

"ہاں۔ کہنے لگے کہ ہربنس نامی اسمگلر کے منشیات کے ذخیرے کا پتہ مجھے معلوم ہے۔ وہ مجھ اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔"

"ہربنس کا ذخیرہ؟" جوڈین حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ یہ ہربنس کیا بلا ہے اور منشیات کا ذخیرہ کیسا ہے۔"

"مگر اس کا کوئی ذخیرہ نہیں تھا۔"

"اب مجھے کیا معلوم۔"

"تعجب ہے۔ کہیں انہوں نے تمہیں میکلارنس کے ساتھ دیکھ کر تو یہ سوال نہیں کیا؟"

"کیوں۔ میکلارنس سے اس بات کا کیا واسطہ؟"

"ایک زمانے میں میکلارنس' ہربنس کا ایجنٹ رہ چکا ہے۔"

"بہر حال ان باتوں سے میرا تو کوئی تعلق نہیں۔"

"ٹھیک ہے' جہنم میں جائیں۔ اب وہ ہربنس کے پاس پہنچ چکے ہیں خود ہی اس سے اس کا معلوم کر لیں گے۔" جوڈین ہنس کر بولا اور میں بھی ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد کھانا لگ گیا اور جوڈین خود بھی میرے ساتھ شریک ہو گیا۔ "میں نے بھی نہیں کھایا تھا۔ جب کوئی اہم کام کرنا ہوتا ہے تو اس وقت کھانا نہیں کھاتا جب تک اسے انجام نہ دے لوں

"خوب۔" میں نے مختصراً کہا۔

کھانے کے بعد جوڈین اٹھ گیا۔ "تو اب میں تمہارے لیے شکار کا بندوبست کروں۔"

"تمہیں میرے لیے کافی تکلیف اٹھانا پڑ رہی ہے جوڈین!"

"ارے نہیں۔ میکلارنس کے تو کتے کے لیے بھی یہاں پر بہت کچھ ہے۔ وہ میرا دوست ہے۔" جوڈین نے کہا اور باہر نکل گیا۔

میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا تھا۔ اور میں تمہارے اس دوست کا دشمن بن گیا ہوں پیارے! اور اس وقت تم جو کچھ کر رہے ہو اپنے دشمن کے لئے کر رہے ہو۔ لیکن تمہارے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ نہ جانے کب تم دونوں میری طرف سے مشکوک ہو جاؤ۔

اس رات جو شکار میرے لیے لایا گیا وہ پہلے کی مانند نہیں تھا۔ نشے میں بدمست لڑکی جو ہیپی نہیں تھی بلکہ شوقین قسم کی نشے باز معلوم ہوتی تھی۔

"عیش کرو ڈیئر! اب صبح کو ملاقات ہو گی۔" جوڈین نے کہا اور میں غور سے لڑکی کو دیکھنے لگا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"ٹینا۔" لڑکی کو بہر حال اپنا نام یاد تھا۔

"سیاح ہو؟"

"نہیں۔ میں عیش کرنے گراس میئر آجاتی ہوں۔ تم کون ہو؟ اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے؟"

"آج کی رات تم ہو ڈارلنگ! اب کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے کہا اور میں نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ لیے۔ اب بھلا مجھے رہبانیت کی کیا ضرورت تھی۔ پہلی لڑکی کی بات اور تھی۔

لڑکی تھوڑی دیر کے بعد ہی گہری نیند سو گئی لیکن میرے لیے یہ سونے کی رات نہیں تھی۔ میں خاموشی اور مکمل سناٹا ہونے کا انتظار کر رہا تھا لیکن اس دوران میرا ذہن دوسری باتیں بھی سوچ رہا تھا۔ میں نے راجہ اصغر نواز کی دوسری زندگی ابھی قطعی طور پر ترک نہیں کی تھی۔ گو بہت کچھ چھوڑ دیا تھا لیکن ابھی فطرت کی پستیوں نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ انتقام کا جذبہ سرد نہیں ہوا تھا۔ میکلارنس نے مجھے جاننے کے باوجود میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ بڑا توہین آمیز تھا۔ اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ اگر وہ اپنی کسی کوشش میں ناکام رہا تھا تو گولی مار دیتا لیکن اس نے مجھے نہ قتل کر کے بھی میری توہین کی تھی۔ گویا اس نے مجھے اپنے لیے خطرناک نہیں سمجھا تھا اور راجہ نواز اصغر اب اتنا بے جان بھی نہیں تھا۔

چنانچہ میکلارنس کو سزا ملنا چاہیے تھی۔ ایڈلک ایک بے مصرف انسان تھا' خود اس کا اس بارے میں کوئی اہم کردار نہیں تھا سوائے اس کے کہ اس نے میکلارنس کے احکامات کی تعمیل کی تھی۔ ہاں البتہ سیڈر قابل معافی نہیں تھا۔ وہ مجھے دھوکے سے جزیرے پر لایا تھا۔ چنانچہ میری فہرست میں ان دونوں کے نام شامل ہو گئے۔ اور پھر میں نے تیزی سے سوچتے ہوئے کچھ فیصلے کیے۔

میں چاہتا تو انہیں نظرانداز بھی کر سکتا تھا لیکن شاید ابھی میرے اندر اتنا ظرف نہیں پیدا ہو سکا تھا۔ میں ان لوگوں کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس عمارت سے نکل آیا۔ کیمپنگ میں کہیں کہیں ہنگامے جاری تھے لیکن زیادہ تر خاموشی ہی چھائی ہوئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں برق رفتاری سے چل پڑا۔ بہرحال یہاں سے دور نکل جانا ہی بہتر تھا۔ میں سنسان سڑک پر آ
اور پھر سڑک سے ہٹ کر پیدل چلنے لگا۔ اس وقت لفٹ وغیرہ ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ بھلا کون اتن
رات گئے سفر کرنے کی کوشش کرتا۔ فاصلہ بے حد طویل تھا اور مجھے یقین تھا کہ صبح ہونے سے قبل میں اپ
منزل تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ لیکن ہمت ہارنا بھی مناسب نہیں تھا۔ میں نے صرف یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ مَیں
نے غلط رخ تو نہیں اختیار کیا۔

پھر جب دور سے مجھے وہ پھاٹک نظر آیا جس کے دوسری طرف ایک تالاب اور پھر ایک عمارت
تھی، تو میں نے طویل سانس لی۔ فی الوقت میرا سفر ختم ہو گیا تھا۔ کئی دن اس عمارت میں گزارے تھے اس
لیے یہ اندازہ تھا کہ کہاں سے دوسروں کی نگاہوں سے بچ کر اندر داخل ہوا جا سکتا ہے اور اب میرے لیے
ایسے کام مشکل بھی نہیں تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں عمارت کے عقبی حصے میں تھا۔ سیکا ریفا کے کمرے
بھی مجھے اندازہ تھا اور نوین کی خواب گاہ سے بھی واقف تھا۔ بس مسئلہ یہ تھا کہ اس وقت سیکا سے ملا جائے
نہیں اور یہ کہ اسے کس حد تک راز دار بنایا جائے۔ سیکا جس قدر بدل گئی تھی اس کے تحت خطرہ بھی تو
لیکن بہرحال اس سے محتاط گفتگو کر لینا چاہیے۔ میں اسے ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا کہ میرے ذہن میں کیا
ہے۔

کافی بحث کرنے کے بعد میں نے بالآخر...... سیکا کے دروازے پر دستک دی۔ دوسری اور پھر
تیسری بار ہلکی سی دستک دینے پر دروازہ کھل گیا۔ سیکا شب خوابی کے لباس میں میرے سامنے کھڑی تھی۔
دروازہ کھولنے سے قبل اس نے لائٹ آن کر دی تھی۔ روشنی میں سیکا بہت دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس نے
سوئی سوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر جیسے اس کا ذہن نیند سے آزاد ہو گیا۔ اس نے چونک کر میرے
عقب میں دیکھا۔

"مکّی کہاں ہے؟"

"میکلارنس؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"وہ اپنے دوست ایڈلک کے پاس ہے۔"

"اوہ۔ تمہارے ساتھ نہیں آیا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیا یہ سارے سوالات تم اسی جگہ کر لوگی سیکا ریفا! مجھے اندر آنے کی اجازت بھی نہیں ہے؟" میں
نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ سوری نواز! نیند کے دباؤ میں ہوں آؤ۔" وہ جھجک کر پیچھے ہٹ گئی لیکن اس کے انداز سے

صاف الجھن محسوس ہو رہی تھی۔

"میرا نام نواز ہے سیکا! اور تم سے زیادہ اس بات کو کون بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے کہ میں شب خون مارنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ہاں نواز! لیکن مجھے معاف کرنا صداقت کے راستے اتنے مشکل ہوتے ہیں کہ ان پر چلتے ہوئے انسان قدم قدم پر لہولہان ہو جاتا ہے میکلارنس ایک صاف ذہن کا انسان ہے۔ اس کا کاروبار کچھ بھی ہے لیکن شوہر کی حیثیت سے وہ برا انسان نہیں ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اب جب میں اپنا ماضی چھوڑ چکی ہوں تو ماضی کی کوئی بات دوبارہ میرے سامنے نہ آئے۔"

"صاف الفاظ میں بتاؤ سیکا! تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"تمہاری اس وقت آمد میرے لیے پریشان کن ہے نواز! اگر تمہیں میری خواب گاہ میں دیکھ لیا جائے تو میں کسی کو بھی یقین نہ دلا سکوں گی کہ......"

"میں تم سے صرف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"اسی وقت؟ کیا تم اس وقت آرام نہیں کر سکتے؟ کیوں نہ ہم صبح کو ناشتے کے بعد گفتگو کریں؟"

"نہیں۔ ابھی، اسی وقت۔ ہاں اگر تم انکار کرو گی تو تاخیر سے ہونے والے نقصان کی خود ذمے دار ہوگی۔"

سیکا کچھ سوچتی رہی، پھر بولی۔ "تب ہم چھت پر چلتے ہیں نواز!"

"چلو لیکن میرے اندر مفاہمت کے تمام جذبے سرد ہو گئے ہیں۔ تمہارے رویے میں بے اعتمادی ہے اور میں اس بے اعتمادی کو نہیں بھولوں گا۔"

"اوہ نواز! یہ بات نہیں...... دراصل میں......"

"آؤ سیکا! چھت پر چلیں۔" میں پھٹ پڑا۔ اور سیکا اپنے کمرے کی لائٹ آف کر کے میرے ساتھ چھت پر آ گئی۔ ہم دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

"کچھ ایسی اطلاعات تھیں سیکا ریفا! جو تمہیں دینا ضروری تھیں۔"

"کیا نواز!؟"

"میکلارنس کے کاروبار کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟"

"جو جانتی ہوں تمہیں بتا چکی ہوں۔"

"اور خود میکلارنس کے بارے میں؟"

"صرف یہ کہ وہ میرا شوہر ہے اور میرے لیے برا انسان نہیں ہے۔"

"کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ وہ کبھی کسی گروہ سے منسلک رہ چکا ہے؟"

"میکلارنس؟" سیکا نے چونک کر پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں۔"

"نہیں نواز! یہ بات مجھے معلوم نہیں۔ لیکن کیا تم معلوم کر سکے ہو؟"

"ہاں سیکا! اس کا تعلق ہربنس اسمگلر کے گروہ سے رہا ہے اور غلام سیٹھ کے اشارے پر میں نے ہربنس کو قتل کر کے اس کا گروہ تہس نہس کر دیا تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔ لیکن میکلارنس؟"

"وہ ہربنس کا مقامی ایجنٹ تھا۔"

"لیکن اب تو ہربنس کا گروہ ٹوٹ گیا ہے؟"

"میں اب کی بات نہیں کر رہا ہوں لیکن بہرحال وہ ہربنس کا وفادار بھی تھا اور اسے گروہ ٹوٹ جانے کا یقیناً افسوس بھی ہوگا۔"

"تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی نواز؟"

"خود میکلارنس کی زبانی۔"

"اوہ۔ اس نے تمہیں بتایا ہے؟" سیکا تعجب سے بولی۔

"ہاں' اور وہ مجھے بخوبی پہچانتا تھا۔ تمہیں یہ جان کر شاید حیرت ہوگی سیکا کہ وہ تمہیں بھی بخوبی جانتا ہے۔"

"غلام سیٹھ کے گروہ کی نمائندہ کی حیثیت سے؟" سیکا کی آنکھوں میں دہشت ابھر آئی۔

"ہاں سیکا!"

"اور یہ بات خود اس نے تمہیں بتائی۔ آخر کیوں نواز؟ چاچا کر بات مت کرو۔ براہ کرم مجھے بتاؤ کیا ہوا۔ تم برہم کیوں ہو اور..... اور یہ سب کچھ..... یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"بدقسمتی سے تمہیں میرے اوپر اعتبار نہیں ہے سیکا! تم جس انداز میں مجھ سے پیش آئی ہو وہ میری زندگی میں اجنبی ہے' خاص طور سے ان لوگوں کے ساتھ جن کا مجھ سے کوئی نہ کوئی تعلق رہ چکا ہے' جبکہ میں وقت کے ساتھ ساتھ چلنے کا عادی ہوں اور میں تمہیں اس بات پر شرمندہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ دو ٹوک بات کر کے مسئلہ ختم کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ نواز! کیا ہے یہ سب کچھ؟"

سیکا! میکلارنس نے مجھے یہیں پہچان لیا تھا' وہ اغوا کر کے مجھے لیا گیا تھا۔ پھر اپنے دوست ایڈلک کے بیٹے کے ذریعے اس نے مجھے جھیل گراس میئر کے درمیان موجود..... جزیرے تک پہنچایا اور جزیرے پر لے جا کر مجھے ایک درخت سے باندھ دیا۔"

"تو کیا وہ اکیلا تھا؟" سیکارینا نے سوال کیا۔

"نہیں۔ اس کے ساتھ چار آدمی اور تھے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ میں نے تفصیل

بتاتے ہوئے کہا کہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ راجہ نواز اصغر کون ہے۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے میری اور سیکا کی گٹھ جوڑ ہو اور میں یہاں کسی خاص مقصد کے تحت آیا ہوں۔ لیکن اسکے بعد اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں غلام سیٹھ کا منشیات کا ذخیرہ اس کے حوالے کر دوں کیونکہ میں اس کا دست راست تھا اور غلام سیٹھ کا کوئی ذخیرہ پکڑا نہیں گیا۔ میں نے اسے سمجھایا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا اور بالآخر اس نے مجھے قید کر دیا۔ میں بڑی مشکل سے وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوا ہوں اور یہاں تک پہنچا ہوں۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ سیکا ریفا بھی غلام سیٹھ کی خصوصی نمائندہ تھی اور وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔"

"اوہ۔ اوہ..... یہ سب کیا..... کیا ہوا؟ یہ اچانک کیا ہو گیا؟" سیکا درد بھرے لہجے میں بولی۔

"کیوں۔ تمہیں اس بات سے اس قدر تکلیف کیوں پہنچی سیکا؟"

"اس لیے نواز کہ میں تو اس زندگی کو بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ اس تصور کے ساتھ کہ آئندہ بہتر زندگی کا آغاز ہوگا۔ میکلارنس کے بارے میں مجھے اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ ناجائز منشیات کا تاجر ہے جب میں نے اس سے شادی کی تھی' اگر مجھے یہ بات معلوم ہو جاتی تو میں جس جہنم سے نکل کر آئی تھی اس جہنم میں دوبارہ جانا کبھی پسند نہیں کرتی لیکن بہرصورت یہ بھی تعجب خیز ہے کہ میکلارنس نے میرے بارے سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود مجھ سے شادی کر لی اور پھر آج تک اس نے اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ وہ میری اصلیت کو سمجھتا ہے۔"

"میں نے بتایا نا سیکا! وہ تم سے کوئی خاص کام لینا چاہتا ہے اس لیے آج تک اس نے تمہیں تمہاری اپنی نگاہوں سے بھی پوشیدہ رکھا ہے۔"

"تکراب میں کیا کروں؟"

"تمہارے لیے تو کوئی ایسی مشکل نہیں ہے سیکا!" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟" اس نے میرا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اس لیے کہ بہرصورت تم اس کی بیوی ہو۔ اگر اس سے انکار بھی کرو گی تو وہ تمہیں مجبور نہیں کرے گا لیکن میرے لیے اس نے جو ماحول پیدا کر دیا ہے مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"کیا تمہارے پاس غلام سیٹھ کا کوئی ذخیرہ موجود ہے؟" سیکا نے پوچھا۔

"بے وقوف ہو تم' سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس قسم کا سوال کر رہی ہو۔"

"گویا نہیں ہے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"اور دولت کی جو بات اس نے کہی وہ؟"

"دولت میرے پاس بے پناہ ہے سیکا! لیکن کیا تم سمجھتی ہو' کیا میں کسی کے دباؤ میں آ کر اپنی دولت اس کے حوالے کر سکتا ہوں؟ تمہارے خیال میں سیکا! کیا میکلارنس' راجہ نواز اصغر سے ٹکر لینے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قابل ہے؟" میرے لہجے میں ایک عجیب سی غراہٹ ابھر آئی اور سیکا چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ وہ سہم گئی تھی پھر اس نے کہا۔

"وہ تمہاری شخصیت سے مکمل طور پر واقف معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے اس نے صرف تمہارا نام سنا ہو؟"

"تب اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے سیکا؟"

"نواز! میری مدد کرو' میں اس وقت تمہاری مدد کی طالب ہوں نواز!" سیکا ریفا نے کہا۔

اور میرے اندر ایک زہریلا تاثر ابھر آیا۔ تھوڑی دیر پہلے اس عورت نے مجھے ایک بے اعتبار شخص سمجھا تھا اور اب یہ مجھ سے مدد کی درخواست کر رہی ہے۔ آخر میں اس کی مدد کیوں کروں؟ لیکن جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کے لیے سیکا ریفا کو اعتماد میں لینا ضروری تھا۔ سو میں نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا۔

"مجھے بتاؤ سیکا! میں تمہارے کس کام آسکتا ہوں؟"

"نواز! میں ایک بار پھر خود کو بے سہارا سمجھنے لگی ہوں۔ اگر میکلارنس کو میرے بارے میں معلوم تھا تو اس نے مجھ سے یہ بات آج تک کیوں چھپائی۔ اس کا مطلب ہے وہ مجھ سے مخلص نہیں ہے۔"

"مخلص تو تم بھی اس کی نہیں تھیں سیکا!"

"میری اور بات تھی....." وہ سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"کیوں تمہاری کیا بات تھی؟"

"میں تو اس سے اپنا ماضی اس لیے چھپانا چاہتی تھی کہ میری آئندہ زندگی سنور جائے۔ میں تو ساری زندگی کے لیے اس لعنت سے نکل جانا چاہتی تھی۔"

"میں تمہارے لیے غمگین ہوں سیکا!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہو نواز! خدا کے واسطے کچھ سوچو۔ میں تو بہت پریشان ہو گئی ہوں۔"

"میکلارنس کو دوسرے ذرائع سے سمجھانا پڑے گا۔"

"کون سے ذرائع؟"

"جب بات تم نے میرے اوپر چھوڑی ہے تو بس خاموش ہو جاؤ۔ ہاں یہ بتا دو کہ تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے بھی اس لعنت سے ہمیشہ کے لیے نکالنا چاہتی ہوں۔ ہمارے پاس کافی دولت ہے' سکون سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔"

"اور خود تمہارے بارے میں جو اسے معلوم ہے؟"

"اس کو اس کا اظہار کرنے دو۔ میں خود ہی اس سے اس بات کی معذرت کر لوں گی لیکن تم میری

مدد کرو۔"

"میں تیار ہوں سیکا! اور اس کے لیے مجھے دو کام کرنا پڑیں گے۔" میں پر خیال انداز میں بولا۔

"کیا؟"

"سب سے پہلے مجھے اسے اس کے دوست ایڈلک سے جدا کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے اسے ان راستوں پر لانے والا ایڈلک ہے۔ میں ایڈلک کو کسی ایسے جنجال میں پھنسا دوں کہ وہ خود ہی اپنے مسائل کا شکار ہو جائے اور پھر میکلارنس۔ اس کے لیے بھی کوئی ٹھوس قدم اٹھانا ہی ہو گا۔"

"تم یہ کام بخوبی کر سکتے ہو نواز!"

"ہاں میں پوری کوشش کروں گا لیکن میکلارنس میری تلاش میں ہے۔ ظاہر ہے وہ مجھے جزیرے پر نہیں پائے گا تو تلاش کرے گا۔"

"ایڈلک کا ان علاقوں پر بڑا اثر ہے۔ اگر اس کے آدمی تمہاری تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تو یہاں کوئی تمہیں پناہ نہیں دے گا۔"

"کیا اس گھر میں بھی مجھے پناہ نہیں مل سکتی؟" میں نے کہا۔

"یہی میں سوچ رہی تھی۔"

"کیا سوچ رہی تھیں؟"

"کیوں نہ تم یہاں رہو۔ میں تمہارے لیے بہتر انتظام کر سکتی ہوں۔ بولو نواز! کیا یہاں قیام کرو گے؟"

"ہاں' میرا خیال ہے اس کے لیے یہاں سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہو گی۔ میکلارنس سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ جس کی تلاش میں ہے وہ خود اس کے گھر میں پوشیدہ ہو گا۔"

"اس مکان کے آخری سرے پر ایک چھوٹا سا کاٹج ہے۔ وہ ہمارے اسی احاطے میں ہے اور طویل عرصے سے بند پڑا ہے' میں تمہیں چھوڑ آتی ہوں۔ بند خوراک کے ڈبے اور پانی ساتھ لے جاؤ۔ میں چاہتی ہوں کہ نوین کو بھی تمہاری آمد کی اطلاع نہ ملے اور تم وہاں پوشیدہ رہ کر اپنی کاروائی کرتے رہو۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ کیا وہ کاٹج صاف ہے؟"

"قطعی۔ وہاں فرنیچر بھی موجود ہے۔ بس ذرا صاف کرنا پڑے گا۔"

"یہ کام میں کر لوں گا تم مجھے وہاں پہنچا دو۔"

"اوہ' اس طرف دیکھو۔ کاٹج نظر آ رہا ہے۔" سیکا نے اندھیرے میں ایک طرف اشارہ کیا اور میں نے اندھیرے میں اس عمارت کو دیکھا۔ فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ عمارت کیسی ہی ہو' بس تھوڑا سا وقت گزارنا تھا۔

"ٹھیک ہے سیکا! اب تم چاہو تو میرے ساتھ وہاں تک چلو بھی نہیں۔ میں اپنا ٹھکانا بنا لوں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس وقت چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ابھی بندوبست دیتی ہوں۔" سیکا نے کہا۔

اور اس کے بعد سیکا سے کوئی گفتگو نہیں کرنا تھی۔ ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ سیکا نے کچن سے سے ڈبے اور پانی کے تھرماس نکالے اور پھر ایک ٹارچ لے کر ساتھ چل پڑی۔

کاٹج کا دروازہ باہر سے لاک ہو جانے والا تھا۔ اندر سے وہ بغیر چابی کے کھل سکتا تھا۔ سیکا میر ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ اس نے دروازہ بند کر کے ٹارچ روشن کر لی تھی۔ عمارت کافی کشادہ اور صاف ستھ تھی۔ اس سے قبل بھی میں نے اسے دیکھا تھا لیکن کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ بہرحال آج یہ عمارت آ گئی۔

"میں جاؤں اب؟"

"تمہاری مرضی ہے سیکا! بہرحال اس بات کا خیال رکھوں گی کہ میکلارنس کو کوئی شبہ نہ ہو پائے۔"

"نہیں ہو گا۔" سیکا نے کہا۔

"یوں بھی مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔" میں نے کہا اور سیکا نے ٹارچ مجھے دے دی۔

"یہ رکھو، کام آئے گی۔" اس نے کہا اور پھر خدا حافظ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

پھر میں اس جگہ کی طرف بڑھ گیا جو آرام کے لیے تھی۔ اور پھر آرام سے لیٹ گیا میکلارنس سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جسے اس نے جزیرے پر اپنے لوگوں کی نگرانی میں چھوڑا ہے آرام سے اس کی رہائش گاہ کے ایک حصے میں سو رہا ہو گا۔

رات بے حد پرسکون تھی، کوئی ایسی دقت پیش نہ آئی۔ بلکہ دوسرے دن میں تقریباً" گیارہ بجے تک سویا۔ آنکھ کھلی تو تھوڑی دیر تک ماحول کا اندازہ کرتا رہا اور پھر سب کچھ یاد آ گیا۔ باتھ روم بھی موجود تھا۔ یہ ایک باقاعدہ رہائش گاہ تھی جس کا استعمال ترک کر دیا گیا تھا لیکن اب میں اسے استعمال کر رہا تھا۔

ضروریات سے فارغ ہو کر میں نے ناشتہ کیا اور پوری طرح چاق و چوبند ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے عمارت کا جائزہ لیا۔ بڑی عمدہ جگہ تھی۔ یعنی ضرورت کے وقت اندر سے باہر بھی بہ آسانی نکلا جا سکتا تھا۔ اس کے لیے عقب میں ایک ٹوٹی ہوئی کھڑکی موجود تھی۔ گویا میرے کام کے لیے بہترین جگہ تھی۔

کھڑکی کے راستے میں چھت پر بھی بہ آسانی پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے ایسی کوشش نہیں کی کیونکہ رہائشی عمارت کی چھت سے کاٹج کی چھت پر بھی بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ اگر کوئی چھت پر چڑھ جاتا تو آسانی مجھے دیکھ لیتا چنانچہ یہ مناسب نہیں تھا۔ البتہ دروازے کے برابر ایک اور کھڑکی تھی جسے اگر تھوڑا سا کھول لیا جاتا تو شاید وہ دور سے کھلی ہوئی نظر نہ آتی اور وہاں سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔

مقصد میرا یہ تھا کہ میں صرف میکلارنس کا اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ آیا یا نہیں۔ کیونکہ میکلارنس کی واپسی کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔

سیکاریفا کا رات کا رویہ ایسا نہیں تھا جسے میں بہت زیادہ مفاہمت کا رویہ کہہ سکتا۔ لیکن مجھے کسی مفاہمت کی ضرورت بھی نہیں تھی، یہاں میں صرف اس مقصد کے تحت آیا تھا کہ میں میکلارنس کو اس کی اس حرکت کی سزا دوں، حالانکہ سیکاریفا نے کہا تھا کہ اگر ایڈلک کے آدمی مجھے تلاش کرنے نکل آئے تو اس علاقے کا کوئی فرد مجھے پناہ نہ دے گا۔

میں نے سیکاریفا کی اس بات کو اہمیت نہ دی تھی کیونکہ میں اس چیلنج سے نمٹ سکتا تھا لیکن میں ایسا کیوں کرتا؟ سب سے پہلے تو مجھے میکلارنس کو دیکھنا تھا اس کے بعد سیڈر کو، باقی رہا ایڈلک تو مجھے اس سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ سیڈر کی وجہ سے وہ براہ راست میرا دشمن بن جاتا کیونکہ سیڈر بہرحال اس کا بیٹا تھا۔

سیکاریفا سے میں نے ایک اور وعدہ کیا تھا۔ وہ یہ کہ میں اسے اس جنجال سے نجات دلا دوں گا۔ اور اب اس وعدے کے ایفا ہونے کا وقت آ گیا تھا کیونکہ میکلارنس جب کچھ کرنے کے قابل ہی نہیں رہے گا تو سیکا کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اور ایڈلک۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خوب سوچا تھا میں نے ان دونوں کے لیے اور اب صرف عمل باقی تھا۔

پورا دن میں نے کاٹج میں ہی کھڑکی کے نزدیک بیٹھ کر گزارا ویسے بڑا صبر آزما کام تھا اس طرح بیٹھے رہنا، کوئی مشغلہ بھی نہیں تھا۔ سوائے سوچ کے اور پھر شام ہو گئی۔

اس وقت شام کے تقریباً" پونے چھ بجے تھے جب میں نے لینڈ روور کو لکڑی کے پھاٹک سے اندر داخل ہوتے دیکھا اور میں خوشی سے اچھل پڑا۔

میکلارنس واپس آ گیا تھا۔

واہ۔ گویا کھیل شروع ہو گیا تھا جس کا آغاز میں نے جزیرے سے کیا تھا۔ یقینی طور پر میکلارنس کی واپسی معنی خیز تھی۔ میرے بدن میں ایک عجیب سی گدگدی ہونے لگی۔ سیکاریفا پورے دن اس طرف نہیں آئی تھی۔

اور اب میکلارنس واپس آ گیا تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ وہ رات کو بھی نہیں آئے گی۔ وہ اب اس قدر باہمت نہیں رہی تھی جتنی کہ کبھی تھی۔

میں نے دیر تک کھڑکی کے نزدیک بیٹھ کر باہر کا جائزہ لیا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ ایک دو بار لوین پر نظر پڑی جو چھوٹے چھوٹے مشاغل میں مصروف نظر آ رہی تھی۔ پھر ایک بار میکلارنس بھی باہر نکلا اور لکڑی کے پھاٹک کی طرف چلا گیا۔ اس کا رخ شاید چوکیدار کی طرف تھا اور شاید اس نے چوکیدار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو کچھ ہدایات بھی دی تھیں۔

یہ میرا اندازہ تھا حالانکہ میں نے اسے چوکیدار سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن ذہن یہی کہ رہا تھا کہ میکلارنس صرف اور صرف چوکیدار کو ہدایات دینے کے لیے آیا تھا۔

ممکن تھا وہ محتاط رہنا چاہتا ہو کیونکہ...... نواز کا نام اس قدر بے حقیقت بھی نہیں تھا اور یوں بھی جزیرے پر جو چار آدمی قتل ہوئے تھے انہیں دیکھ کر بھی میکلارنس کچھ سوچ سکتا تھا۔ ویسے ایک بات میرے ذہن میں بھی صاف نہیں تھی۔ وہ یہ کہ میکلارنس کو کیا یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں جوڈین کے سہارے باہر نکلا تھا۔ اگر اسے یہ بات معلوم ہو چکی ہے تو یقینی طور پر وہ بے حد جھلایا ہوا ہوگا۔

میں یہ چاہتا تھا اس علاقے میں ہونے والی کوئی بھی بات مجھ سے پوشیدہ نہ رہے۔ حالانکہ ابھی تو یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا۔ صرف کوشش ہی کی جاسکتی تھی۔ ویسے یہ بھی ممکن تھا کہ میکلارنس رات کے کسی حصے میں واپس چلا جاتا چنانچہ میں نے کھڑکی کے نزدیک ہی ڈیرہ ڈال دیا تھا۔

کھانے پینے کی چیزیں میں کھڑکی کے نزدیک ہی لے آیا تھا اور تقریباً" ساڑھے آٹھ بجے تک وہاں بیٹھا رہا اور اس کے بعد جبکہ پوری عمارت تاریکی میں ڈوب گئی میں باہر نکل آیا۔ باہر نکلنے کے لیے میں نے عقبی کھڑکی کا راستہ استعمال کیا تھا۔ جب کوئی دقت نہیں تھی تو میں خواہ مخواہ کاٹج میں سامنے کا دروازہ کھولنے کی حماقت کیوں کرتا۔

چنانچہ ایک لمبا چکر کاٹ کر میں اس رہائشی عمارت کے نزدیک پہنچ گیا۔ جہاں میکلارنس سیکاریفا اور اپنی بیٹی کے ساتھ رہتا تھا۔

عمارت کا پورا محل وقوع مجھے اچھی طرح معلوم تھا چنانچہ میں بہ آسانی اندر داخل ہو گیا اور اب کسی گوشے میں پناہ لینا میرے لیے زیادہ مشکل نہ تھا۔ صرف مکینوں کے بارے میں اندازہ لگانا تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ اس کے لیے میں نے جو گوشہ تلاش کیا وہ نہایت مناسب تھا۔ یہاں سے میں آمد و رفت کے راستوں پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔

پھر تقریباً" دس بجے نوین کو میں نے اپنی خواب گاہ میں جاتے دیکھا۔ سیکاریفا اور میکلارنس بیرونی برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے اور تقریباً" ساڑھے دس بجے میں نے سیکاریفا کو اس کی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔ میکلارنس وہیں رہ گیا تھا۔ گویا میرا راستہ صاف ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے سوچا اور میں اپنی جگہ خاموش بیٹھا دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میکلارنس بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ سیکاریفا اور میکلارنس کی خواب گاہیں بھی شاید الگ الگ تھیں۔ نہ جانے کیوں۔ ویسے سیکاریفا نے اس بارے میں کبھی کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا کہ اس کے اور میکلارنس کے دوسرے تعلقات کیسے ہیں لیکن اب میں اسے کیا کرتا کہ سارے اتفاقات میرے حق میں تھے۔ بعض اوقات کچھ ایسی باتوں کے بارے میں کہتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ دوسرے اس پر یقین نہ کریں گے۔ لیکن..... حقیقت کو کسی طور نظرانداز نہیں ک

جاسکتا۔ میکلارنس اپنی جگہ اٹھ چکا تھا' اب وہ ایک کمرے کی طرف جا رہا تھا جو یقیناً اس کی خواب گاہ تھی۔

میکلارنس اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا اور مجھے اس صبر آزما کام کے لیے مزید ایک گھنٹہ درکار تھا۔

چنانچہ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ گویا اب میں اپنے کام کے لیے تیار تھا۔ میں میکلارنس کے دروازے کے نزدیک پہنچ گیا لیکن دروازے پر پہنچنے سے پہلے میں اپنے کام کرنا نہ بھولا تھا۔

میں نے سیکاریفا کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کیا اور اس کے بعد نوین کے کمرے کا' اس تصور کے ساتھ کہ کہیں یہ دونوں باہر نہ نکل آئیں اور بعد میں میں خود میکلارنس کے دروازے پر پہنچ گیا۔

دروازہ اندر سے بند تھا' ایک مخصوص انداز میں میں نے دروازے کو ہلکی سی دستک دی اور اندر تیز روشنی روشن ہو گئی۔ غالباً" میکلارنس سویا نہیں تھا لیکن اس نے نائٹ بلب جلایا ہوا تھا اور شاید کسی سوچ میں غرق تھا۔

"کون ہے؟" اس نے آواز دی۔

لیکن میں نے اسے جواب نہ دیا۔ البتہ میں ایک دیوار کی آڑ میں ہو گیا تھا۔ تب میکلارنس نے دروازہ کھولا اور گردن نکال کر باہر جھانکا۔

اور یہی موقع تھا' دوسرے لمحے میرا فولادی گھونسہ اس کی ٹھوڑی کے نیچے پڑا اور میکلارنس ہلکی سی آواز کے ساتھ الٹ کر کمرے میں جا گرا۔

میکلارنس کی سمجھ میں شاید کچھ نہیں آیا تھا۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں یہاں تک پہنچ بھی سکتا ہوں۔ چنانچہ وہ فرش پر چت پڑا عجیب و غریب انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔

شاید اس کی بینائی بھی کام نہیں کر رہی تھی۔ وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا' اور میں نے اس کی بے بسی سے فائدہ اٹھا کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

اور پھر اس کی طرف گھوم گیا۔

"مجھے یقین ہے اب تمہاری بینائی واپس آگئی ہوگی میکلارنس!" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور میکلارنس جلدی سے اٹھ گیا۔

"تم..... تم.....!" اس کے منہ سے ہکلائی ہوئی آواز نکلی۔

"ہاں۔ کیا تمہیں حیرت ہوئی ہے؟"

"ہاں ہاں کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں۔" میکلارنس نے آنکھیں بند کر لیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور یہ عمدہ ترکیب تھی۔ بظاہر یہی محسوس ہوا جیسے وہ اعصاب پر قابو پانا چاہتا ہو لیکن دوسرے لمحے اس نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ بہترین کوشش تھی۔ اگر میں جھکائی دے کر بچنے کی کوشش کرتا تو وہ درواز سے ٹکرا جاتا اور کافی زوردار آواز ہوتی۔ اس طرح دوسروں کو خبر ہو سکتی تھی یا پھر میکلارنس خود دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو جاتا لیکن اسے میرے بارے میں واقعی معلومات نہیں تھی۔ ان چھوٹے موٹے داؤ پیچ...... کو گردانتا نہیں تھا۔

اس کے اچھلنے کے ساتھ ہی میں بھی اچھلا اور میں نے فضا میں ہی دولتیاں جھاڑ دیں۔ اور میکلارنس اس بری طرح دوسری طرف گرا کہ قلابازی کھا کر الٹ گیا۔ وہ دو قلابازیاں کھا کر دیوار سے لگا تھا۔

"تمہاری بدبختی ہے میکلارنس کہ تم نے نواز اصغر کو جانے بوجھے بغیر اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"تھوڑی سی غلطی ہو گئی نواز! ورنہ...... تم اس طرح بڑھ بڑھ کر نہ بول رہے ہوتے۔" میکلارنس سنبھل کر پھر کھڑا ہو گیا۔ اور میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کونسی غلطی ہو گئی میرے دوست!"

"فیصلہ اسی وقت ہونا چاہیے تھا۔ تم چال چل گئے لیکن کیا تم سمجھتے ہو اس دھوکہ دہی پر جوڈی تمہیں چھوڑ دے گا؟ وہ دیوانے کتے کی مانند تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے۔"

"میرے دشمن ایسے ہی فیصلے کرتے ہیں۔ میکلارنس اور بالآخر خود ہی اپنے فیصلوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ میرے ایک چاہنے والے نے مجھے زمین میں دفن کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بہرحال اب یہ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"یہ عمارت اتنی کمزور نہیں ہے نواز کہ تم آسانی سے یہاں سے نکل جاؤ۔"

"جھوٹ بول رہے ہو میکلارنس! اگر تم اسے اس قابل سمجھتے تو مجھے یہاں سے دور لے جانے کی کوشش نہ کرتے۔" میں نے کہا۔

"نواز! تمہاری یہ نئی شکل بھی میرے لیے کافی دلچسپ ہے۔ تم اگر چاہو تو میں تم سے دوسری بات کر لیتا ہوں۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"غلام سیٹھ ختم ہو چکا ہے۔ ہربنس مر چکا ہے۔ اب نئے لوگوں کو میدان میں آنا چاہیے۔ میں چھوٹے پیمانے پر کام کر رہا ہوں کیوں نہ تم بھی میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ میں یہ کام بڑھا لوں گا۔"

"کیا تم خود کو ان کا ہمعصر سمجھتے ہو؟"

"ہم ان سے بھی آگے بڑھ جائیں گے نواز! ایڈلک کے پاس بے پناہ دولت ہے اور وہ اپنی رقم جھونکنے پر تیار ہے۔ اس کی دولت اپنا کام، لطف آ جائے گا۔ تمہارے پاس بھی کم رقم نہیں ہو گی۔"

"گدھے ہو میکلارنس! اس سے زیادہ کیا کہوں۔" میں نے نفرت سے کہا۔

اور میکلارنس واقعی گدھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ باتوں میں لگا کر وہ مجھے دھوکہ دے سکتا ہے لیکن میں اس جیسے لوگوں کی دنیا میں اجنبی تو نہیں تھا۔ جونہی اس نے بستر کی طرف چھلانگ لگائی، میں اڑتا ہوا اس پر جا پڑا۔ اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا تھا لیکن میرے جوتے کی ٹھوکر نے اس کا ہاتھ بے کار کر دیا۔ اس کے حلق سے ایک دہاڑ نکلی، پستول دور جا گرا اور میں نے دوسری چھلانگ پستول کی طرف لگائی۔

میکلارنس ایک بار پھر بے بس ہو گیا تھا لیکن اس بار اس کے چوٹ بہت سخت لگی تھی۔ وہ ہاتھ پکڑے کراہ رہا تھا۔ میں نے پستول اٹھا لیا۔

"میں اسے تم پر خالی کر سکتا ہوں میکلارنس! لیکن ایک گڑبڑ ہو گئی ہے۔ تمہاری بیٹی نوین بڑے پیار سے تمہارا نام لیتی ہے۔ اور اس نے میرے ساتھ بھی بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ اس سلوک کے عوض میں تمہاری جان بخشی کر رہا ہوں لیکن تمہارے لیے سزا بھی ضروری ہے اور میں نے اس کا تعین کر لیا ہے۔ البتہ چیخنے کی کوشش کی تو گولی تمہارے حلق میں اتر جائے گی۔"

میکلارنس ہاتھ پکڑے بل کھا رہا تھا۔ "چلو کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے کہا اور پستول کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ میکلارنس کی کراہیں بند ہو گئیں۔ بہرحال اس نے میرے حکم کی تعمیل کی تھی۔ "اور کوئی حربہ باقی ہے میکلارنس؟"

"تم...... تم شیطان کی طرح چالاک ہو۔" میکلارنس کے منہ سے نکلا۔

"اور کچھ؟"

"میں اب واقعی تم سے سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمہاری اس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کا اندازہ نہیں تھا۔"

"اور مجھے تمہارے اس قدر احمق ہونے کا بھی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تمہارے پاس سے جانے کے بعد سیڈر سے بھی نمٹنا ہے۔ اب باپ ایڈلک سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن سیڈر نے مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ۔ اس نے میرے ایماء پر سب کچھ کیا تھا۔" میکلارنس بے اختیار بولا۔

"تمہاری ہی وجہ سے وہ سزا بھی بھگتے گا۔" میں نے کہا۔ "اس کے علاوہ میں نوین کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ کسی بھی طرح تم ایک اچھے باپ بن جاؤ۔ مجھے علم ہے کہ تمہارے پاس کافی دولت ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اب اچھی زندگی اختیار کر لو۔"

میں نے پستول جیب میں رکھ لیا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ میکلارنس کو میرے چہرے پر میرے خوفناک ارادے نظر آ گئے تھے۔ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔ "تم...... تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمہیں ایک اچھا باپ بنانا چاہتا ہوں میکلارنس!"

"کیا بکواس ہے؟" میکلارنس کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ میکلارنس نے جھ ہوئے انداز میں مجھ پر وار کیا..... لیکن میں اس کے بس کی چیز..... نہیں تھا۔ گھونسہ ایک بار پھر اس کی سے جالگا اور میکلارنس بری طرح دیوار سے ٹکرایا۔

لیکن میں نے اسے پھر بھی نہیں چھوڑا تھا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے ایک زور دار جھ اور وہ فرش پر آگرا۔ میکلارنس اپنی جیسی سخت کوششیں کر رہا تھا۔ تن و توش میں بھی وہ مجھ سے زیادہ تھا لیکن لڑائی بھڑائی میں ماہر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے سینے پر ایک زور گھونسہ جڑا اور پھر اسے زور سے رگڑتا ہوا دور تک لے گیا۔ میں نے میکلارنس کو اوندھا کر دیا۔ لیکن خوبی اس کی یہ تھی کہ اس نے چیخنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے دو تین گھونسے اس جمائے اور وہ بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ تب میں نے اس کے دونوں ہاتھ اس کی پھٹی ہوئی قمیص سے باندھ کر اس پشت پر جما دیے۔ اس دوران میکلارنس اپنے ہاتھ چھڑانے کی بھرپور کوشش کرتا رہا تھا لیکن وہ کامیا نہ ہوسکا۔

دونوں ہاتھ کسنے کے بعد میں نے اسے سیدھا کر دیا۔ میکلارنس بری طرح مچل رہا تھا۔ میں نے ایک اور کپڑا اس کے بستر سے اٹھا کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اور میکلارنس کی آنکھوں خوف کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ اچھے خاصے تن و توش کا آدمی اس قدر چوہا ہوگا لیکن بہرصورت مجھے زیر کرنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی۔

تب میں اس کے پیروں کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس کا ایک پاؤں اپنے ہاتھوں میں دبا لیا۔ پاؤں میں نے اس کے گھٹنے پر رکھ دیا اور اس کے بعد میں نے اس کے پاؤں کو اندر کی طرف ایک زور دار جھ دیا۔ میکلارنس بری طرح تڑپنے اور مچلنے لگا تھا لیکن دوسرے جھٹکے سے اس کے پاؤں کی ہڈی نکل گ اور پاؤں لٹک گیا۔ میکلارنس ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔

لیکن ایک بار پھر میں نے اسے قابو میں کیا' اس کے ہاتھ کھلتے جا رہے تھے۔ دوسرے لمحے ایک با پھر میں نے اسے دبوچ کیا اور میری اس حرکت نے اس کے دوسرے پاؤں کو بھی بے کار کر دیا۔ میکلارنس کی آنکھیں پھٹ گئیں تھی پھر وہ بے ہوش..... ہوگیا لیکن بے ہوشی کے عالم میں بھی برح طرح تڑپ رہا تھا۔

"اب تم بلاشبہ ایک اچھے باپ بن جاؤ گے میکلارنس! تمہارے یہ پاؤں آپریشن کے بعد بھ ٹھیک نہیں ہوسکتے کیونکہ انکی دونوں ہڈیوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے۔" میں نے بھاری آواز میں کہا اور اس کے بعد یہاں میرا کوئی کام نہیں تھا چنانچہ میں سست رفتاری سے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اپنی دانست میں

میں نے میکلارنس کو جو سزا دینا چاہی تھی دے دی تھی۔ اور اب میرا دوسرا شکار سیڈر تھا۔ سیڈر کو بھی قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بس تھوڑی سی سزا اس کے لیے کافی تھی۔ میں عمارت سے باہر نکل آیا۔ اب میرے پاس پستول بھی تھا۔ ویسے اس بات کی اطلاع مل چکی تھی کہ جوڈین میری تلاش میں ہے۔ یہ شخص کافی خطرناک تھا۔ اس کے بارے میں مجھے علم تھا۔ چنانچہ فی الوقت میں اس سے بھی نہیں بھڑنا چاہتا تھا۔

میں اس جگہ پہنچا جہاں اصطبل تھا۔ اس وقت لینڈ روور پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ نہ جانے اس میں کتنا پٹرول ہو۔ اس لیے میں نے اصطبل سے ایک گھوڑا کھولا۔ زین وغیرہ کا موقع نہیں تھا اس لیے میں یونہی گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ گو سواری بڑی خطرناک تھی لیکن میں خود سے مطمئن تھا۔

گھوڑے نے جس وقت لکڑی کا پھاٹک پھلانگا تو چوکیدار دیکھتا رہ گیا۔ میرے پیچھے اس نے شور مچانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن اتنی دیر میں میں کافی دور نکل آیا۔ اور پھر میں نے گھوڑا قصبہ گراس میئر کی طرف موڑ دیا۔

رات اپنا آخری سفر طے کر رہی تھی۔ ستارے بے نور ہونے لگے تھے۔ جب میں گراس میئر میں داخل ہوا۔ سارا قصبہ گہری نیند سو رہا تھا کہیں کہیں آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔

بہرحال ایک مناسب مقام پر میں نے گھوڑا چھوڑ دیا اور اسے مار کر دور بھگا دیا۔ پھر میں ایڈلک کے مکان کی طرف چل پڑا۔

مکان کی تلاش کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا' جس وقت میں چوروں کے انداز میں مکان میں داخل ہوا' روشنی پھوٹنے لگی تھی۔ لیکن مکان کے ملازم وغیرہ ابھی نہیں جاگے تھے۔ ایک راہداری میں سوئے ہوئے ملازم کو میں نے ٹھوکر مار کر جگایا اور اس کے چیخنے سے قبل ہی اس کا منہ دبا دیا۔

"آواز نکلی تو گردن دبا دوں گا۔ سیڈر کا کمرہ کونسا ہے؟" میں نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

ملازم کا پیشاب خطا ہوا جا رہا تھا۔ سوتے سے جاگا تھا۔ اس لیے اعصاب بے حال تھے۔ پہلے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ میرا سوال شاید اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن جب دوسری بار میں نے اس سے سیڈر کے کمرے کے بارے میں پوچھا تو اس نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔ اس کی آنکھیں خوف سے بند ہوتی جا رہی تھیں۔

لیکن میں نے اس کی مشکل حل کر دی۔ گردن کے مخصوص حصوں پر دباؤ ڈال کر میں نے اسے بے ہوش کر دیا تھا اور اس کے بعد آہستگی سے اسے زمین پر لٹا کر میں سیڈر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

جس کمرے کی طرف ملازم نے اشارہ کیا تھا اس میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔

کمرے کے دروازے کے اوپری حصے میں دو شفاف شیشے لگے ہوئے تھے جن سے اندر جھانکا جاسکتا تھا۔ دروازے پر پردہ پڑا ہوا تھا لیکن اس وقت پردہ ایک طرف سرکا ہوا تھا جس کی وجہ سے شیشے کے دوسرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانب دیکھا جاسکتا تھا۔ گویا یہ آسانی بھی موجود تھی اور مجھے خود پر رشک آنے لگا۔

میں نے جھانک کر دیکھا اور خوش ہوگیا۔ سیڈر سامنے ہی مسہری پر بے سدھ سو رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا' میرا خیال تھا کہ دروازہ اندر سے بند ہوگا صورت میں مجھے شیشہ توڑنا پڑے گا۔

لیکن بعض معاملات میں میری خوش قسمتی اور دوسرے کی بدقسمتی بڑا تعاون کرتی ہے۔

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں اندر داخل ہوگیا اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا' یہ ضرور حالانکہ یہ صورت حال خطرناک بھی تھی' اگر سیڈر چیخ پڑتا تو اس عمارت کی صورت حال مجھے معلوم تھی اور نہ ہی میں نے ایسے وقت میں فرار ہونے کے لیے راستے کا تعین کیا تھا' چنانچہ اس بات کا خاص خیال رکھنا تھا کہ وہ چیخنے نہ پائے۔

چند ساعت کے بعد میں اس کے سر پر تھا۔ سیڈر کو میرے آنے کی بالکل خبر نہ ہوئی تھی۔ میں ادھر ادھر دیکھا اور اپنے مطلب کی چند چیزوں کا انتخاب کر لیا اور پھر میں نے سیڈر کے سینے پر اپنے گھٹنے ہلکا سا دباؤ ڈالا۔

سیڈر نے ہلکی سی آواز نکالی اور کروٹ بدلنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے چت کر دیا تھا۔

اس جارحانہ دباؤ پر سیڈر نے آنکھیں کھول دیں۔ چند ساعت وہ پلکیں جھپکاتا رہا' پھر اس نے کوشش کی لیکن دوسرے لمحے میں نے اسفنج کا ایک چھوٹا سا تکیہ اس کے منہ پر رکھ کر دبا دیا جسے میں نے ہی دوسرے ہاتھ میں پکڑ چکا تھا۔ صورت حال ایسی تھی کہ سیڈر کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ تب میں غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سیڈر! مجھے پہچانو۔ اور یہ بات جان لو کہ اگر چیخنے کی کوشش کی تو یہ چیخ تمہاری آخری چیخ ہوگی۔"

سیڈر جس قدر نظر آرہا تھا اتنا دلیر نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار صاف دیکھے جا تھے۔ پھر اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے ایک بار پھر غرا کر کہا۔

"پہچان گئے مجھے؟" میں نے پوچھا۔ میں نے پوچھا اور اس نے گردن ہلا دی۔

"سوچ لو۔ اگر چیخنے کی کوشش کی تو گردن دبا کر ہلاک کر دوں گا۔" میں نے تکیہ اس کے منہ پر ہٹا لیا۔ سیڈر کے ہاتھ پاؤں سرد ہوگئے تھے اس میں شاید ہلنے جلنے کی سکت بھی باقی نہ رہی تھی۔ وہ بالکل جان نظر آرہا تھا۔

"تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا سیڈر! تم نے مجھے دوست کی حیثیت سے جزیرے تک پہنچایا بولو کیا میں درست نہیں کہہ رہا اور اس کے بعد تمہارے باپ نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی لیکن تمہارا باپ میکلارنس کے زیر اثر ہے اور اس نے عملی طور پر اس سلسلے میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا لیے میں نے اسے معاف کر دیا البتہ میں تمہیں معاف کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"مم..... میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ مجھے مسٹر میکلارنس نے اس کام کے کے لیے تیار کیا تھا۔"

"بکواس بند کرو۔" میکلارنس کو اس کی اس حرکت کی سزا دی جا چکی ہے۔ اب وہ ہمیشہ کے لیے معذور ہو چکا ہے اور تم یقین کرو میں تمہیں بھی معاف نہیں کروں گا۔"

"مم..... مجھے معاف کر دو..... مجھے معاف کر دو۔ تم یقین کرو میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ بری طرح خوفزدہ ہوگیا تھا جبکہ میکلارنس نے کم از کم مقابلہ کرنے کی کوشش تو کی تھی۔"

"سیڈر میں اتنی مشکلات سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں تمہیں معاف کرنے کے لیے نہیں بلکہ سزا دینے کے لیے اور بہرحال سزا تو تمہیں بھگتنا ہی ہوگی۔" میں نے کہا اور سیڈر کا بدن بری طرح کانپنے لگا۔

یہ صورت حال زیادہ خوشگوار نہیں تھی۔ اگر وہ مجھ سے مقابلہ کرنے کی کوشش کرتا تو جیسا کہ میرے ذہن میں تھا تو شاید اسے تکلیف دینے میں زیادہ لطف آتا لیکن اب اگر اس بے بس انسان کو کوئی نقصان پہنچا دوں تو یہ۔ بڑی عجیب بات ہوگی' مجھے اس میں مزہ نہیں آرہا تھا۔ تب میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ "مردوں کی طرح مقابلہ کرو سیڈر یہ کیا بزدلوں کی طرح کانپنے لگے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"میں..... میں تم سے مقابلہ کر کے دیکھ چکا ہوں۔ میں ہر لحاظ سے تم سے کمزور ہوں۔" سیڈر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور اس کے باوجود تم نے مکاری سے کام لیا۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں تم سے بدلہ بھی لے سکتا ہوں؟"

"مم..... مجھے معاف کر دو۔ صرف ایک بار معاف کر دو۔" سیڈر نے کہا اور میرا موڈ بالکل ہی آف ہوگیا۔

بھلا اس چوہے کو مارنے سے کیا فائدہ۔ یہاں تک آنے کی تمام محنت اکارت ہوگئی تھی' کیونکہ اب تو میرا موڈ ہی بدل گیا تھا۔ میں نے ایک زوردار ہاتھ اس کی کنپٹی پر رسید کیا اور سیڈر بے ہوش ہوگیا۔ ایک ہاتھ اس کے لیے کافی ثابت ہوا تھا۔

"لعنت ہے۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور وہاں سے..... پلٹ پڑا۔ یہاں آنے کی تمام کاوش بے کار ہوگئی تھی۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ میں نے..... وقت ضائع کیا ہے۔

بہرصورت اب گراس میئر میں رہنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ پو پھٹ چکی تھی اور صبح کی روشنی آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی۔ میں گراس میئر کے قصبے کے اس حصے میں آگیا جو اس قصبے کا شاید آخری سرا تھا۔ میرا گھوڑا بھاگ چکا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کروں۔ سوچا تو یہ تھا کہ یہ سیڈر کو بھی اس طرح اذیت دوں گا اور چھوڑ دوں گا لیکن سیڈر نے تو ہاتھ پاؤں ہلانے کی بھی کوشش نہ کی تھی اور ایسے کی آدمی کو مارنا میرے بس سے باہر تھا۔ اب وہ بات تو گزر چکی تھی۔ میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوچ رہا تھا۔

میک ڈسٹرکٹ کا گراس میئر اب میرے لیے کوئی دلکشی نہیں رکھتا تھا۔ یہاں میں کسی منصوبے کے تحت نہیں آیا تھا۔ بس اتفاقات نے ایک کہانی کو جنم دیا تھا اور اب وہ وہ کہانی ختم ہو گئی تھی۔ یہاں میرے تین دشمن بن گئے تھے۔ میکلارنس، جوڈین اور ایڈلک یا سیڈر۔ اس کے بعد یہاں رہنے کی کیا گنجائش تھی۔

اور یوں بھی اب مزید قیام میرے لیے ناممکن تھا۔ چنانچہ صبح کاذب میں نے گراس میئر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ بد نما گھاس اور سرکنڈوں کے جھنڈ کے درمیان بچھی ہوئی سڑک پر میں آوارۂ زمانہ انسان کی حیثیت چل پڑا۔ سرکنڈوں کے جھنڈ میں مینڈکوں کی آوازیں میرے قدموں کی آواز سے ہم آہنگ ہو رہی تھیں۔

نہ جانے کب تک میں چلتا رہا۔ سڑک کبھی نہ ختم ہو گی اور میں چلتا رہوں گا۔ پھر تھک جاؤں گا کیوں نہ کہیں بیٹھ جاؤں مگر کہاں، اور کون سے سائبان کے نیچے۔ میرے لیے تو چھت نہیں بنی تھی۔ کتنی بے مقصد زندگی ہے۔ میں ہارا ہوا انسان ہوں، کیوں نہ ماں کی طرف لوٹ جاؤں، اس کے قدموں سے لپٹ جاؤں، اس پر آنکھیں رگڑوں اور کہوں، ماں اب تو آغوش میں لے لے۔ کیا تو اپنے تھکے ہوئے بیٹے کو اب بھی قبول نہیں کرے گی۔ میں تھک گیا ہوں میری ماں۔

اور دل میں ایک گولا سا اٹھا۔ احساس بھی نہ ہو سکا کہ دل بہہ رہا ہے۔ آنکھوں میں دھندلاہٹیں ابھر آئیں تو رخساروں کے بھیگنے کا پتہ چلا۔ تب آنکھوں کو خشک کیا اور کئی بار بند کر کے کھولا تو دور ایک دھبہ نظر آیا۔

نہ جانے آنکھوں کا قصور تھا یا واہمہ۔ دھبہ سڑک کے بیچوں بیچ تھا۔ غور سے دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا اور اب دو دھبے ہو گئے تھے۔ ایک ساکت، ایک متحرک۔ منظر کچھ اور واضح ہوا اور اب میں نے صاف طور سے دیکھا۔ ایک کار تھی اور ایک انسان۔ شاید کوئی ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ کیونکہ کار سڑک پر الٹی پڑی تھی۔ میں نے رفتار تیز کر دی اور آہستہ آہستہ سڑک سکڑنے لگی۔ الٹی ہوئی کار اب صاف نظر آ رہی تھی۔ اس کے پہیے آسمان کی جانب تھے اور دیو قامت آدمی اس کے نزدیک کمر پر ہاتھ رکھے کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ اس کے بال تقریباً ایک گز لمبے تھے، انتہائی خوبصورت اور گھنے چہرے پر اگر ڈاڑھی اور مونچھیں نہ ہوتیں تو ان بالوں سے کی وجہ سے اسے ایک لحیم شحیم عورت سمجھا جا سکتا تھا۔ خدوخال انتہائی جاذب نگاہ تھے لیکن ان پر ایک خشونت طاری تھی، آنکھیں بڑی لیکن انگاروں کی مانند سرخ تھیں۔

بہرحال اسے ایک عجیب الخلقت آدمی بلکہ دیو کہا جا سکتا تھا۔ اوپری بدن پر چمڑے کی چست جیکٹ منڈھی ہوئی تھی جس کے..... گلے میں بٹن ضرور ہوں گے لیکن انہیں نکال کر ان میں تسمے باندھ دیے گئے تھے اور سامنے سے آدھا سینہ کھلا ہوا تھا جس سے لمبے لمبے بال جھانک رہے تھے۔ نچلے بدن پر بھی کسی اور کی

پتلون تھی۔ اگر انتہائی موٹے اور مضبوط زین کی نہ ہوتی تو اب تک پھٹ چکی ہوتی۔ وہ تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب میں اس کے قریب پہنچ گیا لیکن مجھے کار کے الٹ جانے پر حیرت تھی۔ اس میں کوئی ٹوٹ پھوٹ بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس طرح الٹ جانے کا سبب نہیں پتہ چلتا تھا۔

"کیا ہوا..... کیا ہو گیا مسٹر؟" میں نے کار میں جھانکتے ہوئے اس سے پوچھا۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "آپ اس کار میں تنہا تھے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"نہیں۔ میرے ساتھ ایک نوجوان حسینہ بھی تھی اور ڈرائیونگ کرتے ہوئے میں اس کی آغوش میں سر رکھ کر سو گیا تھا۔ اس نے بڑی نرمی اور ملائمت سے کہا۔"

"اوہ، تو وہ کہاں ہے؟"

"گردن ٹوٹ گئی تھی اس کی۔ بالکل ہی بے کار ہو گئی تھی۔ میں اسے اٹھا کر سرکنڈوں کے جھنڈ میں پھینک آیا۔" اس نے جواب دیا۔ لیکن اس کی آواز میں غم کا کوئی عنصر نہیں تھا۔ میں تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

یہ شخص نہ صرف شکل و صورت سے عجیب تھا بلکہ اپنی باتوں میں بھی عجیب تھا۔ اس انداز میں وہ اس لڑکی کا تذکرہ کر رہا تھا جیسے کہ کوئی بڑا ہی عمدہ کام انجام دے آیا ہو اور اس سلسلے میں اسے ذرا بھی افسوس نہ ہو۔

وہ خاموشی سے مجھے گھور رہا تھا، اس کی آنکھوں سے کھا جانے والی کیفیت عیاں تھی، پھر اس نے اسی تیز لہجے میں کہا۔

"تم کون ہو؟"

"کوئی نہیں بھائی! بس ایک مسافر ہوں۔ سفر کر رہا تھا کہ دور سے تمہاری کار نظر آئی، مجھے اس حادثے کا افسوس ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"حادثہ.....!" وہ دانت پیس کر بولا۔ اس کے انداز میں ہلکی سی غراہٹ نمایاں ہو گئی۔

"کیوں۔ کیا یہ حادثہ نہیں ہے؟"

"نہیں۔" وہ حلق پھاڑ کر چلایا اور میں تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

لیکن بہرحال میں بھی راجہ نواز اصغر ہوں، کسی کے حلق پھاڑ دینے سے کبھی نہیں ڈرتا، چنانچہ میں نے اسی سادہ لہجے میں سوال کیا۔

"میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آخر یہ کار الٹی کیسے، جبکہ تم کہہ رہے ہو کہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ نہیں ہوا!؟"

"اسے میں نے الٹا ہے، میں نے، سمجھے؟" وہ خوفناک آواز میں غرایا۔ اس کے لہجے میں غراہٹ نمایاں تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے گہری سانس لی۔ یا تو وہ پاگل تھا یا پھر نشے میں بہکا ہوا تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "اگر تم میری موجودگی کو برا محسوس کر رہے ہو تو میں آگے بڑھ جاتا ہوں۔"

"نہیں' نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے مگر تم سوالات ہی اس قسم کے کر رہے ہو۔"

"میرا خیال ہے میں نے صرف اخلاقی سوالات کیے ہیں اس پر تمہیں کیوں...... اعتراض ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اعتراض...... یہ ساری چیزیں غلط ہیں' سب کچھ غلط ہے' کم بخت گدھے' الو کے پٹھے۔" وہ خود بخود گالیاں بکنے لگا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"خراب ہو گئی تھی۔ یہ خراب ہو گئی تھی۔ بھلا تم ہی بتاؤ' کل ہی خریدی ہے۔ جتنے پیسے تھے اتنے ہی کی تو خرید سکتا تھا زیادہ کہاں سے لاتا لیکن بگڑ گئی' آج بگڑ گئی کم بخت کہیں کی۔"

"کیا بگڑ گئی؟" میں نے پوچھا۔

"کار۔" وہ زور سے چیخا۔

"اوہ۔ تو مگر خراب ہو کر یہ الٹ کیسے گئی؟"

"خود الٹی ہے میں نے۔"

"تم نے!" میں نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔

"ہاں' ہاں میں نے۔"

"لل...... لیکن تم نے......"

"تو کیا شک ہے تمہیں؟"

"شک تو نہیں کر سکتا۔ مگر......"

"مگر...... تمہیں شک اس بات پر۔ لو یہ دیکھو۔"

وہ دوبارہ کار کی طرف بڑھا اس نے کار کے پچھلے حصے پر اپنے دونوں ہاتھ جمائے اور میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔

الٹی ہوئی کار پھر سے سیدھی ہو گئی تھی' اس نے کئی مرتبہ زمین پر دھکے کھائے اور پھر رک گئی۔

میں متحیرانہ انداز میں اس دیو ہیکل شخص کی طاقت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور بات کسی حد تک میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ لڑکی وڑکی کا کوئی وجود نہیں تھا' کار خراب ہو گئی تھی اور اس نے جھلاہٹ میں اپنی بے پناہ قوت سے کام لے کر الٹ دیا تھا۔ کار کی چھت الٹنے سے پچک گئی تھی اور اب وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے مجھے گھور رہا تھا۔

"اب کیا خیال ہے؟"

"بالکل ٹھیک لیکن اس میں خرابی کیا ہو گئی تھی؟"

"یہ مجھے معلوم ہوتا تو ٹھیک نہ کر لیتا اسے۔ میں تو اب اسے اٹھا کر سرکنڈوں میں پھینکنے جا رہا ہے۔"

اس نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں ایک گہری سانس لی۔ خیر تم اس کار کو اٹھا تو نہ سکو گے' میں ...سوچا۔

لیکن یہ بات کیا کم تھی کہ اس نے کار کو الٹ دیا تھا اور یہ کسی معمولی طاقت کے آدمی کے بس کی ...نہ تھی۔ بہر صورت میں اسے ٹھنڈا کرنے کے بارے میں غور کرنے لگا۔

یہ آدمی مجھے خاصا دلچسپ معلوم ہوا تھا' جھلاہٹ میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ لیکن خوبی اس کی یہ تھی کہ ...سروں سے ممتاز اور طاقتور تھا' اتنا طاقتور تھا جتنا کہ اس مشینی دور میں عام طور پر تصور نہیں کیا جا سکتا۔

اب بتاؤ کیا کروں؟ ساری زندگی کسی سے مدد نہیں لی' اس لیے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ بد بخت کو تم ...دیکھ لو۔" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

میں نے کار کو اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ سلف پکڑ رہی تھی لیکن اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ ...ڈسٹری بیوٹر میں کوئی خرابی تھی۔ چنانچہ میں نیچے اتر آیا۔ بونٹ کھولا اور ڈسٹری بیوٹر کیپ اتارنے لگا۔ کیپ ...نیچے پوائنٹ کے تار ہٹے ہوئے تھے۔ بڑی معمولی سی بات تھی۔ کار پرانے ماڈل کی ضرور تھی لیکن انجن ...معلوم ہوتا تھا۔

چنانچہ میں نے اس سے کپڑا مانگا اور اس نے کار کی چھوٹی سی اسٹپنی سے ایک رومال نکال کر میرے ...میں تھما دیا۔ اس رومال سے میں نے پوائنٹ صاف کیا۔ تار جوڑے اور ڈسٹری بیوٹر کیپ بند کر دیا۔ اس ...بعد میں نے اسے اشارہ کیا۔

"کیا مطلب؟" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اسٹارٹ کرو۔"

"مذاق اڑا رہے ہو؟" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"نہیں میری جان! بالکل مذاق نہیں اڑا رہا۔ تم ذرا کوشش تو کرو۔"

"میں نہیں کروں گا۔ اب اگر یہ اسٹارٹ نہ ہوئی تو میں اس کا شیشہ ویشہ سب توڑ دوں گا۔" اس ...جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ انداز بالکل بچوں کا تھا۔

میں نے ہنس کر گردن ہلائی اور...... خود ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ اس بار سیلف لگایا تو کار اسٹارٹ ...گئی۔ میں نے اسے نمایاں طور پر چونکتے دیکھا تھا۔

"ارے...... ارے۔" وہ میری جانب جھک آیا۔ "اب اگر تم کہو تو میں اسے لے کر اڑ جاؤں؟" ...اس نے پوچھا۔

"اڑ جاؤ یار!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لیکن اسے ہوا کیا تھا؟ ویسے تم نے میری بہت بڑی مشکل حل کر دی ہے۔"

"اناڑی ڈرائیور معلوم ہوتے ہو؟"

"ہاں ہاں۔ اناڑی ہوں۔ اس چیز کا کبھی دعویٰ نہیں کرتا جس کے بارے میں جانتا نہیں ہوں۔ کار ڈرائیو کرنا جانتا ہوں اور صحیح کرنا نہیں جانتا مگر ہوا کیا تھا اسے؟"

"معمولی سی بات تھی۔"

"ہوں۔ اور اس معمولی سی بات نے مجھے صبح سے پریشان کر رکھا تھا۔ دو گھنٹے گزر گئے اس میں مارتے مارتے اور جب کچھ نہ ہو سکا تو میں نے اس کم بخت کو الٹ دیا۔" اس نے جواب دیا اور میں ہنس دیا

"دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں..... لیکن ساری دلچسپیاں اس کار کی نذر ہو گئی تھیں۔" اس نے گہری سانس لے کر جوا دیا۔

"کہاں جا رہے تھے؟"

"لنکاسٹر۔" اس نے کہا۔

"کوئی تکلیف نہ ہو تو مجھے بھی لنکاسٹر تک چھوڑ دو۔"

"تکلیف۔ ہرگز نہیں۔ ظاہر ہے اگر تم میری کار نہ بھی ٹھیک کرتے تو تمہیں لنکاسٹر چھوڑنا تو فرض تھا۔ خواہ میں تمہیں اپنے کندھوں پر بٹھا کر لنکاسٹر تک پہنچاتا۔" اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ اب کے لہجے کی غراہٹ اور جھلاہٹ کافی حد تک ختم ہو چکی تھی۔

میں کار کا دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھ گیا تھا۔ .... کار میں وہ بالکل فٹ تھا۔ حالا خاصی کشادہ کار تھی لیکن اس کی جسامت کے اعتبار سے ناکافی تھی۔ بہرصورت اس نے کار اسٹارٹ کر آگے بڑھا دی اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"تعجب ہے، تعجب ہے۔ میں تو کافی دیر سے اس میں سر مار رہا تھا۔ دراصل میں اس کے بارے کچھ جانتا نہیں ہوں۔"

"کب خریدی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"صرف دو دن پہلے۔ اور صرف حماقت میں، جو کچھ جمع پونجی تھی اس پر خرچ کر دی اور اب ج میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔"

"اوہ۔ نام کیا ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔

"ڈوڈو۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا؟" میں نے تعجب سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیوں۔ کیا اس نام میں کوئی مسخرہ پن نظر آ رہا ہے تمہیں یا اونچا سنتے ہو؟" اس نے کسی ذ

جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ نام کچھ عجیب سا ہے۔"

"بس یہی ہے ڈوڈو۔ ڈوڈو۔ ڈوڈو۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں گھونسہ دکھا کر بولا۔

"واہ۔ تم خاصے کٹکھنے معلوم ہوتے ہو۔"

"کٹکھنا، کٹکھنا۔ کیوں؟" اس نے برا مان کر کہا اور خونخوار..... نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

دیکھو دوست! اگر تم چاہو تو میں اتر جاؤں۔ یہ جھلاہٹ مجھے ناپسند ہے۔" میں نے کہا اور وہ مجھے خوں خوار نگاہوں سے گھورتا رہا۔ پھر عجیب سے انداز میں ہنس پڑا۔

"اصل میں حماقت میری ہے۔" اس نے کہا۔ "سوری۔ مجھے بہت افسوس ہے۔" اس نے دوبارہ کہا اور کار پھر آگے بڑھا دی۔

میں اس عجیب و غریب کردار کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ زندگی میں کیسے کیسے انوکھے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا اور یہ بھی انہی میں سے ایک معلوم ہوتا تھا۔ بہرصورت کافی دیر تک اس کے چہرے پر خجالت کے آثار رہے، پھر اس نے کہا۔

"میں واقعی کچھ چڑچڑا رہا ہوں لیکن اس کی ایک وجہ ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"یار! کل رات کو بھی کھانا نہیں کھایا تھا، پھر صبح کو بھی ناشتہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی فی الوقت کسی بھی قسم کا کوئی امکان ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے ان ساری سڑکوں کو آگ لگا دوں۔"

"ارے۔ ارے کیوں؟"

"کم بخت کوئی درخت بھی نہیں ہے جس پر پھل وغیرہ ہی نظر آ جائیں۔ اور میں اپنے پیٹ کی آگ بجھالوں۔ سخت بھوک لگ رہی ہے۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ مجھے ہنسی آ رہی تھی، بالکل بچوں کی سی طبیعت رکھتا تھا۔

"آگے کہیں کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے تو گاڑی روک لینا ہم دونوں ناشتہ کریں گے۔" میں نے کہا۔

"تم بھی بھوکے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"پیسے تو ہوں گے تمہارے پاس؟"

"ظاہر ہے۔"

"ہاں۔ اگر تم بھی کار خرید لیتے تو یقینی طور پر بھوکے ہوتے۔ میرے دوست!" اس نے غمگین لہجے میں کہا اور مجھے زور سے ہنسی آ گئی۔

"کیوں، اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ جو کچھ ہوا ہے وہی تو بتا رہا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لیکن تم نے اسے خرید کیوں لیا؟"

"میں نے بتایا نا حماقت ہو گئی۔ بعض اوقات میں سنک جاتا ہوں۔ تم یقین کرو ذرا بھی نشے میں نہیں تھا مگر بس چوٹ دے گئے۔"

"کون چوٹ دے گئے؟"

"وہ جن کی یہ کار تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"بس کہنے لگے کہ پریشان حال ہیں' اگر میں چاہوں تو ان کی مدد کر سکتا ہوں۔ میں نے پوچھا کس طرح تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کار خرید لوں اور پھر جو کچھ میری جیب میں تھا میں نے نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ یہ نہیں سوچا کہ مجھے کار کا کیا کرنا ہے' ارے ڈوور تک ہی تو جانا تھا' اس کے بعد یہ میرے لیے بے مصرف ہو گی۔"

"اوہو۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم ڈوور جا رہے ہو؟"

"ہاں۔ وہاں سے فرانس کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے دوسرے ساتھی فرانس میں ہی ہیں۔" ڈوڈو نے جواب دیا۔

"اوہ تمہارے ساتھی فرانس میں ہیں؟"

"ہاں' پیرس میں۔" وہ بولا۔ اب اس کا لہجہ خاصا نرم تھا۔ اور اگر واقعی اس کا لہجہ نرم ہوتا تو وہ برا آدمی معلوم نہیں ہوتا تھا۔

چند ساعت خاموشی سے گزرے پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔ "ارے ہاں۔ تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں۔"

ایک لمحے کے لیے میرے دل میں آیا کہ اسے اپنا صحیح نام بتادوں مگر پھر میں نے سوچا۔ اس کی لائن دوسری ہے ممکن ہے نواز اصغر بھی اس کے لیے اجنبی نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اسے اپنا نام پیکر بتایا۔

"خوب مسٹر پیکر! آپ کہاں جارہے تھے اور آپ کا جغرافیہ کیا ہے؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"میں بھی پیرس ہی جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"واقعی؟" وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔"

"کیوں۔"

"ارے بس یونہی سوچ رہا تھا کہ کوئی تو ساتھی ہو جس کے ساتھ پیرس جایا جائے۔ حالانکہ سفر زیادہ طویل نہیں ہے لیکن میں ساتھیوں کا شوقین ہوں۔ ہمیشہ کسی نہ کسی کو ساتھ رکھتا ہوں' اس وقت بھی اگر تم نہ ہوتا تو میرا سفر ضرورت سے زیادہ خوشگوار ثابت ہوتا۔"

"میری طرح۔ مجھے بھی ساتھیوں کا بے پناہ شوق ہے' اس شوق میں مجھے کچھ بھی نہ ملے تو پرواہ نہیں ہوتی' ویسے مسٹر پیکر! آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"صاف ظاہر ہے ڈوڈو! میں سیاح ہوں۔"

"واہ' بہت سارے ممالک کی سیر کی ہو گی؟"

"ہاں۔ بیشتر۔"

"سیاحت بہت اچھا مشغلہ ہے مسٹر پیکر! میں بھی کٹھمنڈو سے آرہا ہوں۔"

"اوہو کٹھمنڈو سے آرہے ہو؟"

"ہاں۔"

"اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"جنوبی امریکہ۔ ظاہر ہے ہمارے سفر کی یہی ایک پگڈنڈی ہوتی ہے۔"

"تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

"کافی آدمی ہیں۔ تم ایک طرح سے پورا گروہ سمجھ لو۔ ہم سب کٹھمنڈو کی زیارت کر کے آرہے ہیں۔ واہ کیا جگہ ہے۔ حشیش کی جنت۔" ڈوڈو نے مست انداز میں آنکھیں بھینچیں اور گاڑی سڑک پر لہرائی۔ پھر اس نے ایک دم سے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا لیکن نہ جانے کیوں گاڑی سے اچانک چوں چوں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔

"یہ کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں' کچھ نہیں چلتے رہو۔" میں نے جواب دیا۔

ڈوڈو کچھ دیر پریشان رہا' پھر اس کے بعد صحیح ہو گیا۔ لیکن اس کی بدقسمتی تھی کہ لنکاسٹر تک پہنچنے کے درمیان کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں ہم کھانا کھا سکتے۔ میں نے محسوس کیا کہ ڈوڈو مرجھاتا جارہا ہے اور جب ہم لنکاشر پہنچے تو اس نے میرا بازو پکڑ کر بڑے ملتجی انداز میں کہا۔

"میرے دوست! پہلے مجھے کھانا کھلا دو' ورنہ میں مرجاؤں گا۔" اس کا لہجہ روہانسا ہو گیا تھا۔

"ہاں ضرور ضرور۔ آؤ گاڑی یہیں روک دو۔" میں نے کہا اور نگاہیں چاروں طرف گھمانے لگا۔

لنکاشر کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ہم داخل ہو گئے اور سب سے پہلے میں نے ڈوڈو کے پیٹ کا دوزخ بھرا۔ ڈوڈو نے کھانے کے بعد کئی بڑی بڑی ڈکاریں لیں۔ ویسے کھانا اس نے جس انداز میں کھایا تھا' اس سے نہ صرف میں بلکہ ہوٹل میں موجود دوسرے لوگ بھی حیران تھے۔ بڑا ہی خوش خوراک آدمی تھا اور شاید اس کی جسامت بھی ویسی ہی تھی۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ دیر تک کرسی سے ٹکا رہا' اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور میں اس کے مشاغل دیکھ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑی نرمی تھی اس کے چہرے پر۔ سیدھا سادا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ زیادہ فریبی نہیں' ورنہ اس کی حرکات کا شکار نہ ہوتا۔ ویسے کار الٹنے پلٹنے کا واقعہ مجھے اب بھی یاد تھا اور اس سے اس کی بے پناہ قو اندازہ ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ ہوٹل سے واپس آ گئے۔

"اب کیا پروگرام ہے دوست!" ڈوڈو نے پوچھا۔

"تم بتاؤ ڈوڈو! کیا لنکاسٹر میں رکنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"ضروری تو نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"بس یہاں سے لندن چلتے ہیں۔"

"اسی کار کے ذریعے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔"

"ڈوڈو میرا کچھ اور مشورہ ہے۔"

"کیا؟"

"یہ کار لندن تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکے گی۔ مجھے اس کے کل پرزوں میں گڑبڑ نظر آ ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو دوست؟"

"ہاں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

"بہتر یہی ہے کہ تم اسے یہیں کہیں فروخت کر دو۔ جو کچھ بھی مل جائے بہتر ہے۔"

"اوہ لیکن کیا اس کا فروخت ہونا آسان ہو گا؟"

"کوشش کرتے ہیں اور بہرصورت اس سے پیچھا تو چھڑانا ہی ہے' ورنہ اگر ایسی سے سفر کر ٹھانی تو ممکن ہے ہمیں لندن تک پہنچتے پہنچتے ہفتوں لگ جائیں۔"

"بات تو ٹھیک ہے پکیر! اور اب تو میں خود بھی اس سے عاجز آ گیا ہوں اور اب تو اس کی چھت پچک گئی ہے۔ اسے تو اب کوئی کباڑی ہی خریدے گا۔"

اور پھر ہم نے لنکاسٹر کی سڑکوں پر گھوم کر ایسے کباڑی کی تلاش شروع کر دی جو پرانی کاریں خ ہو۔ یہاں اس قسم کا کاروبار کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن بہرصورت ڈوڈو کو ایک ایسا شخص مل جس نے اس کار کی بہت تھوڑی سی قیمت لگائی تھی۔ ڈوڈو نے آنکھیں بند کر کے ہاتھ پھیلا دیے۔

"نکالو۔ نکالو۔" اور اس شخص نے کچھ رقم ڈوڈو کے حوالے کر دی۔ ڈوڈو نے کار کی چابی اس حوالے کر دی۔

"بڑی سستی فروخت کر دی تم نے ڈوڈو!" میں نے سوال کیا۔

"میرے دوست پکیر! میں کبھی بھی کسی گزری ہوئی چیز کے بارے میں نہیں سوچتا۔"

"خریدی کتنے کی تھی؟"

"اس سے چھ گناہ زیادہ رقم کی۔"

"اور اب....."

"بس بس ٹھیک ہے' اس سے جان چھڑانا تھی سو چھڑا لی۔ اور اب جیب میں اچھی خاصی رقم موجود ہے۔ آؤ۔" وہ مست انداز میں بولا اور ہم آگے بڑھ گئے۔

کار سے پیچھا چھڑا لیا گیا تھا۔ پھر ہم اسٹیشن پہنچ گئے اور ایکسپریس گاڑی میں سوار ہو گئے۔

ڈوڈو واقعی ایک مست آدمی تھا۔ راستے بھر نہ جانے مجھ سے کہاں کہاں کی باتیں کرتا رہا۔ نشہ آور ادویات کے بارے میں اس کی معلومات کافی وسیع تھیں۔ وہ مجھے اپنے دوستوں کے بارے میں بتاتا رہا۔

"تمہیں معلوم ہے میرا چیف کون ہے؟" ڈوڈو نے آنکھیں بند کر کے جھومتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"اس کا نام جینگو ہے۔ پیرس کی حسین لڑکیوں کے دلوں کی دھڑکن۔ ارے میں تمہیں کیا بتاؤں' لڑکیاں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہیں۔ ایک دفعہ وہ پیرس کی ایک سڑک سے گزر رہا تھا کہ بے شمار حسین لڑکیاں سڑک پر لیٹ گئیں کہ وہ ان کے سینوں پر سے پاؤں رکھتا ہوا گزرے۔"

"واہ۔" میں نے غور سے اسے دیکھا۔ اچھا گپ باز معلوم ہوتا تھا۔ "پھر جینگو نے کیا کیا؟"

"جینگو نے راستہ ہی بدل دیا۔ وہ اپنے پیروں کو بھی لڑکیوں کے جسموں سے نجس کرنا نہیں چاہتا۔"

"پر آخر وہ ہے کون؟"

"گویا۔ ایسا خوبصورت گویا جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ وہ گٹار بجاتا ہے تو زمین و آسمان کی گردش رک جاتی ہے۔ بس تم بھی سنو گے تو ہمیشہ کے لیے اس کے غلام بن جاؤ گے۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"پیرس میں۔ وہیں تو میں جا رہا ہوں۔ اصل میں پہلے میں پیرس ہی میں تھا لیکن اس کے بعد جینگو نے مجھے ایک کام سے یہاں بھیجا۔ یہاں آ کر میں خاصے دن خوار پھرتا رہا اور پھر میں نے جینگو کا وہ کام کر دیا۔ لیکن خود واپس نہ پہنچ سکا۔ اور اس کے بعد یہ حماقت ہو گئی۔ بس میں یہی حماقتیں تو کرتا رہتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ میں جتنا لمبا تڑنگا ہوں اتنا ہی احمق بھی ہوں۔" وہ ہنسنے لگا لیکن اس کے انداز میں ایک عجیب سی معصومیت تھی۔

مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ ڈوڈو جینگو سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔ بہرصورت پھر میں نے اسے خوش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنے کے لیے جینگو کے بارے میں بے شمار سوال کیے اور نوبت وہیں تک پہنچ گئی۔ یعنی جینگو بھی تر
خادم تھا اور کھٹمنڈو کا سفر کرنے کے بعد ترلوکا کے پاس واپس جا رہا تھا۔

ٹرین کا سفر جاری رہا۔ ڈوڈو بلاشبہ ایک اچھا ساتھی تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اس کے
کچھ وقت گزارا جائے۔ اس کے ساتھی جینگو کو بھی دیکھا جائے۔ کہ وہ کیسا گویا ہے۔

"پیرس میں کہاں قیام کرو گے؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"پہلی بار جا رہا ہوں' کوئی نہ کوئی جگہ تلاش کرلوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ہمارے ساتھ ہی قیام کرو۔ میں جینگو سے تمہاری سفارش کروں گا۔ اسے کوئی تکلیف
ہوگی..... وہ لمبے ہاتھ والا ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے اس کی پیشکش قبول کرلی۔

"جینگو شہنشاہ ہے۔ ایک بار جو اس سے گفتگو کرلیتا ہے' پھر وہ جینگو کو نہیں بھولتا۔ پیرس کے
بڑے گھرانوں کی لڑکیاں اس پر جان چھڑکتی ہیں لیکن جینگو جسے چاہے اپنی قربت بخش دے۔"

"وہ لڑکیوں کو قرب بخشتا ہے؟"

"شاذ و نادر۔ اگر کوئی اسے پسند آجائے۔"

"مالی وسائل کیا ہیں اس کے؟"

"ارے اسے کیا ضرورت ہے۔ ایک اشارہ کردے تو دولت کے ڈھیر لگ جائیں۔ کھٹمنڈ
یہاں تک دولت لٹاتا پہنچا ہے۔ بے شمار سیاح اور نروان کے متلاشی اس کے مرید ہیں اور اس کے سہا
پلتے ہیں۔"

"خوب۔ گویا وہ ترلوکا کا ہمعصر ہے۔"

"ترلوکا!" ڈوڈو چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آرہے تھے۔ "تم نے ترلوکا
بڑی بے ادبی سے لیا ہے لیکن تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں اس شخص سے اچھی طرح واقف ہوں جس کا وہ پیروکار ہے۔"

"تب تمہیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ اس کے پیروکار اسے بہت مانتے ہیں اور اس کا نام بے ادبی
نہیں سن سکتے۔"

"تم بھی اس کے پیروکار ہو؟" میں نے پوچھا۔

"دل و جان سے۔ اسی کے اشارے پر ہم نے یہ سفر کیا تھا اور اب اسی کے پاس واپس جا
ہیں۔"

"اوہ۔ تم تو ترلوکا کے پاس جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"اور جینگو بھی ترلوکا کا مرید ہے؟"

"ہاں' وہ ترلوکا کی تعلیمات کا پرچار کرتا ہے۔ ہم نے کھٹمنڈو کے سفر کے دوران بے شمار مرید
ئے ہیں۔" ڈوڈو نے بڑی ہی عقیدت سے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا۔

میرے ذہن میں ترلوکا کے بارے میں بے شمار خیالات آرہے تھے۔ اس ہستی کا نام میں طویل
صے سے سن رہا تھا۔ کئی بار میرے ذہن میں اس کا خیال آیا تھا لیکن کوئی خاص بات نہیں سوچی تھی میں
نے بس اسے بھی ان لوگوں کی سنک سمجھا تھا۔

"وہ عظیم ہے اور اس کی تعلیمات۔ واہ۔ جتنا سوچو ڈوبتے جاؤ۔ کبھی اس کے بارے میں جاننے کی
شش کرو۔"

"کروں گا۔" میں نے کہا اور وہ خوش ہوگیا۔

"وعدہ کرتے ہو؟"

"ہاں۔ ضرور۔"

"تب تو کوئی مسئلہ ہی نہ رہا۔ اب میں خود تمہیں ترلوکا کے مہمانوں میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ جو
جو ترلوکا کی تعلیمات سے متاثر ہوتے ہیں' ہمارے مہمان ہوتے ہیں اور ہمارے لیے قابل عزت۔"

میں خاموش ہی رہا۔ ڈوڈو حد سے زیادہ مخلص ہوگیا تھا۔ بہرحال گاڑی وکٹوریہ اسٹیشن پہنچ گئی۔
ں سے دوسری گاڑی کے ذریعے ڈوور پہنچنا تھا جہاں سے پیرس کے لیے اسٹیمر مل سکتا تھا۔

ڈوڈو نے خود ہی ٹکٹ وغیرہ خرید لیے اور پھر ڈوور کے لیے چل پڑے۔ اور بالآخر ایک دیو ہیکل
مر ہمیں لے کر پیرس کی بندرگاہ ڈنکرک کی جانب چل پڑا۔ اس پورے سفر میں رات ہوگئی تھی۔ انگلستان
ساحل پر ڈوور کی مشہور سفید چٹانیں صاف نظر آرہی تھیں۔ چٹانوں کے پہلو میں شہر کا قدیم قلعہ برقی
شنیوں سے منور تھا۔

لندن کی کافی یادیں میرے ساتھ تھیں لیکن یادوں کا کیا' یہ یادیں تو زندگی کے ہر لمحے کے ساتھ چمٹی
تی ہیں۔ گزری ہوئی داستانیں بے معنی ہوتی ہیں۔ بس آنے والا وقت ہی سب کچھ ہے۔

عرشہ سنسان پڑا تھا۔ مسافرات کی خنکی اور سمندر کی سرد ہواؤں سے بچنے کے لیے اسٹیمر کی نچلی
ں میں پہنچ گئے تھے۔ ڈوڈو بھی کچھ اداس نظر آرہا تھا۔ بہت دیر سے اس نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔
اس کی جسامت قابل دید تھی۔ بیٹھا ہوا تھا لیکن پہاڑ معلوم ہوتا تھا۔ بہت دیر کے بعد اس نے جماہی لی
ر پھر چونک پڑا۔

"پیکر!" اس نے مجھے آواز دی۔

"ہوں۔"

"ان خنک ہواؤں میں بھی تمہیں نیند آرہی ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نیند۔ نہیں تو۔"
"اونگھ تو رہے ہو۔"
"تو پھر کیا کروں؟ تم بھی باتیں نہیں کر رہے۔"
"یار! میں کچھ سوچ رہا ہوں۔" ڈوڈو نے پرخیال انداز میں کہا۔
"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے پوچھا لیکن ڈوڈو نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور پھ کر بولا۔
"کچھ پیو گے؟"
"ہاں' اگر کافی مل جائے تو اس وقت عمدہ لگے گی۔" میں نے جلدی سے کہا۔
"اوہ۔" ڈوڈو نے برا سا منہ بنایا۔ "کافی بھی کوئی پینے کی چیز ہے۔ اسٹیمر کی نچلی منزل میں شرا گی۔ عمدہ شراب اور بہت سستی' ڈیوٹی فری۔ آہ۔ اس وقت سارے لوگ پی رہے ہوں گے۔"
"تم کیوں نہیں پی رہے؟"
"میں..... میں دراصل یہی سوچ رہا تھا۔ میرے اندر ایک خرابی ہے ڈیئر پیکر!" ڈوڈو نے اف میں کہا۔
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"میں بہک جاتا ہوں۔" وہ شرمندہ سے لہجے میں بولا۔
"پیتے بھی اپنی جسامت کے لحاظ سے ہو؟"
"اوہ نہیں' میرے دوست! یہی تو خرابی ہے۔ چرس کے تیس سگریٹ پلا دو ایک ساتھ۔ کا نشہ ہو۔ اتنا کرا دو جتنا دس آدمی مل کر کرتے ہیں۔ لیکن شراب۔ نہ جانے کس کی بد دعا ہے تھوڑ لوں تو بہک جاتا ہوں۔"
"تمہیں تو سنبھالنا بھی مشکل ہو گا؟"
"مشکل ہی نہیں' ناممکن ہوتا ہے۔" ڈوڈو نے کہا۔ "ہاں' اگر تم ایک بات کا وعدہ کرو تو چلو
"جی' فرمائیے۔"
"جب میں چوتھا پیگ لوں تو بوتل اٹھا کر اوپر آ جانا اور مزید چند پیگ پلا کر میرے سر پ دے مارنا مگر ضرب ایسی ہو کہ میں بے ہوش ہو جاؤں۔" اس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔
"سر پھٹ گیا تو؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"پھٹ جانے دو۔ اس موسم میں شراب نہ پینا بھی تو جرم ہے۔" اس نے بدستور بھرائی ہ میں کہا اور میں ہنستا رہا۔
نایاب چیز ملی تھی لیکن بہرحال ذہن سے جمود توڑنے کا باعث بنی تھی۔ میں دلچسپی محسوس

چلیں۔" اس نے میرا بازو پکڑ کر اٹھا دیا اور میں اس کے ساتھ نچلی منزل کی طرف جانے والی سیڑھیوں کی جانب چل پڑا۔
سیڑھیاں اتر کر ہم نیچے پہنچے۔ درحقیقت قہوہ خانے کا ماحول بڑا دھواں دھار تھا۔ انگریز اور فرانسیسی مرد اور عورتیں قہوہ خانے میں بھرے ہوئے تھے۔ دو کاؤنٹر تھے جن میں سے ایک میں شراب ملتی تھی اور دوسرے پر اسنیک قسم کی چیزیں۔ لیکن قہوہ خانے کی ہر میز پر شراب نظر آ رہی تھی۔ جن لوگوں کو بیٹھنے کی جگہ نہیں ملی تھی وہ کھڑے ہوئے ہی شغل کر رہے تھے۔ بھانت بھانت کے لوگ تھے۔ ہر شخص اپنے آپ میں مگن' ایک دوسرے سے لاپروا' اپنی ذات میں گم تھا۔
ڈوڈو مجھے لیے ہوئے شراب کے کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ پھر اس نے اپنے اور میرے لیے شراب طلب کی۔ اس نے پیگ لینے کے بجائے پوری بوتل خرید لی تھی۔ ایک بوتل اپنے لیے اور میری پسند کی میرے لیے۔ پھر گلاس لیے ہوئے ہم وہاں سے ہٹ گئے۔ بیٹھنے کی کوئی جگہ تو تھی نہیں چنانچہ ایک اسٹینڈ کے نزدیک کھڑے ہو کر ڈوڈو نے شراب کی بوتل کھولی۔ سروس کرنے والے ویٹر نے برف اور جگ لا کر رکھ دیا لیکن ڈوڈو نے ان دونوں چیزوں کو ہوا میں ہلایا اور برف کو جگ میں ڈال کر ایک طرف رکھ دیا اور اپنے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔ پھر اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔
"اور تم مسٹر پیکر! میرا خیال ہے شراب میں کسی قسم کی شمولیت مناسب نہیں ہوتی۔ یہ واحد ہے اسے واحد ہی رہنا چاہیے۔" اس نے کہا لیکن میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔
چنانچہ میں نے اپنے گلاس میں تھوڑی سی شراب ڈالی۔ اور جگ اٹھا کر گلاس میں برف بھر لیا تھا اور وہ ایک ہی سانس میں آدھا گلاس خالی کر گیا۔
اس جیسی جسامت کے آدمی کے لیے یہ بات بہت زیادہ مشکل نہیں تھی لیکن چونکہ اس نے خود مجھے اپنی اصلیت بتا دی تھی اس لیے اس کے اس طرح پینے کے انداز سے میں تھوڑا سا پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے گلاس کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیں اور ڈوڈو آدھی بوتل خالی کر گیا۔
"ڈوڈو!" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔
"یس مسٹر پیکر!" اس نے مودب انداز میں میرے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
"تم' میرا خیال ہے جلد بازی کر رہے ہو۔"
"جلد بازی۔" وہ آہستہ سے بولا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔ میں اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔ چند ساعت کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور بولا۔
"میرا خیال ہے نہیں۔ اور پھر اگر اس کے لیے جلد بازی نہ کی جائے تو یہ اس کی توہین ہے' ناراض ہو جاتی ہے یہ۔"
"پھر بھی میرا خیال ہے تم اس سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کرو' بجائے اس کے کہ اس بے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دردی سے اسے سینے میں اتار رہے ہو۔"

"اچھا۔" ڈوڈو نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور پھر دیر تک رکا رہا۔ اس دوران میں ا
دوسرا گلاس بنا چکا تھا۔

میں اس گلاس کی چسکیاں لیتا رہا اور ڈوڈو ساکت و جامد' ہال پر نگاہیں دوڑاتا رہا۔ میں بھی ا
ساتھ شامل ہو گیا۔

اکثریت میز اور کرسیوں پر ٹانگیں لٹکائے سونے اور جاگنے کے مراحل میں تھی۔ درواز
ساتھ چند لوگ ٹیک لگائے ہوئے کھڑے تھے۔ سازندوں کا ایک طائفہ ایک جانب اپنے لبے لبے
کھڑا تھا۔ نہ جانے یہ لوگ مسافر تھے یا یہیں سے تعلق رکھتے تھے۔ بہرصورت ایک عجیب و غریب
اور اس ماحول میں منشیات کی خوشبو بھی شامل تھی۔

ڈوڈو چندھیائی ہوئی نگاہوں سے ماحول کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے چونک کر بوتل کی طرف د
شرمندہ نظر آنے لگا۔

"ارے ارے۔ تم..... تم تو یونہی منتظر بیٹھی ہو جان من! میں تو تمہیں بھول ہی گیا تھا۔" ا
جلدی بوتل اٹھالی۔ اس بار شاید وہ گلاس ہی بھول گیا تھا' پھر اس نے دونوں ہونٹ اس طرح سکوڑ
کسی کو بوسہ دے رہا ہو۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ بوتل کو ہونٹوں تک لے گیا اور بڑے پیار سے ا
منہ سے منہ لگا دیا۔

"ڈوڈو!" میں نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔

"ہوں ہو۔" وہ بوتل منہ سے لگائے لگائے بولا۔ اور پھر اس کا آخری قطرہ تک چوس گیا۔ "
موجودگی میں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہوتی سمجھے لیکن...... یہ تو..... ارے یہ تو ختم ہو گئی۔"

"تم نے کیا کہا تھا کہ چار پیگ کے بعد میں تمہیں اوپر لے جاؤں۔"

"کہا ہو گا۔"

"اور تم پوری بوتل خالی کر گئے۔"

"ایک منٹ۔" ڈوڈو نے ہاتھ اٹھایا اور پھر اپنے چمڑے کے کوٹ کے تسمے کھول دیے۔ "
دیکھ رہے ہو؟" اس نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اس میں ایسی پچاس بوتلیں دفن ہو سکتی ہی
یقین کرتے ہو یا......"

"نہیں' نہیں۔ تم عملی تجربہ مت کر بیٹھنا۔"

"ارے میں ڈوڈو ہوں۔ جس کا لوہا بڑے بڑوں نے مانا ہے۔ مجھے جاننا چاہتے ہو تو آؤ۔" وہ لڑ
آگے بڑھا۔ چڑھ گئی تھی۔ وہ دیوار سے ٹکے ہوئے سازندوں میں سے ایک کے پاس پہنچا اور بڑے ا
اسے سلام کیا۔ سازندہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔"

"مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔" وہ عاجزی سے بولا۔

"فرمائیے۔" سازندہ اسے نیچے سے اوپر تک گھور کر بولا۔

"آپ چاروں ذرا میرے ساتھ آئیں۔" اس نے کہا اور پلٹ پڑا۔ سازندوں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر وہ چاروں اپنے ساز چھوڑ کر اس کے ساتھ آگے بڑھ آئے۔ ڈوڈو انہیں لیے ہوئے ایک میز پر پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ سے میز کا سامان سارا نیچے گرا دیا اور میز کے گرد بیٹھے لوگ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"تشریف رکھیے۔" ڈوڈو نے بڑے خلوص سے میز کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ چاروں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے کرسیوں پر بیٹھنے کی کوشش۔ "وہاں نہیں...... آں ہاں۔ یہاں۔" ڈوڈو نے میز کے اوپر اشارہ کیا اور وہ بیٹھتے بیٹھتے پھر کھڑے ہو گئے۔

"بیٹھو۔" ڈوڈو حلق پھاڑ کر چیخا۔ اور چاروں اچھل کر میز پر چڑھ گئے۔ دوسری میز کے لوگ چونک کر ادھر دیکھنے لگے تھے لیکن کسی نے اس معاملے میں دخل نہیں دیا۔ "اترنے کی کوشش کی تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔" وہ بولا۔ "اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ "اے اے پیکر! کہاں گئے؟ ادھر آؤ..... ادھر آؤ۔" اس نے کہا۔ لیکن میں نے موقع کی نزاکت کو سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ میں آڑ میں ہو گیا۔ "دیکھو میں کیا ہوں۔ میں..... میں ڈوڈو ہوں سمجھے۔" وہ بیٹھ گیا اور پھر اس نے میز کے دو پائے پکڑے اور اسے سر سے اونچا اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں سازندے میز کے اوپر تھے اور خوف سے چیخنے لگے تھے۔ ڈوڈو انہیں لیے ہوئے چل پڑا۔ جہاں سے وہ گزر رہا تھا لوگ میزوں سے اٹھ کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور خاصی ہڑبونگ مچ رہی تھی۔ بے چارے سازندوں کی شامت خواہ مخواہ آ گئی تھی۔ وہ بمشکل تمام میز پر جمے ہوئے تھے لیکن ان میں سے ایک پھسل کر نیچے گر پڑا اور دوسروں نے خود ہی چھلانگیں لگا دیں۔

لیکن ڈوڈو میز اٹھائے اسی انداز میں آگے بڑھتا رہا۔ اس کا رخ شراب کے کاؤنٹر کی طرف تھا۔ میں وہاں سے کھسک کر ایک طرف بڑھ آیا۔ ہنگامہ ہونے کا خطرہ تھا اس ہاتھی کو کون روکتا۔

ڈوڈو نے بڑے پیار سے میز کاؤنٹر کے سامنے رکھ دی اور منہ پھاڑے کھڑے ہوئے بارمین سے بولا۔ "ان چاروں کو میری طرف سے پلاؤ۔ چلو۔ ہاں تم کیا پیو گے دوستو!" اس نے میز کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں پھاڑنے لگا۔

"ارے کہاں گئے تم لوگ؟" اس نے میز کی سطح پر ہاتھ پھیر کر دیکھا اور پھر میز کے نیچے جھک کر دیکھنے لگا۔ "ارے کہاں گئے یہ سب کے سب' غا..... آ...... ئب.... ہو گئے۔ سا..... سب کے سب۔" وہ مغموم لہجے میں بولا۔

"رہنے دو' بے چارے نہ جانے کہاں گئے..... ارے پیکر! تم کہاں گئے۔ پیکر! پیکر! پیکر!....." وہ مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا دروازے کے نزدیک پہنچا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔"

لوگ اب دیواروں سے لگے ہوئے کھڑے تھے۔ کوئی ایسا نہیں تھا جو سنبھالنے کی جرأت کرتا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لڑکیاں اور مرد سبھی سہمے ہوئے تھے۔ ڈوڈو نے اٹھنے کی کوشش کی اور دوبارہ زمین بوس ہو گیا۔

"پیکر!" ڈوڈو نے اٹھنے کی کوشش کی اور پھر مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اٹھ گیا۔ وہ جھومتا ہوا آگے بڑھا اور زینوں پر چڑھنے لگا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔

سارے قہوہ خانے میں ہنگامہ ہو رہا تھا۔ وہ لوگ جو نشے میں تھے ان کا نشہ بھی اتر گیا تھا۔ ڈوڈو نے جو توڑ پھوڑ مچائی تھی اس کی وجہ سے لوگ خاصے پریشان ہو گئے تھے لیکن لطف کی بات یہ تھی کہ کسی نے نہ احتجاج کیا اور نا اظہار ناراضگی وہ سب ڈوڈو کے اوپر چلے جانے کے بعد پھر اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تھے۔ ان کے لیے یہ تعجب خیز بات نہ تھی۔ شراب پی کر کوئی بھی سانڈ اس قسم کی حرکتیں کر سکتا تھا۔

لیکن میں ڈوڈو کے لیے تھوڑا سا فکر مند ہو گیا۔ نہ جانے وہ اوپر جا کر کیا غل غپاڑہ مچاتا اور پھر میں نے اسی کی ترکیب پر عمل کرنے کے بارے میں سوچ لیا۔ یعنی اس کے سر پر کوئی ایسی چوٹ مار دی جائے جس سے یہ بے ہوش ہو جائے۔ میں آہستہ آہستہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ لوگ اب بھی ڈوڈو کے بارے میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ جب میں اوپر پہنچا تو میں نے دیکھا ڈوڈو لڑکھڑاتا ہوا ایک جانب بڑھ رہا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر مجھے ایک لکڑی کا ہتھوڑا نظر آیا جو جہاز کے لنگر کے نزدیک پڑا ہوا تھا۔ میں نے ہتھوڑا دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ ہتھوڑا خاصا وزنی تھا۔ تب میں آہستہ سے ڈوڈو کے پیچھے چل پڑا۔

ڈوڈو جھوم رہا تھا۔ میں نے پیچھے سے ہتھوڑا اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ ڈوڈو کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ میری جانب پلٹا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میری جانب دیکھنے لگا۔ پھر اس کے بعد فرش پر اوندھا لیٹ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ میری ترکیب کارگر ثابت ہوئی تھی۔ ویسے اس بگڑے ہوئے سانڈ کی اس حرکت پر مجھے حیرت بھی تھی اور ہنسی بھی آ رہی تھی۔ بلاشبہ اس نے سچ کہا تھا۔ شراب کی ایک بوتل اس جیسے آدمی کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی لیکن وہ اسے پینے کے بعد اتنا آوٹ ہو گیا تھا کہ سب کچھ بھول گیا تھا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ خنک ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں اور اسٹیمر ڈنکرک کی بندرگاہ کی جانب رواں دواں تھا۔ مجھے بھی اس کم بخت کی وجہ سے سردی کھانا پڑ رہی تھی۔ ورنہ قہوہ خانے میں شراب کے بجائے گرم گرم کافی مزہ دے جاتی۔ گو میں نے شراب کے چند پیگ لیے تھے۔ اور باقی بوتل یونہی چھوڑ آیا تھا لیکن شراب نے کوئی خاص لطف نہیں دیا تھا سوائے اسکے کہ کان کی لوئیں گرم ہو گئی تھیں۔

رودبار انگلستان کی موجیں اسٹیمر سے ٹکراتیں اور ٹھنڈے پانی کی پھواریں بلند ہو جاتیں۔ کسی اور موسم میں یہ پھواریں بڑی دلکش لگتیں لیکن اس وقت بھلی نہیں معلوم ہو رہی تھیں۔ کمبخت ڈوڈو دنیا مافیہا سے بے خبر اوندھا پڑا ہوا تھا اور اب اس کے حلق سے خراٹے بھی بلند ہونے لگے تھے۔

رودبار انگلستان کا سفر آہستہ آہستہ طے ہو رہا تھا۔ اسٹیمر کی رفتار بھی سست تھی اور پھر بقیہ رات میں نے کسی ایسی بیوی کی مانند ڈوڈو کے نزدیک بیٹھ کر گزار دی جو اپنے شوہر کی لاش لے کر سفر کر رہی ہو۔

صبح کاذب کے آثار کے ساتھ ہی ڈنکرک کا شہر دکھائی دینے لگا تھا۔ اکثر مسافر قہوہ خانے سے نکل آ

اوپر عرشے پر آ چکے تھے اور پھر بندرگاہ میں داخلے کا بھونپو زور زور سے بجنے لگا۔

اس بھونپو کی آواز سے ہی ڈوڈو بھی جاگا تھا۔ اس نے کروٹ بدلی اور چت ہو گیا۔ اب اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ پھر پانی کی ایک تیز لہر نے زور سے پھوار اڑائی اور ڈوڈو بھیگ گیا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ تڑک کر اٹھ بیٹھا تھا اور پھر وہ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ اور آخر میں اس کی نگاہ مجھ پر آ ٹکی۔

"آہ۔ پیکر میرے دوست!" اس نے منہ چلاتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہارا نشہ اتر گیا یا اب بھی نشے میں ہو؟" میں نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اور وہ بڑے پرخلوص انداز میں مسکرانے لگا۔

"سر کی تکلیف بتاتی ہے کہ تم نے ہدایت پر عمل کیا ہے۔" وہ اپنے سر کی پشت پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "لیکن میرا علاج اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دس بوتلیں پینے کے بعد بھی اگر چند گھنٹے سونے کو مل جائیں تو پھر نشے کا شائبہ بھی نہیں رہتا۔ غالباً" ہم ڈنکرک میں داخل ہو چکے ہیں۔؟"

"ہاں۔" میں نے بھاری لہجے میں جواب دیا۔

لیکن اس نے میرے لہجے پر توجہ نہیں دی اور اٹھ کھڑا ہوا اسٹیمر بندرگاہ میں لنگر انداز ہو گیا تھا اور مسافروں میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ پھر لوگ نیچے اترنے لگے۔ ڈوڈو اب پوری طرح فارم میں تھا۔ ہم لوگ بھی نیچے اتر آئے اور کسٹم ہاؤس کی طرف چل پڑے۔

"ٹرین میں سوار ہونے سے قبل میں ناشتہ کروں گا۔ جب جیب میں پیسے ہوں تو آدمی بھوکا کیوں مرے۔ آؤ۔" اس نے کہا اور ہم ایک چھوٹے سے ہوٹل کی جانب بڑھ گئے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ٹرین میں آ بیٹھے۔ ڈوڈو پر اب قنوطیت سی طاری ہو گئی تھی۔ عجیب و غریب کردار کا انسان تھا۔ کبھی کچھ، کبھی کچھ بہرحال مجموعی حیثیت سے برا نہیں تھا۔

پیرس کی آب و ہوا مجھ پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ ٹرین نے ڈنکرک کی بندرگاہ چھوڑ دی اور پیرس کے نواح میں دوڑنے لگی۔ میں اب ترلوکا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شاید میری زندگی میں کسی نئے پہلو کا آغاز ہونے والا تھا۔

اور ایک نئے ہنگامی دور کا آغاز

ڈوڈو ---- جینگو ---- اور

---- ترلوکا ----

☆ ☆ ☆

بالآخر ٹرین سینٹ لالہ زار کے اسٹیشن پر جا کھڑی ہوئی۔ بہت ہی خوبصورت اسٹیشن تھا۔ ڈوڈو اپنا مختصر سامان اٹھا کر ٹرین سے نیچے پلیٹ فارم پر اتر آیا اور مسکرا کر مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور میں اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

پلیٹ فارم سے باہر نکل کر ڈوڈو نے میرا شانہ پکڑ لیا اور ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ لمبی سی کار ہمارے نزدیک آکر رک گئی اور ڈرائیور نیچے اتر آیا اور اس نے عقبی دروازہ کھول دیا۔

ڈوڈو نے اپنا مختصر سامان کار میں پھینکا اور اندر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے نزدیک ہی بیٹھ گیا تھا۔

"کہاں چلوں موسیو؟" ٹیکسی ڈرائیور نے فرنچ میں پوچھا۔

"بوئے ڈی بولون" ڈوڈو بھاری لہجے میں بولا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن جھکا کر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

میں اس علاقے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ سڑک کے ساتھ ساتھ دریائے سین بہہ رہا تھا...... بوئے ڈی بولون پہنچ کر میں دنگ رہ گیا۔

"میرے خیال میں یہ علاقہ پیرس کے خوبصورت ترین علاقوں میں شمار ہوتا ہے" میں نے ڈوڈو کی جانب دیکھ کر اس سے سوال کیا۔

"لیس پیکر! بوئے ڈی بولون کا شمار پیرس کے خوبصورت علاقوں میں ہوتا ہے اور میرا خیال ہے دریائے سین نے اس کی خوبصورتی کو مزید بڑھا دیا ہے" ڈوڈو نے جواب دیا اور میں...... بوئے ڈی بولون کے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

پیرس کی یہ نواحی بستی دریائے سین کے خاموش پانی کے ساتھ میلوں دور تک چلی گئی تھی۔ دریا کے کناری چھوٹے چھوٹے رہائشی مکان نظر آ رہے تھے جو انتہائی پرسکون اور حسین سبزہ زاروں میں گھرے ہوئے تھے۔ چند جگہوں پر خوش نظر باغیچوں کے مقابل، پانی میں ہاؤس بوٹ تیر رہے تھے۔ مکانوں اور ہاؤس بوٹوں کا سلسلہ ختم ہوا تو دریا کے کنارے ایک وسیع و سرسبز سیرگاہ دکھائی دی۔

یہ منظر نہایت خوبصورت تھا۔ شاہ بلوط اور بید کے درختوں کی چھاؤں میں چند بوڑھے مچھلی کے شکار میں مصروف تھے۔

سیرگاہ ختم ہونے کے بعد انہی درختوں کے عقب میں ایک خوبصورت عمارت نظر آئی جو دوسری عمارتوں سے الگ تھلگ تھی۔ ٹیکسی اس عمارت کے قریب پہنچ کر رک گئی۔

ڈوڈو نے نیچے اتر کر ٹیکسی ڈرائیور کو ادائیگی کی اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھنے لگا۔ سرخ بجری کی روش سے گزر کر ہم عمارت کے پھاٹک پر پہنچ گئے۔

وہ تمام علاقہ ہمارے دائیں ہاتھ پر تھا۔ بائیں بازو پر پیرس کے متمول لوگوں کے سفید براق مکانوں کی قطاریں تھیں جو فرانسیسی طرز تعمیر کا خوبصورت نمونہ تھیں۔ میں نے بوئے ڈی بولون کا گہری نگاہ سے جائزہ لیا اور ڈوڈو کے ساتھ اس دلکش عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔

اندر داخل ہونے کے بعد ہم عمارت کے بائیں سمت بنے ہوئے اس لمبے ہال کی جانب چل

میں چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان کھڑکیوں کے آگے بارش سے بچاؤ کے لیے ہلکے ہلکے ن نظر آ رہے تھے۔ طرز تعمیر خالص فرانسیسی تھا۔ لیکن انداز کچھ ایسا تھا جیسے فوجی بیرکوں کا ہوتا ہے۔ ڈوڈو مجھے لے کر انہی بیرکوں کی طرف چل پڑا۔ کھڑکیوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے دروازے بھی

ڈوڈو ایک دروازے کے سامنے پہنچا اور اس کا تالا کھولنے لگا اور پھر ہم اندر داخل ہو گئے۔

نفیس فرنیچر سے آراستہ خاصا وسیع کمرہ تھا جس میں باتھ روم اور کچن بھی شامل تھا۔ باہر سے دیکھنے سوس ہوتا تھا کہ عمارت اندر سے اتنی کشادہ نہیں ہوگی لیکن کمرے وسیع تھے اور اس میں ایک ہی بستر

"یہ اپنی عیش گاہ ہے" ڈوڈو نے مسکراتے ہوئے مجھے بتایا۔

"تم یہاں رہتے ہو ڈوڈو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے تمہیں یہ علاقہ کافی پسند آئے گا" ڈوڈو نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے ڈوڈو۔ پسند آئے گا نہیں بلکہ پسند آ چکا ہے" میں نے مسکراتے ئے جواب دیا۔

"تم جانتے ہو پیکر، یہ عمارت کتنے دن میں تعمیر ہوئی تھی؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"صرف چالیس دن میں۔ تقریباً دو ہزار مزدوروں نے جدید ترین مشینوں کے ذریعے یہ عمارت ری تھی کیونکہ اس کی فوری تیاری کا آرڈر جینگو نے دیا تھا"۔

"لیکن اسے اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"جینگو کچھ عرصے تک یہاں قیام کرنا چاہتا تھا" ڈوڈو نے جواب دیا۔

"گویا وہ جس ملک میں یا جس شہر میں قیام کرتا ہے وہاں اپنی ذاتی عمارت تیار کرا لیتا ہے؟"

"ہاں۔ یہ اس کا اصول ہے اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ انہی جگہوں پر رہتا ہے جو اس کی ملکیت ا"۔

"اور وہ ترلوکا کا پیرو ہے؟"

"ہاں۔ زبردست"۔

"لیکن ڈوڈو، تمہارا یہی ازم تو ان سارے لوازمات کی نفی کرتا ہے۔ تم لوگوں کا تو یہ ہے کہ ان کی چھت اور زمین کا بستر موجود ہو تو ہر جگہ عیش گاہ ہوتی ہے"۔

"بالکل ٹھیک، لیکن انسانی قدروں میں جو چیزیں افادیت رکھتی ہیں، اگر انہیں اپنا لیا جائے تو اس میں کی برائی تو نہیں ہے۔ ہمیں معاشرے کے ان افکار کو ذہن میں رکھنا ہوتا ہے جو ہمارے مسلک پر اثر انداز ہوں۔ لیکن اس کے علاوہ جینگو کے ساتھ اس کے اپنے جتنے ساتھی ہیں، جینگو چاہتا ہے کہ وہ عام لوگوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں اس انداز میں شامل نہ ہوں کہ کسی کی کوئی بات ان کو متاثر نہ کر سکے۔ وہ اپنے گروہ کو منفرد رکھتا ہے۔ شام کو وہ تمام ساتھیوں کو اپنے گرد چاہتا ہے اور اپنے طور پر ان کا امتحان بھی لیتا رہتا ہے کہ ان میں کوئی بدکنے والوں میں سے تو نہیں ہے"۔

"گویا جینگو تم لوگوں کی پوری پوری نگہداشت کرتا ہے"۔

"ہاں"۔

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہم ترلوکا کے خادم ہیں اور جینگو کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہمیں کسی طور بھٹکنے نہ دے۔ ایک طرح سے وہ ترلوکا کی تبلیغی مہم پر نکلا ہے۔ اور اس تبلیغ کے لیے جو آدمی ساتھ ہیں' ان کی ذہنی بقا بہت ضروری ہے"۔

"لیکن ڈوڈو' تم تو اس سے کافی دور تھے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"بیٹھو" ڈوڈو نے مسکراتے ہوئے ایک صوفے کی جانب اشارہ کیا اور میں پاؤں پھیلا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"دراصل ان لوگوں پر جو اپنے عقائد میں پختہ ہو جاتے ہیں اور جنہیں ترلوکا کی طرف سے ا... بخش قرار دے دیا جاتا ہے' کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کا کام ترلوکا کے مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ ان پر اعتبار کیا جاتا ہے اور اس اعتبار کے بعد ہی انہیں اتنی آزادی ملتی ہے کہ وہ عوام میں گھل مل جائیں۔ انہیں اپنا ہمنوا بنائیں"۔

"خوب۔ گویا ترلوکا اپنے اس مشن کو ساری دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے؟"

"ہاں۔ اس کا یہی خیال ہے اور وہ پر امید ہے کہ ایک دن دنیا تہذیب کے جھوٹے بندھنوں سے نکل آئے گی۔ اس مشن میں ترلوکا اور اس کے ساتھی جس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا اندازہ تم ہر ملک میں کر سکتے ہو سوائے ان چند ممالک کے جو ان چیزوں سے متاثر نہیں ہوتے"۔

"ان چند ممالک میں کون کون سے ممالک شامل ہیں؟"...... میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اسلامی ممالک" ڈوڈو نے نفرت بھرے انداز میں کہا جیسے وہ ان ممالک سے بے حد بددل ہو۔

لیکن نہ جانے کیوں مجھے ڈوڈو کا یہ نفرت بھرا انداز اچھا نہیں لگا۔ اس کی بات نے میرے اوپر خاص اثر کیا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے مگر ڈوڈو نہیں جانتا تھا کہ میں بھی مسلمان ہوں۔ تاہم میں کسی سے خوفزدہ تھا اور اگر ترلوکا کو اپنے مشن میں کہیں ناکامی ہوئی تھی تو یہ بڑے فخر کی بات تھی کہ وہ میرے ہم مذہب لوگ تھے۔ خوف کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا سرور میرے دل و ذہن پر طاری تھا۔ حالانکہ مجھ جیسے انسان کے لیے مذہب اب کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ میرا نام تو نواز اصغر ضرور تھا لیکن میں مذہب سے بہت دور تھا۔ مذہبی افکار و افعال مجھ سے دور جا چکے تھے اور بظاہر تو اب میں کسی مذہب میں شامل ہی نہ

لیکن نہ جانے کیوں ذہن و دل پر ایک وجد طاری ہو گیا تھا۔

دیر تک میں ڈوڈو سے کوئی بات نہ کر سکا۔ ڈوڈو نے اس دوران چند باتیں کیں لیکن اس کی کوئی بات بھی میری سمجھ میں نہ آئی۔ میرے کانوں میں ایک عجیب سی آواز گونج رہی تھی۔ ذہن کچھ کہہ رہا تھا لیکن اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ نہ جانے کیوں؟ نہ جانے کیوں؟

"شاید تم تھکن محسوس کر رہے ہو پیکر" ڈوڈو نے کہا۔ "جاؤ باتھ روم میں جاؤ اور نہا دھو کر آرام کرو۔ میں تو ابھی تھوڑی دیر تک مصروف رہوں گا۔ ویسے تم یہاں ایک پرسکون زندگی گزار سکتے ہو۔ کسی قسم کا تردد ذہن میں لانے کی ضرورت نہیں"۔

"تمہارا شکریہ ڈوڈو" میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

جب میں باتھ روم سے نکلا تو ڈوڈو اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اسے کچھ کام ہے۔ ویسے اس وقت مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں ایک آرام دہ مسہری پر جا کر لیٹ گیا۔ ابھی لیٹے ہوئے چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ گردن سے لے کر ٹخنوں تک سفید اور سادہ لباس میں ملبوس ایک لڑکی ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ اس کے خوبصورت سنہرے بال نیچے تک پھیلے ہوئے تھے۔

اندر آ کر وہ احتراماً جھکی۔

"آپ کا نام مسٹر پیکر ہے نا؟"

"ہاں" میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کافی لائی ہوں۔ اگر سونا چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی' ورنہ کافی پینے کو دل چاہے تو بنا کر پیش کر دوں"

"شکریہ' پلا دو" میں نے کہا اور وہ مسکرائے بغیر ایک طرف بڑھ گئی۔ اس نے کافی کی ٹرے ایک میز پر رکھی اور ایک سادہ سے پیالے میں کافی بنانے لگی۔ پھر اس نے کافی کا پیالہ ایک جانب رکھ دیا۔ میں اس دوران...... لڑکی کا بغور جائزہ لیتا رہا۔

اس کے انداز میں کوئی اتراہٹ یا کوئی احساس نہیں تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے متاثر ہے۔ یا یہ سوچ رہی ہے کہ کوئی اجنبی اس کمرے میں موجود ہے۔ جب اس نے کافی کا پیالہ لا کر میرے سامنے رکھا تو اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"معاف کیجئے مس" میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"آپ بھی یہیں رہتی ہیں؟"

"ہاں" اس کی سپاٹ آواز ابھری۔

"ترلوکا کے خادموں میں سے ہیں؟"

"ہاں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا نام ہے آپ کا؟"
"نین" اس نے جواب دیا۔
"آپ کے بولنے کا انداز مشینی ہے" میں نے قدرے بے تکلفی اختیار کی۔
"اوہ' نہیں جناب مجھے افسوس ہے کہ آپ کو یہ احساس ہوا۔ میں آپ کا احترام کرتی ہوں"۔
"وہ کیوں؟"
"اس لیے کہ آپ مسٹر جینگو کے مہمان ہیں" اس مرتبہ اس کی آواز میں تھوڑی سی تبدیلی تھی۔
"آپ مسٹر جینگو کا بہت احترام کرتی ہیں؟"
"میں ان کی ایک ادنیٰ خادمہ ہوں"
"صرف خادمہ یا ان کی مرید بھی؟"
"یہاں کوئی ایسا شخص نہیں رہتا جو مسٹر جینگو کا مرید نہ ہو یا کم از کم ان کے خیالات سے متفق نہ ہو"۔
"لیکن میں تو ذرا مختلف ہوں" میں نے کہا اور وہ نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔
"میں سمجھی نہیں جناب؟"
"مقصد یہ کہ میری تو ابھی مسٹر جینگو سے ملاقات بھی نہیں ہوئی"
"ایسے لوگوں کا ایک مخصوص شعبہ ہے"۔
"کیا مطلب؟" اب چونکنے کی باری میری تھی"۔
"جی ہاں۔ آپ یہاں تنہا نہیں آسکتے تھے۔ یقیناً" آپ کو ہمارا کوئی نمائندہ لے کر آیا ہوگا۔ اور اگر ہمارا نمائندہ آپ کو یا کسی بھی ایسے شخص کو جو یہاں کے ماحول سے اجنبی ہو لے کر آتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ یا وہ شخص جو یہاں تک پہنچا ہے' اپنے اندر مسٹر جینگو سے متاثر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہمارے عقائد پر چل سکتا ہے"۔
"ہوں اور تم ان تمام لوگوں کا احترام کرتی ہو' جو تمہارے مسلک سے متفق ہوں"۔
"بے شک' اپنے مسلک سے کسے محبت نہیں ہوتی۔ میں بھی اپنے عقائد اور اپنے مسلک کی پجارن ہوں۔ مسٹر جینگو کی ایک ادنیٰ کنیز۔ جو شخص ہمارے مسلک میں شامل ہونے والا ہو وہ بھی ہمارے لیے قابل احترام ہے"۔
بڑا ہی شائستہ انداز تھا اس کا۔ اور لہجے میں نرمی اور مٹھاس تھی۔ میں نے اس کے بولنے کے انداز کو پسند کیا اور اس سے کہا:
"مس نین' اگر آپ پسند کریں تو براہ مہربانی تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں"۔
"کوئی حرج نہیں ہے جناب' ویسے آپ مسٹر ڈوڈو کے مہمان ہیں شاید؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں وہی مجھے یہاں تک لائے ہیں"۔
"ٹھیک ہے مسٹر ڈوڈو غالباً" باس کو کوئی رپورٹ دینے گئے ہوں گے جب تک وہ تشریف نہیں لے آتے' میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں"۔
"شکریہ۔ تو پھر بیٹھ جایئے۔ میں مسٹر جینگو اور عظیم ترلوکا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔
"ضرور ضرور۔ ہمارے لیے یہ پسندیدہ ترین موضوع ہوتا ہے" نین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"آپ ترلوکا کے خاص منتظمین میں شامل ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ کیا آپ اس کی تعلیمات سے مکمل طور پر متفق ہیں؟"
"جی ہاں۔ مکمل طور پر متفق ہوں"۔
"آپ کے عقائد اور آپ کا مسلک کیا ہے؟"
"دیکھیے جناب میں مقرر نہیں ہوں جو اپنے عقائد اور مسلک بہتر انداز میں پیش کر سکوں...... میں بہت زیادہ تفصیل میں تو نہیں جا سکتی۔ البتہ چند بنیادی باتوں سے آپ کو ضرور آگاہ کر دوں گی" نین نے کہا اور ایک گہری سانس لی۔
"جی ہاں ضرور۔ میں بھی ترلوکا کے متعلق بنیادی باتیں ہی جاننا چاہتا ہوں" میں نے کہا اور وہ شروع ہو گئی۔
"مذہب' تہذیب' تمدن' اخلاقیات' معاشرتی بوجھ اور اقتصادی مسائل۔ یہ سب انسانیت کے دشمنوں نے انسانوں کے لیے ایک بوجھ بنا کر نازل کیے ہیں۔ کمزور انسان اس وزنی بوجھ کو اٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔ بس ترلوکا کا یہی کہنا ہے کہ تہذیب و تمدن اور اخلاقیات کے تمام پھندوں کو یکسر کاٹ دیا جائے۔ ہر انسان اپنے طور پر زندہ رہے اور اپنے ان سانسوں کو پورا کرے جو اسے زبردستی دیئے گئے ہیں" نین نے کہا اور میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ جس پر فخر و انبساط کی لہریں پھیلی ہوئی تھیں۔
پہلے بھی میں کئی بار ان لوگوں کے عقائد سن چکا تھا۔ ترلوکا کے بے شمار مریدین میرے سامنے آئے تھے میں ان کے عقائد سے ناواقف نہیں تھا لیکن میرا ذہن انہیں قبول نہیں کرتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ میرے پاس بھی کچھ دلائل تھے مگر میں نے بہتر یہی سمجھا کہ وہ دلائل اس لڑکی کو نہ بتائے جائیں جو کسی اور کی زبان بول رہی ہے اور خود اپنے طور پر محض بنیادی باتوں ہی کو سمجھ سکتی ہے۔ میں پر خیال انداز میں گردن ہلاتا رہا اور لڑکی پر اشتیاق نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔
"آپ کا کیا خیال ہے؟" چند ساعت کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا۔
"میں نہیں سمجھا' نین"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا میری یہ مختصر سی گفتگو جس میں کوئی ادبیت' کوئی علمیت نہیں ہے اور جس میں کوئی الکہ نہیں ہے جو دوسروں کو متاثر کر سکے' کسی طور آپ کے ذہن تک پہنچتی ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ عقائد کی ایک زبان ہوتی ہے۔ ہر مسلک کسی دوسرے مسلک سے جدا حیثیت رکھتا ہے۔ تم نے عقائد کی زبان میں مجھ سے بات کی ہے۔ میرے پاس بھی کچھ سوالات ہیں لیکن خیال ہے تم اپنے عقائد کو ذہن میں رکھ کر میرے سوالات کا جواب دینے سے پہلو تہی کرو گی۔ اس لیے میں اپنے طور پر مطمئن ہونا چاہتا ہوں اس کے بعد میں اس سلسلے میں بہتر طور سے سوچ سکوں گا"۔

یقیناً" یقیناً" ترلوکا ہی کی ہدایت پر جینگو اس مہم پر نکلے ہیں۔ اور آپ بھی مسٹر جینگو سے مل کر خوش ہوں گے۔ اگر وہ آپ کو مطمئن کر سکے تو ٹھیک ہے اور اگر آپ کو وہ مطمئن نہ کر پائے تو آپ کو وقت بھی اس بات کی کھلی آزادی ہوگی کہ آپ جو عقائد چاہیں اختیار کریں۔ صرف اتنا ضرور ہو گا کہ اس بعد آپ ہمارے مہمان نہیں رہیں گے" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

صورت حال خاصی حد تک میری سمجھ میں آ چکی تھی۔ خوشی اس بات کی تھی کہ ایک دلچ مشغلہ میرے ہاتھ میں آگیا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر نین نے مجھ سے اجازت مانگی۔

"آپ حکم دیں تو تھوڑی دیر کے بعد پھر آ جاؤں۔ لیکن اگر اس دوران مسٹر ڈوڈو آ گئے تو مجھ پر حکم اور وعدے کا ایفا ضروری نہیں ہو گا"۔

نین کے جانے کے بعد میں نے اس کی باتوں پر غور کیا۔ کوئی نئی بات میرے علم میں نہیں آئی ساری باتیں میں پہلے بھی سن چکا تھا اور نہ پہلے سے متفق تھا اور نہ اب۔

لیکن اس وقت جب میں اپنے سارے مشاغل ترک کر چکا تھا اور اپنا سارا کاروبار اور اپنی چھوڑ آیا تھا تو زندہ رہنے کے لیے کوئی نہ کوئی مشغلہ تو درکار تھا۔ جو کچھ ڈوڈو نے کہا یا جو کچھ نین کہ اسے سوچ کر یہ بات میرے ذہن میں ابھرنے لگی کہ میں ترلوکا کے عقائد کے بارے میں اور چھان بین اور دیکھوں کہ ترلوکا نے اپنے عقائد کی تعلیمات کا جو جال پھیلایا ہے' اس کے پیچھے کون سا جذبہ کارفرما اور وہ کیا چاہتا ہے۔

بڑا مشکل محسوس ہوتا تھا جبکہ مذہبی طور پر میں اس بات کا قائل تھا کہ مذہبی تعلیم دینے والا آخری انسان آ چکا ہے اور اس کے بعد کوئی دوسرا شخص اس سے بہتر تعلیم لے کر اس دنیا میں کبھی نہ گا۔ میں مذہبی معاملات سے بہت دور' ایک پست اور ادنیٰ انسان تھا لیکن میرے عقیدے میں کبھی کوئی نہیں آئی تھی۔ اور نہ آنے کا امکان تھا۔

تو پھر کیوں نہ اس ترلوکا ہی کو دیکھ لیا جائے کہ کتنے پانی میں ہے اور کیا کچھ رکھتا ہے اپنے پاس" دیر تک میں اس سلسلے میں سوچتا رہا۔ ڈوڈو کے وہ الفاظ مجھے جب بھی یاد آتے میری روح

رور ساطاری ہو جاتا۔

میرا مذہب کتنا پختہ' کتنا سچا تھا کہ بھکانے والے جو پوری دنیا کو اپنے جال میں پھانستے پھر رہے تھے' ہاں سے ناکام لوٹے تھے بلکہ یہ کہا جائے کہ وہاں تک پہنچ ہی نہ سکے تھے تو غلط نہیں ہو گا اور یہ کتنا دلکش اور جانفزا تصور تھا۔

پھر نین تو واپس نہ آئی' البتہ ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے دیو ہیکل ڈوڈو میرے سامنے آ کھڑا ہوا"۔

"میرے عزیز دوست پیکر! میری غیر موجودگی میں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ مجھے احساس ہے کہ اس دوران تم خوش و خرم نہ رہ سکے ہو گے۔ تنہائی زیادہ اچھی نہیں ہوتی۔ لیکن اس دوران تمہیں سوچنے سمجھنے کا موقع ضرور ملا ہو گا۔ رہی میری غیر موجودگی کی بات تو میں بے مقصد نہیں گیا تھا۔ مجھے اپنی آمد کی رپورٹ دینی تھی اور تمہارا رجسٹریشن بھی کرانا تھا"۔

"کیسا رجسٹریشن؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہم نے تمہیں اپنے مخصوص مہمانوں میں شامل کر لیا ہے اور تمہاری خدمت کی تمام تر ذمہ داریاں مسٹر جینگو پر آ پڑی ہیں"۔

"تم نے تو کہا تھا کہ...... جینگو اسی عمارت میں رہتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بے شک' میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ لیکن وہ اکثر اپنے مشن پر باہر ہی رہتے ہیں"۔

"مشن؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ مسٹر جینگو کا ایک مخصوص مشن ہے۔ اس کے بارے میں تمہیں تفصیل سے پھر کبھی بتاؤں گا"۔

"لیکن وہ اپنے مشن کا پرچار کس طرح کرتا ہے؟"

"ایک ایسے عام انسان کی حیثیت سے جو دوسروں کی پسندیدہ شخصیت میں شمار ہوتا ہے"۔

"کیا میں دیکھ سکتا ہوں ڈوڈو کہ مسٹر جینگو کس طرح اپنی تعلیمات کا پرچار کرتے ہیں؟"

"اپنی نہیں' ترلوکا کی تعلیمات کا" ڈوڈو نے تصحیح کی۔

"میرا مقصد یہی ہے"۔

"ضرور دکھاؤں گا بلکہ تھوڑی دیر کے بعد میرا یہی پروگرام ہے۔ میں تمہیں پیرس کے مختلف حصوں کی سیر بھی کراؤں گا۔ اپنے کہنے کے مطابق تم پہلی مرتبہ پیرس آئے ہو اور تمہارا یہاں کا قیام طویل ہے۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ تم پیرس سے تھوڑی بہت واقفیت حاصل کر لو"۔

"شکریہ ڈوڈو" میں نے جواب دیا۔

ڈوڈو مسکرانے لگا پھر بولا "ارے ہاں تم نے کچھ کھایا پیا؟"

"ہاں' تمہاری ایک خادمہ میرے لیے کافی لائی تھی"۔

"مزید ضرورت محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں"۔

"تب ٹھیک ہے تیار ہو جاؤ' تھوڑی دیر کے بعد ہم یہاں سے چلیں گے" ڈوڈو نے کہا اور میں گردن ہلا دی۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد میں اور ڈوڈو ایک خوبصورت کھلی کار میں پیرس کی سڑکوں پر نکل آئے حسین پیرس میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس شہر کے بارے میں اس سے پہلے بہت کچھ پڑھ تھا۔ یہاں کی تاریخ بھی نہ جانے کس طرح ذہن میں رہ گئی تھی۔ پیرس کا شمار پورے یورپ کے حسین ہی نہیں بلکہ قدیم ترین شہروں میں بھی ہوتا تھا۔

دیر تک میں پیرس کی تاریخ اپنے ذہن میں دہراتا رہا۔ پھر ڈوڈو نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تو وہ مسکراتا ہوا بولا:

"تم نے چونکہ پہلی بار پیرس دیکھا ہے اس لیے ہم جس اہم مقام سے گزریں گے' میں تمہیں کے بارے میں بتاؤں گا"

"ضرور ڈوڈو ضرور" میں نے اخلاقاً" کہا۔ حالانکہ میرا دل قطعی نہیں چاہ رہا تھا کہ ڈوڈو کے تصورات سے دور کرے جو میرے ذہن میں آ رہے تھے۔

"لیکن میں ڈوڈو کی میزبانی کے فرائض کی انجام دہی میں بھی حارج نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس اخلاقاً" ڈوڈو کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"چند لمحوں کے بعد ہم پیرس کی ایک خوبصورت ترین سڑک شانزے لیزے پر پہنچ گئے۔ وہ کی خوبصورت ترین سڑک تھی۔ شہر کے مرکز میں نپولین کی فتوحات کی یاد میں تعمیر کردہ "فتح کی محرا تھی۔ جس کے عین نیچے ایک گمنام سپاہی کی قبر پر ابدی شعلہ روشن تھا۔ وہ سپاہی ان تمام فرانسیسی سپاہیوں نمائندگی کرتا تھا جنہوں نے ملک و ملت کے لیے جانیں نثار کیں۔

اس محراب سے بارہ خوبصورت اور کشادہ سڑکیں نکل کر پیرس کے سینے پر پھیل گئی تھیں ا سڑکوں میں ایک کا نام ------ شانزے لیزے تھا۔

کار ہلکی رفتار میں شانزے سے گزرتی رہی اور پھر ڈوڈو کے بتانے کے مطابق مومارت کے میں داخل ہو گئی۔ چھوٹی چھوٹی گلیوں کا علاقہ مومارت' پھر کلیسائے سیکرے کرل جہاں مصوروں کا ایک لگا ہوا تھا۔ وہ مصور سیاحوں کی تصاویر بنا کر ان سے رقومات وصول کرتے تھے۔

"ڈوڈو" کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔ وہ مجھے ان تمام چیزوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"ڈوڈو!" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "شاید تم یہ بھول گئے ہو کہ مجھے مسٹر زیارت کرانے کے لیے نکلے تھے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں واقعی ------ واقعی" ڈوڈو جیسے چونک پڑا۔ پھر آہستہ سے بولا "لیکن میں بھولا تو نہیں ہوں"۔

"کیا مطلب؟"

"مسٹر جینگو اس وقت تبلیغی مہم پر ہوں گے"۔

"میں سمجھا نہیں"

"ہاں۔ ان کا یہی معمول ہے۔ تم ان کے بارے میں سب کچھ جان کر حیران رہ جاؤ گے۔ ایک ایسا شخص جو اپنے اندر نہ جانے کون کون سی وسعتیں چھپائے رکھتا ہے۔ ایک عام انسان کی حیثیت سے سڑکوں پر مارا مارا پھرتا ہے اور وہ لوگ جو جھوٹی تہذیب و تمدن سے اکتا گئے ہوں' اس کے ہمنوا بن جاتے ہیں۔ جینگو انہیں نجات کا راستہ بتاتا ہے اور جو لوگ نروان کی تلاش میں ہوتے ہیں' جینگو ان متلاشیوں کو ترلوکا کا پروکار بنا دیتا ہے"۔

"خوب" میں نے بے خیالی میں گردن ہلائی۔ میں ان لوگوں کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے..... سوچ رہا تھا۔ ان کے کام کرنے کا انداز خاصا منجھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک سڑک سے گزرتے ہوئے اچانک ڈوڈو نے کار کو بریک لگائے اور اسے سڑک کے ایک سمت کھڑا کر دیا۔ میری نگاہیں بائیں سمت میں بھٹک رہی تھیں جہاں بے شمار لوگوں کا مجمع لگا ہوا تھا۔ ان میں عورتیں' جوان اور بوڑھے سبھی لوگ شامل تھے۔

پتہ نہیں چل رہا تھا کہ مجمع کے درمیان کیا ہو رہا ہے لیکن شاید ڈوڈو اس قسم کے اجتماعات کو پہچانتا تھا۔ چنانچہ اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے بولا:

"تمہیں موسیقی کی دلچسپ تانیں سنائی دے رہی ہیں؟"

"کیا مطلب؟"

"آہ مسٹر جینگو تاروں کے شہنشاہ ہیں۔ ان کے گٹار کے تار روح کو جکڑ لیتے ہیں اور انسان اپنی ہر سوچ سے عاری ہو جاتا ہے۔ پھر جب ان کی آواز فضا میں گونجتی ہے تو جو کچھ ان کے منہ سے نکلتا ہے' اس کا تعلق براہ راست روح سے ہوتا ہے۔ اس طرح لوگ ان کا پیغام بہت غور سے سنتے ہیں"۔

"کیا یہ مجمع جینگو ہی نے لگایا ہے؟"

"ہاں"۔

"تم نے کیسے پہچان لیا؟"

"اس کے تاروں کے سر ہم میں سے ہر ایک کی روح کی گہرائیوں میں اترے ہوئے ہیں۔ آؤ ذرا دیکھو" ڈوڈو نے کہا اور میں کار سے اتر کر اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

کاکورو چوک کے درمیان برہنہ عورتوں کے مجسموں کے سروں پر آویزاں فواروں سے پانی اچھل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔ چوک کے دوسری جانب سکندر سوئم کا مشہور پل تھا۔ وہاں سے وہ سڑک دریا کے کنارے جاتی اور اس کے اختتام پر سیڑھیاں پانی میں اتر جاتی تھیں۔ بلاشبہ حسین ترین علاقہ تھا۔

میں اور ڈوڈو اس مجمع کے قریب پہنچے' جس کے درمیان سے موسیقی کی تانیں ابھر رہی تھیں۔ ان تانوں میں گانے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ انتہائی بے ڈھنگی اور بے تکی آوازیں جو میرے لیے ناقابل فہم تھیں لیکن میں نے دیکھا کہ تفریح پسند فرانسیسی ان آوازوں پر سر دھن رہے تھے۔ لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔ اس مجمع میں جتنے افراد تھے' سبھی کسی نہ کسی طرح تھرک رہے تھے اور مجمع کے درمیان ایک لمبا تڑنگا' داڑھی والا آدمی جھوم جھوم کر گٹار بجا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ قریب کھڑے ہوئے افراد سے اس طرح بے خبر نظر آ رہا تھا جیسے اسے وہاں کسی کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

میں نے اس کے گانے پر سر دھننے والوں کا والہانہ پن دیکھا اور متعجب رہ گیا۔

عجیب و غریب لوگ تھے۔ حالانکہ نہ گانا میری سمجھ میں آ رہا تھا اور نہ گٹار کوئی ایسا نغمہ بکھیر رہا تھا جو بہت ہی خوبصورت ہو یا ذہنوں کو متاثر کرتا ہو۔ بس ایک تیز دھن تھی اور اس میں اس شخص کی بے ... آوازیں شامل تھیں لیکن آدمی اچھی شخصیت کا تھا۔

اس نے معمولی سا لباس پہنا ہوا تھا۔ لیکن اس کے بدن پر وہ معمولی سا لباس خاصا جچ رہا تھا۔ دیر تک وہ جھوم جھوم کر گٹار بجاتا رہا پھر آہستہ آہستہ گٹار کے سر مدھم پڑ گئے تھے۔ تھرکنے والوں کے بدن' ساکت ہوتے جا رہے تھے۔ چند ساعت کے بعد وہاں خاموشی چھا گئی۔

تب لڑکیوں کی سریلی چیخیں سنائی دیں اور وہ دوڑ دوڑ کر اس سے لپٹنے لگیں۔ وہ احتراماً" اس کے گالوں کے چٹاخ چٹاخ بوسے لے رہی تھیں اور داڑھی والا شخص خاصا بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اسی اثنا میں دس بارہ ہٹے کٹے آدمی آگے بڑھے اور پیچھے سے ان لڑکیوں کو بڑی بے دردی سے گھسیٹ کر اس سے ... کرنے لگے۔ وہ شخص تیزی سے آگے بڑھا اور ایک مجسمے کے پیروں کے نزدیک بنے ہوئے چبوترے پر ... گیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور میں نے اس کی شخصیت میں ایک بہت ہی انوکھی خصوصیت محسوس کی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے برقی رو نکل کر پورے مجمع پر سحر طاری کر رہی ہو۔ ذہن خواہ مخواہ اس کی جانب راغب ہوتا تھا پھر اس کی گونج دار آواز ابھری۔

رقص و موسیقی کے متوالو! میں زندگی ہوں اور زندگی ہر بوجھ سے آزاد ہے۔ اپنے ذہنوں کو دنیا کے ہر تردد سے نکال لو۔ ماحول کے الجھے دھاگے تمہارے لیے نہیں ہیں۔ ان دھاگوں کو توڑتے ہوئے نکل آؤ۔ یہ دھاگے تہذیب کی بناوٹ ہیں۔ تم آزاد ہو لیکن کمزور اور بے بس کیڑوں کی طرح زندہ ہو۔ اپنی آزادی بناوٹی تہذیب کے دھاگوں میں نہ الجھاؤ۔ تہذیب جو ایک مکڑی ہے' اور اس کے تانے بانے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ تم اپنی بلند پرواز کو ان تانوں بانوں میں گم کر کے خود سے کیوں بے گانہ ہو گئے ہو؟"

ایک ہی آواز تھی' ایک ہی نعرہ تھا۔ اس سے پہلے بھی میں ان کی یہ بکواس سن چکا تھا۔ حالانکہ

باتیں میرے ذہن میں آتی تھیں لیکن اس وقت ان باتوں کو دہرانے کا موقع نہیں تھا۔ میں خاموشی سے ...رہا اور جینگو نے دوبارہ اپنی گٹار کے تار چھیڑ دیے۔ پھر ایک جادو بھرا نغمہ فضا میں گونج اٹھا۔ بلاشبہ یہ نغمہ ...کی طرح بے ہنگم نہیں تھا بلکہ اس کے اندر ایک عجیب سی دلکشی تھی۔ وہ سب دیوانہ وار ناچنے لگے۔

قرب و جوار میں فرانسیسی پولیس کے سپاہی آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے چہروں پر بیزاری کے ...تھے۔ غالباً" وہ ہپیوں سے متنفر تھے۔ لیکن بے چارے مجبور تھے' کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ خاموشی ...کھڑے ان لوگوں کی ہنگامہ آرائی دیکھتے رہے۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی پٹڑی سے نیچے اترنے کی ...شش کرتا تو شاید وہ ڈنڈا بازی سے باز نہ رہتے۔ دیر تک یہ ہو ہا کا ہنگامہ جاری رہا اور پھر جینگو اس چبوترے ...نیچے اتر آیا۔

ایک بار پھر لوگ اس کی جانب لپکے تھے لیکن اس کے ہٹے کٹے ساتھیوں نے ان پر قابو پا لیا۔ وہ ...بناتا ہوا اپنی کار کی جانب بڑھ گیا۔

میں نے ڈوڈو کی جانب دیکھا۔ ڈوڈو کے ہونٹوں پر عقیدت بھری مسکراہٹ تھی۔

"تم نے دیکھا' تم نے دیکھا انسانیت کے محسن کو؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"یہ ہمارا جینگو ہے" اس کے انداز میں بڑی اپنائیت تھی۔ میں نے اس انداز کو محسوس کیا۔ ...طے کر چکا تھا کہ اس سے انحراف نہیں کروں گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اب ترلوکا کو قریب سے پڑھنا ...میری زندگی کا کوئی خاص مقصد تو تھا نہیں' بس ایک مخصوص ڈگر پر چل رہی تھی اور میں اس ڈگر ...سے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ زندگی میں اب کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ کیوں نہ ...کو دیکھ لیا جائے۔ اس کے علاوہ جو کچھ جینگو نے کہا تھا' یا جو کچھ جینگو نے مجھے بتایا تھا' مجھے اس سے مزید اختلاف تھا اور دل چاہتا تھا کہ ان سارے ہنگاموں کو چھوڑ کر اس سلسلے میں کچھ کہوں۔ اس بات ...ضرورت سے زیادہ ذہنی طور پر متاثر کیا تھا جو ڈوڈو نے مجھے بتائی تھی۔ یعنی یہ کہ وہ ممالک ان لوگوں ...ن سے مکمل طور پر آزاد تھے اور ان لوگوں کے چکر میں نہیں آئے تھے جہاں ہمارے سچے مذہب کی ...تھی اور وہ بات میرے ذہن میں کچھ اس طرح جم گئی تھی کہ میں اسے نکال نہیں سکتا تھا۔

"آؤ" ڈوڈو نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی کار کی طرف لے جاتے ہوئے کہا اور میں تھکے تھکے سے انداز ...کے ساتھ چل پڑا۔

"کیا خیال ہے تمہارا مسٹر جینگو کے بارے میں؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا ڈوڈو۔ تم اس سے عقیدت رکھتے ہو اور میں بھی اسے نزدیک سے دیکھنے کا ...مند ہوں" میں نے جواب دیا اور ڈوڈو خاموش ہو گیا۔ کار واپس چل پڑی تھی اور پھر تھوڑی دیر کے ...ڈ' بولون کے حسین علاقے میں پہنچ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈوڈو مجھے لے کر اپنے بیرک میں پہنچ گیا۔ شام ہو گئی اور پھر نہ جانے کہاں سے لوگ آ
میں آنے لگے۔ یہ پیرس کے معزز طبقے کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تھے۔ ایک سے ایک فیشن ایبل ایک سے ایک حسین عمدہ لباسوں میں ملبوس۔ ان کی کاریں عمارت کے مخصوص حصے میں کھڑی تھیں۔

میں نے انہیں ایک لان پر جمع ہوتے دیکھا۔ ڈوڈو اس وقت میرے پاس موجود نہیں… موجود لوگ کچھ مخصوص مصروفیات میں...... گم تھے۔ اچھی گہما گہمی تھی اور میں بیرک کی کھڑکی سے مناظر کو دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈوڈو مسکراتا ہوا آ گیا۔

"پیرس کیسا لگا؟" اس نے پوچھا

"میرا خیال ہے تم نے سارے پیرس کا حسن یہاں جمع کر لیا ہے"۔

"اوہ نہیں۔ یہ تو صرف لاکھواں حصہ ہے۔ جینگو کی متعدد درس گاہیں پیرس میں پھیلی ہوئی

"درس گاہیں؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں جہاں وہ ترلوکا کی تعلیمات کا درس دیتا ہے"۔

"اوہ۔ تو یہاں اور بھی عمارتیں ہیں؟"

"ہاں کئی عمارتیں"۔

"لیکن وہ وہاں کب جاتا ہے؟"

"دن مقرر ہیں۔ تمام درس گاہوں میں مقررہ اوقات اور مقررہ دنوں میں درس ہوتا یہاں بھی درس حاصل کرنے آتے ہیں"۔

"خوب۔ لیکن تمہارا ذریعہ پبلسٹی کیا ہے؟"

"وہ آواز جو ایک بار روح سے ٹکرا جائے ہمیشہ روح میں زندہ رہتی ہے۔ جینگو سڑکوں ہے۔ وہ آوارہ انسانوں کی مانند پھرتا ہے اور اپنی آواز لوگوں کی روحوں کو سناتا ہے۔ بس اسے سمجھنے کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتے ہیں"۔

"کمال ہے" میں نے گردن ہلائی۔

"ابھی تم نے کچھ نہیں دیکھا پیکر۔ آگے دیکھو کیا کیا ہے۔ عظیم ترلوکا کا مشن ایک دن لے گی۔ وہ انسانیت کا ہمدرد ہے"۔

دل تو چاہا کہ اس انسانیت کی دھجیاں اڑا دوں اور جینگو کو درست کر دوں لیکن مصلحتاً خا لان پورا بھر چکا تھا۔ حالانکہ وہ نوجوانی کی عمر کے شوخ و سنگ لڑکے لڑکیاں تھے لیکن ضبط کے ساتھ بیٹھے تھے، کوئی آواز نہیں تھی۔

"اگر تم چاہو تو خود بھی ان میں شریک ہو سکتے ہو" ڈوڈو نے کہا۔

"کسی کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"ہمارے ہاں لفظ اعتراض کا وجود نہیں ہے"۔

"پھر میں نے اس سے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔

"میں اب جاؤں گا۔ انتظامی امور کی ذمہ داریوں میں کچھ حصہ مجھے بھی ادا کرنا ہے"۔

"ٹھیک ہے ڈوڈو" میں نے جواب دیا۔ اور ڈوڈو چلا گیا۔

میں مختصر سی تیاریوں کے بعد باہر نکلا اور اس لان کی طرف چل پڑا جہاں وہ سب جمع تھے۔ بے شمار لڑکیاں تھیں اور بے شمار لڑکے۔ اپنے لباسوں سے صاحب حیثیت معلوم ہوتے تھے۔ کوئی میری طرف متوجہ نہیں ہوا۔ سب اپنی دھن میں مست خاموش بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

میرے نزدیک ہی دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دونوں گردنیں جھکائے خاموش تھیں اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ روحانی طور پر بھی جینگو سے متاثر ہوں۔ ڈوڈو اور دوسرے لوگ انتظامی امور میں مصروف تھے اور لان پر بیٹھے لوگ انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اکتاہٹ سی محسوس کی اور قریب بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف جھک کر بولا:

"ایکسکیوز می مس"۔

لڑکی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات نظر آئے۔

"معاف کیجئے دوسرے لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہیں۔ ہم شناسا تو نہیں ہیں لیکن گفتگو کر سکتے ہیں"۔

"ضرور جناب" لڑکی کی آواز میں کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔

"ابتداء تعارف سے ہو جائے"۔

"میرا نام کیشتو ہے" لڑکی نے جواب دیا۔

"شکریہ، مجھے پیکر کہتے ہیں۔ ویسے مس کیشتو، کیا آپ بھی ترلوکا کی مرید ہیں؟"

"نہیں، لیکن میں اس کی تعلیمات سے متاثر ہوں۔ اور باقاعدہ جینگو سے متفق ہونا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کے افکار بہت پسند ہیں"۔

"اور اس کا فن؟"

"وہ بھی لاجواب ہے"۔

"آپ یہاں درس لینے آئی ہیں؟"

"ہاں۔ اس کے افکار دلوں کو روشن کرتے ہیں۔ جینگو ایک انوکھی کشش کا مالک ہے اور یہاں جتنے لوگ تمہیں نظر آ رہے ہیں سب اس کے پرستار ہیں۔ ارے ہاں یہ کہنے کی ضرورت بھی کیا ہے کیا تم اس کے پرستاروں میں نہیں ہو؟"

"میں آج ہی یہاں آیا ہوں اور بدقسمتی سے اس سے میری ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی"۔

"اوہ۔ تم اس کے کسی رکن سے ملے تھے؟"

"ہاں"۔

"کس سے؟" لڑکی نے دلچسپی سے پوچھا۔ اس کے انداز سے اجنبیت رخصت ہوتی جارہی تھی۔

"اس کا نام ڈوڈو ہے"۔

"میں جانتی ہوں وہ پہاڑ نا؟"

"ہاں"۔

"تم دیکھو کیسے کیسے لوگ اس کے پیروکار ہیں۔ پھر جس کا وہ پیروکار ہوگا' وہ کیا چیز ہوگا؟"

"ترلوکا کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں"۔

"تم ان لوگوں کی کون سی بات سے متاثر ہو؟"

"تم خود سوچو مسٹر پیکر' کیا زندگی کے کسی لمحے میں تمہیں اپنے آپ سے ہمدردی نہیں محسوس ہوتی۔ ہم کتنے مختصر وقت کے لیے اس دنیا میں آئے ہیں لیکن ہماری روح پر کتنے بوجھ ہیں۔ کیا ہم ان کو اٹھائے اٹھائے پھرنے میں فرحت محسوس کرتے ہیں؟"

"ٹھیک ہے' واقعی انسان تو بڑی کمزور ہستی ہے"۔

"جینگو روح کا سراغ پا گیا ہے۔ مگر وہ صرف دوست روحوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ابھی ابھی چند دن کی بات ہے' اس نے ایک انوکھا کارنامہ دکھایا"۔

"کیا؟"

"تم اس لڑکی کو دیکھ رہے ہو نا۔ وہ جو نیلی شال اوڑھے ہوئے ہے اور گرے کلر کے سوٹ والے نوجوان کے پاس بیٹھی ہے"۔

"ہاں" میں نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"لڑکی کا نام دیستاں ہے اور نوجوان کا نام بیکر ہے۔ فرانس کا متمول ترین آدمی ہے اور وہ لڑکی اس کے ایک اسٹور میں سیلز گرل تھی"۔

"تھی سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اب وہ اس کے اسٹور میں سیلز گرل نہیں ہے"۔

"پھر؟"

"اب وہ اس کی بیوی ہے" کیشتو مسکراتی ہوئی بولی۔

"اوہ۔ لیکن اس میں جینگو کا کیا کمال ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہے" اس نے زور دے کر کہا۔

"کس طرح' مجھے بتاؤ" میں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس نے پرلطف انداز میں کہا:

"مسٹر بیکر کے اتنے اسٹورز اور دوسرے کاروبار پھیلے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے اسٹاف کو پہچانتے بھی نہیں ہیں۔ ظاہر ہے ان کے منیجر وغیرہ ملازموں کے نگران ہوں گے"۔

"ہاں ظاہر ہے" میں نے گردن ہلائی۔ لڑکی کے گفتگو کرنے کا انداز مجھے پسند آیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے سارے خدوخال بولتے تھے۔

"لیکن مسٹر بیکر' جینگو کو پسند کر بیٹھے اور ترلوکا کی تعلیمات میں شریک ہونے لگے۔ چالاک لڑکی کو بھی معلوم ہوگیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی جینگو کو پسند کرنے والوں میں شامل ہوگئی اور مسٹر بیکر کے ساتھ ان محافل میں شریک ہونے لگی اور پھر ایک دن اس نے مسٹر بیکر سے دل کا مدعا کہہ ڈالا۔ مسٹر بیکر حیران رہ گئے۔ انہیں تو معلوم بھی نہیں تھا کہ وہ ان کے اسٹورز کی سیلز گرل ہے۔ چنانچہ انہوں نے لڑکی سے معذرت کرلی۔ پھر ایک دن ترلوکا کی تعلیمات جاری تھیں کہ ایک انوکھا سوال پوچھا گیا"۔

"خوب" میں نے پہلو بدلا۔

"جینگو کہہ رہا تھا' مجھے اس کے الفاظ آج بھی یاد ہیں" کیشتو خواہ مخواہ اس چھوٹے سے واقعے کو تفصیل سے سنا رہی تھی۔ لیکن مجھے بھی کوئی اور کام نہیں تھا' اس لیے میں بور نہیں ہو رہا تھا۔

"انسان ایک دوسرے کا سہارا نہیں بن سکتا کیونکہ وہ خود اپنا سہارا نہیں ہے۔ دولت بھی انسانوں کی ایک روایت ہے' ورنہ جس وقت تہذیب نہیں تھی' لوگ جنگل میں رہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ زندہ تھے۔ اپنی مرضی کے مالک تھے اور اپنی ہر آرزو صرف اپنی مرضی سے پوری کرتے تھے لیکن دولت نے ایک کو حاکم اور ایک کو محکوم بنا دیا۔ تہذیب کی اس روایت نے انسانوں سے ان کی مرضی چھین لی اس لیے ہمیں اس ماحول میں زندہ رہ کر بھی دولت کا غلام نہیں بننا چاہیے"۔

"تو کیا مسٹر جینگو! اس دور کا انسان اپنی مرضی کا مالک بھی نہیں بن سکتا؟" کسی نے سوال کیا۔

"بن سکتا ہے۔ اگر وہ دولت کی غلامی کو ترک کر دے"۔

"کیا ترلوکا کے پیروکار اس کی تعلیمات کے سہارے اس چیز کو بھلا سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں۔ اگر وہ ترلوکا سے مخلص ہیں"۔

"کیا آپ کسی کے خلوص کا جائزہ لیں گے مسٹر جینگو" اس بار کھڑی ہونے والی لڑکی دیستاں تھی۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو لڑکی؟"

"ترلوکا کی تعلیمات انسان کو تہذیب و ثقافت کے ورثے کو ترک کرنے کا درس دیتی ہیں۔ کیا یہ لوگ اس سے متفق ہیں؟"

"تم کسی خاص آدمی کی طرف اشارہ کر رہی ہو لڑکی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں"۔

"وہ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں۔ وہ موجود ہے"۔

"لڑکی! اتفاق سے تم نے میرے لیے یہ موقع فراہم کر دیا ہے جس کا میں بھی خواہش مند تھا۔ جاننا چاہتا تھا کہ لوگ میری باتوں سے کس قدر متاثر ہیں اور جو متاثر نہیں' ان پر میں کس طرح اثر ڈال ہوں۔ چنانچہ کھڑے ہو کر بتاؤ کہ تمہاری مراد کس شخص سے ہے اور تم اس سے کیا چاہتی ہوں؟"

"میں کراؤننز کے مسٹر بیکر کی بات کر رہی ہوں"۔

"کیا بیکر یہاں موجود ہے؟" جینگو نے چاروں طرف دیکھا اور بیکر پریشانی کے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"میں بیکر ہوں" اس نے کہا۔

"کیا چاہتی ہو اس سے؟" اس نے بیکر کی طرف اشارہ کر کے لڑکی سے کہا۔

"میں اسے دل و جاں سے زیادہ چاہتی ہوں۔ میں اس سے شادی کی خواہش مند ہوں۔ کیا میری خواہش انسانی فطرت سے مختلف ہے؟"

"نہیں" جینگو نے جواب دیا "لیکن بیکر سے بات کرنا بھی ضروری ہے" اور پھر وہ بیکر کی طرف مخاطب ہوا "مسٹر بیکر' کیا تمہیں اس لڑکی کی چاہت کا علم ہے؟"

"ہاں جناب"۔

"یہ لڑکی تمہیں زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے ناپسند ہے؟"

"یہ بات نہیں جناب' بس یہ میری حیثیت سے میل نہیں کھاتی' یہ میرے اسٹور کی سیلز گرل ہے"۔

"آہ۔ اس میں اس کا کیا قصور ہے' تمہاری تہذیب نے تفریق کی ہے' ورنہ یہ تمہارے سارے اسٹورز کی مالک بھی ہو سکتی تھی۔ نہیں بیکر' انسانیت کی یوں تذلیل نہ کرو' تمہیں اس لڑکی کو اپنا لینا چاہیے"۔

"لیکن جناب! میری سوسائٹی' میرا معاشرہ اسے قبول نہیں کرے گا"

"اسی معاشرے سے اختلاف کرنا تو ہمارا مشن ہے میرے دوست۔ نزدیک آؤ" جینگو نے کہا اور بیکر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"لڑکی تم بھی یہاں آؤ" وہ بولا اور دیستاں بھی نزدیک پہنچ گئی۔ "تم دونوں کو معاشرے اور تہذیب کے خلاف یہ قدم اٹھانا ہے' میں کہتا ہوں کہ اسے اپنا لو"۔

"بیکر نے گردن جھکا دی "بولو اختلاف کرو گے؟"

"نہیں" بیکر آہستہ سے بولا۔

"تب تم آئندہ محفل میں شریک ہو گے تو یہ تمہاری بیوی بن چکی ہو گی"۔

اور بیکر جیسے محصور ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب وہ دوسری محفل میں آیا تو دیستاں اس کی بیوی تھی"۔

"خوب" میں نے گردن ہلائی۔ کیشتو مسکرانے لگی۔ اس وقت دور سے جینگو آتا نظر آیا اور اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جینگو کی گردن میں گٹار لٹکا ہوا تھا اور وہ بڑے پروقار انداز میں چل رہا تھا۔ اس جگہ پہنچ گیا جو اس کے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ لوگ عقیدت کی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے

"محبت کے متوالوں کی خدمت میں محبت کا سلام" اس نے نرم آواز میں کہا اور گٹار کے تاروں پر پھیر دیا۔ تانیں ابھریں اور خاموشی پھیل گئی۔

"یہ محفل محبت ہے۔ انسان آج سے ہزاروں سال پہلے کے دور میں ہے اور تہذیب و ثقافت کے دلوں سے آزاد ہے۔ اس لیے اے محبت کے متوالو! ایک دوسرے کو چاہو تاکہ تمہارے دلوں سے یت نکل جائے۔ تم آپس میں تفریق نہ محسوس کرو۔ ترلوکا کے منہ سے نکلا ایک ایک لفظ امر ہے اور وہ جو ترلوکا کی زبان سے نکلی ہو' کسی کو دوبارہ بتانا اس کی توہین کرنا ہے۔ اگر تم اس سے متفق نہ ہوتے تو موجود نہ ہوتے۔ کیا میں جھوٹا ہوں؟"

"نہیں" آوازوں کی ایک لہر اٹھی۔

"تو پیار کے دیوانوں کی خدمت میں محبت کا ایک نغمہ" اس نے کہا اور گٹار سنبھال لیا۔ گٹار پر ایک ی دھن بجنے لگی اور لوگ وجد میں آ گئے۔ لیکن کسی بے ہودگی کا مظاہرہ نہیں ہوا تھا۔ جو تعجب خیز بات

چند ساعت کے بعد جینگو نے گانا بھی شروع کر دیا تھا۔ فرانسیسی زبان میں وہ ترلوکا کی تعلیمات کا ار کر رہا تھا۔ آواز اچھی تھی لیکن انداز بڑا بے ڈھنگا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد نغمہ ختم ہو گیا اور لوگوں نے اں بجائیں۔

"کسی کے ذہن میں کوئی الجھن تو نہیں ہے؟" اس نے پوچھا اور لوگ خاموش رہے۔ کسی نے کسی ن کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر بہت سے افراد پھیل گئے۔ وہ ٹرے اٹھائے ہوئے تھے اور ان برتنوں میں ل بھرے سگریٹ تھے۔

عورت اور مرد کی مناسبت سے سگریٹ لے لیے گئے اور چاروں طرف چرس کا دھواں پھیل گیا۔

"تو یہ تھیں جینگو کی محفلیں۔ بہرحال تھوڑی سی جدت تھی اور مجھے بری نہیں لگ رہی تھی۔ ل کا ایک سگریٹ میرا کیا بگاڑ سکتا تھا لیکن اس سگریٹ نے کیشتو کی آنکھیں سرخ کر دیں۔

"کیا نام بتایا تھا تم نے پیکر؟"

"کس کا نام؟" میں نے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اپنا۔ اور کس کا"

"پیکر" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں پیکر۔ سنو پیکر۔ ہمیں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کسی تردد کی ضرورت نہ چاہیے"۔

"کیا ترلوکا کی یہی تعلیم ہے؟"

"ہے نا۔ تب تم مجھے پسند آئے ہو۔ میں تمہارا قرب چاہتی ہوں" اس نے کہا اور میں نے ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لی۔ چرس کی سگریٹ نے ترلوکا کے مندوں کے دل بے خود کر دیے تھے۔ اور اب وہ دنیا کے بنائے ہوئے اصولوں سے ہٹ گئے تھے۔ کسی میں حیرت کا تاثر نہیں تھا۔ حجاب کیا چیز ہے اور اخلاقی اصول کیا ہے۔ جینگو کے ایک فقرے نے ان سے یہ خیال مٹا دیا تھا۔

فرار کے اس طریقہ کو بھرپور انداز میں پھلانے کے لیے ترلوکا سرفہرست تھا اور ذہنوں کو میں اس کے افکار بہت زیادہ سامنے آتے تھے۔ میرے ذہن میں اب یہ کرید لگ گئی تھی کہ میں قریب سے دیکھوں اور یہ جاننے کی کوشش کروں کہ اس سازش میں اس کا کتنا ہاتھ ہے اور اس کے کیا ہیں۔ کیا چاہتا ہے وہ اور انسانوں کو کس منزل تک لے جانے کا خواہش مند ہے؟

کیشتو جینگو کے تحفے سے اس قدر متاثر ہوگئی تھی کہ اس کے بعد بات یہیں تک رہی۔ میرا خیال ہے جینگو کی تعلیمات کا یہ آخری آئٹم تھا۔ کیونکہ متاثر ہونے والے جوڑے چاروں بکھر گئے تھے۔ کچھ اپنی کاروں میں بیٹھ کر چل پڑے تھے' چنانچہ کیشتو نے بھی میرے سامنے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا

"تم نے میری بات سنی پیکر' میں تمہارا قرب چاہتی ہوں۔ میں اخلاق اور اصول کے بندھن توڑ کر تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ تمہارے قرب کی خواہش مند ہوں' آؤ یہاں سے چلیں

جانے والوں کو میں دیکھ ہی چکا تھا اور پھر جینگو کا مہمان تھا۔ سو اس کا رنگ قبول کرنا بھی تھا۔ چنانچہ میں کیشتو کو لے کر اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ وہی رہائش گاہ تھی جو بہرحال میری تھی۔ لیکن بہرصورت میں ڈوڈو کا مہمان تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ ڈوڈو کب اپنی بیرک میں واپس آیا اور کب چلا گیا۔ ہاں رات کی پر کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو کیشتو میرے پاس موجود نہیں تھی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کتنی سویا تھا۔ حالانکہ..... ابھی بہت زیادہ وقت نہیں ہوا تھا جب میں کیشتو کے ساتھ یہاں آیا تھا لیکن رات گزر گئی تھی اور اب سورج کی روشنی کھلی ہوئی کھڑکی سے اندر داخل ہو رہی تھی۔

میں نے اٹھ کر خود کو سنوارا اور پھر بیرک کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

سامنے ہی لوگ چل پھر رہے تھے۔ وہی خاموش خاموش سا انداز' وہی پرسکوت ماحول جو ہنگامی رات گزرنے کے بعد پیدا ہو جاتا ہے۔ میں چاروں طرف دیکھتا رہا۔ لیکن ڈوڈو مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ البتہ وہی لڑکی تھوڑے فاصلے پر موجود تھی جو پچھلی شام کافی لے کر آئی تھی۔

میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ میرے نزدیک آگئی۔ اس کے ہونٹوں پر پراخلاق مسکراہٹ تھی۔

"جناب!" اس نے آہستہ سے سر جھکا کر کہا۔

"ڈوڈو کہاں ہے؟"

"کیا میں اسے بلاؤں؟"

"بلا دو" میں نے کہا اور وہ سر جھکا کر چلی گئی۔

"تھوڑی دیر کے بعد ڈوڈو مجھے اپنی جانب آتا نظر آیا۔ میں دروازے پر ہی کھڑا ہوا تھا۔ ڈوڈو کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی"۔

"کہو دوست! رات کی نیند کیسی رہی؟" ڈوڈو نے میرے نزدیک پہنچ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پرسکون" میں نے جواب دیا "لیکن تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"اوہو۔ ابھی تم اس ماحول کے عادی نہیں ہو۔ کیا تم اپنی محبوبہ کے ساتھ میری موجودگی برداشت کر سکتے تھے؟"

"نہیں نہیں۔ لیکن....." میں نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں آیا تھا اور قدرت کا ودیعت کردہ ایک فطری منظر دیکھ کر واپس چلا گیا" ڈوڈو نے کہا اور میں نے آنکھیں نچائیں۔

اس کے بعد ڈوڈو سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ البتہ اس نے مجھ سے پوچھا:

"مجھے بلایا تھا پیکر' کیا کوئی خاص کام تھا؟"

"نہیں۔ بس یہی معلوم کرنا تھا کہ تم کہاں چلے گئے تھے اور ہاں وہ لڑکی بھی چلی گئی"۔

"کون سی لڑکی؟"

"وہی جو رات کو میرے ساتھ تھی"۔

"رات کو اس پر آزادی کا بھوت سوار تھا۔ لیکن دن کی روشنی بہت سے ذہنوں کو بدل دیتی ہے۔ ہاں وہ نہیں بدلتے جو عام بندھنوں سے آزاد ہو کر صرف ترلوکا سے عقیدت رکھتے ہیں"۔

"جینگو کہاں ہے؟" میں نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

"موجود ہے۔ کیا اس سے ملاقات کرو گے؟"

"ہو سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تو پھر ٹھیک ہے۔ مجھے اس سے ملاؤ" میں نے کہا۔

"پہلے ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ۔ میں تمہارا ناشتہ بھجواتا ہوں۔ پھر جینگو سے ملاقات کرنا"۔

"ڈوڈو کیا جینگو آسانی سے لوگوں سے مل لیتا ہے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں"۔

"میرا مقصد ہے کہ وہ اتنی بڑی شخصیت کا مالک ہے۔ اس کے اتنے پیروکار ہیں لیکن اس سے ملنے کے اوقات مقرر نہیں ہیں۔ اس کا کوئی اصول نہیں ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اصول ----- ہم اصولوں ہی کے تو دشمن ہیں۔ اصول کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ تم اگر جینگو سے اس سلسلے میں پوچھو بھی نہیں اور اس کے پاس چلے جاؤ تو وہ مسکرا کر تمہیں خوش آمدید کہے گا۔ اگر کسی سے ملاقات میں کچھ پابندیوں کو مد نظر رکھا جائے تو پھر یہ تو اصول ہو گئے اور ہم ان اصولوں سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم تہذیب و انسانیت کے بنائے ہوئے ان تمام اصولوں سے انحراف کرتے ہیں جنہوں نے انسان کو نظر نہ آنے والے پھندوں میں جکڑ لیا ہے۔ میرے دوست' ترلوکا کی تعلیمات کا ایک چھوٹا سا مظہر یہ عمارت ہے۔ تم یہاں جو چاہو کرو' یہاں کوئی اصول اور کوئی قانون رائج نہیں ہے" ڈوڈو نے جذبات کے عالم میں کہا۔

"ہوں" میں نے گردن ہلائی اور میرے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ٹھیک ہے ڈوڈو' اگر یہ بات ہے تو میں اس نظریے کو آزماؤں گا"۔

"ضرور ضرور۔ ڈوڈو کی طرف سے تمہیں دعوت ہے" اس نے جواب دیا اور میں ہنستا ہوا چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میرے لیے ناشتہ آ گیا اور ناشتے سے فارغ ہو کر میں باہر نکل آیا کہ ذرا دیکھوں تو سہی جینگو نے یہاں کس قدر نظم و ضبط قائم کیا ہے۔

عمارت میں ان لوگوں کی مشغولیات عام تھیں۔ جس انداز میں کسی گھریلو ماحول کا تصور کیا جا سکتا ہے' وہی یہاں موجود تھا۔ لوگ صفائی ستھرائی میں مشغول تھے۔ کچھ لان سنوار رہے تھے' کچھ عمارت کی صفائی کر رہے تھے۔ میں بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ عمارت کے دروازے سے گزر کر اندر پہنچا۔ ایک وسیع ہال تھا جس میں سامنے کے رخ پر ایک راہداری دور تک چلی گئی تھی۔ راہداری کے دونوں سمت کمروں کے دروازے تھے۔ اختتام پر ایک اور بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا جو تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

میں اس دروازے سے گزر کر اندر داخل ہو گیا۔ بائیں ہاتھ پر مجھے ایک دروازہ نظر آیا جس پر ایک پردہ لٹک رہا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔

کمرہ صاف ستھرا اور خاصا کشادہ تھا۔ لیکن وہاں کا منظر دیکھ کر میں ٹھٹھک کر رہ گیا۔

سامنے ہی جینگو بیٹھا تھا۔ اس کے بدن پر لباس کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ وہ لباس سے عاری ایک آرام کرسی پر تھکا تھکا سا دراز تھا۔ میں جھجک کر پلٹا تو اس کی بھاری آواز سنائی دی۔

"آؤ' واپس کیوں جا رہے ہو"

"میں ٹھٹھک کر رکا اور پھر اس کی جانب مڑا۔

"تم بے لباس جو ہو"۔

"بے لباس؟" جینگو کی طنز بھری آواز ابھری "تمہیں اس پر کیوں اعتراض ہے؟"

"مم۔ میرا مطلب ہے کہ تم ----- تم......"

"ہاں ہاں۔ حقیقت کی دنیا میں آؤ۔ کیوں فضول خیالات میں وقت گنواتے ہو؟"

"اوہ" میں نے گردن ہلائی اور پھر میں باقاعدہ اس کی جانب رخ کر کے کھڑا ہو گیا۔ جینگو کے ہونٹوں پر ایک پر سکون مسکراہٹ تھی۔

"تم کون ہو' کیا ہو' کیوں آئے ہو' مجھے نہیں معلوم لیکن میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں' بیٹھ جاؤ" اس نے انتہائی نرم لہجے میں ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا اس کرسی میں جا دھنسا۔ میری نگاہیں جینگو پر تھیں جو اپنی بے لباسی کے باوجود اس قدر پر سکون نظر آ رہا تھا جیسے اسے کسی قسم کا کوئی تردد نہ ہو۔

اس کا جسم سڈول تھا۔ جسمانی اعتبار سے وہ انتہائی طاقتور آدمی نظر آتا تھا۔ میں اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھتا رہا۔ جینگو اس طرح میری جانب متوجہ تھا جیسے میری آمد کے بارے میں جاننے کا خواہش مند ہو۔ میں نے پر سکون لہجے میں کہا:

"میں تمہارا نیا مہمان ہوں جینگو اور تمہاری اس عمارت میں مقیم ہوں"۔

"اگر تم خود کو میرا مہمان اور اس عمارت کو میری عمارت سمجھتے ہو تو میں تمہیں اپنے مہمان کی حیثیت سے اس عمارت میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ لیکن میرے دوست اگر غور کرو تو یہ عمارت نہ تو میری ہے نہ تمہاری اور نہ کسی اور کی۔ جب تک اپنی بنیادوں پر کھڑی ہے' کھڑی رہے گی اور جب بوسیدہ ہو جائے گی تو گر پڑے گی۔ آخر ہم ان بوسیدہ ہونے اور گر جانے والی عمارتوں پر تکیہ کیوں کریں۔ ہمارا کیا تعلق ہے ان سے؟ ہم تو بے اختیار وجود میں آئے ہیں اور نہایت بے بسی سے چلے جائیں گے۔ ہم تو سفر پر آنے والے مسافر ہیں اور مسافر کا کچھ نہیں ہوتا۔ تم میری بے لباسی سے جھجک رہے ہو۔ ذرا ان معصوم بچوں کے بارے میں بتاؤ جو ماں کے شکم سے بے لباس آتے ہیں۔ ہم جو اپنے لیے اصول تراش چکے ہیں' ان کے جسموں کو انہی اصولوں میں قید کر دیتے ہیں۔ گویا بنیادی طور پر انسان' انسان کا دشمن ہے۔ سب سے پہلے وہ اسے قید کرتا ہے اور اس کے بعد اپنی طاقت سے کام لے کر اس کی شکم سیری کرتا ہے"۔

"میرا خیال ہے جینگو' ہم اس کو ظلم نہیں کہہ سکتے"۔

"کیوں؟" اس نے پوچھا۔

"اس لیے کہ جب بچہ کھلی فضاؤں میں سانس لیتا ہے تو اسے بدلی ہوئی آب و ہوا کے تحت کچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب یہ چیزیں اسے میسر نہیں ہوتیں تو اس کی زندگی دشوار گزار ہو جاتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ چنانچہ اس کی قید ایک طرح سے پہلا احتیاطی قدم ہوتا ہے جس کو ضرورت نے جنم دیا ہے"۔

"اوہ تم نے ٹھیک کہا۔ لیکن اس دور کی بات کرو جب لباس کا وجود نہیں تھا۔ کیا نمود وہیں سے جاری نہیں ہوئی۔ کیا سرد غاروں میں پیدا ہونے والے بچے موت کا شکار ہو جایا کرتے تھے؟" جینگو نے سوال کیا۔

"ہاں۔ اس وقت انسانیت بڑی بے بس تھی۔ وحشت کے اس دور میں انسانی زندگی جس قدر ارزاں تھی، اس کا اندازہ تم خود لگا سکتے ہو، بے شمار افراد زندگی کی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے مر جاتے تھے۔ غذا کا نظام اس قدر بہتر نہ تھا۔ غور کرو چھوٹے چھوٹے معصوم بچے پتھروں اور دانتوں کی ہڈیوں سے بنے ہوئے ہتھیاروں سے جانوروں کا شکار نہیں کر سکتے تھے۔ اگر انہیں ایک اصول کے تحت غذا فراہم نہ کی جاتی تو وہ زندگی کہاں سے پاتے۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ انسان کی نمود کے فوراً بعد بلکہ اس کی نمود سے کچھ پہلے ہی کچھ اصولوں کی بنیاد رکھ دی گئی تاکہ ان کے ذریعے زندگی پرورش پائے تو غلط نہیں ہے" میں نے کہا اور جینگو کے چہرے پر تردد کے واضح اثرات نظر آنے لگے۔ شاید وہ خود کو کسی حد تک لاجواب محسوس کر رہا تھا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اچانک ہی مجھے اپنے بدن میں سرد سی لہریں اٹھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

جینگو کی نگاہوں میں عجیب سی چنگاریاں رقص کر رہی تھیں اور مجھے اپنا وجود مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"میرے دوست میں تمہیں اپنے افکار و خیالات سے کسی مناسب وقت پر آگاہ کروں گا۔ میرا خیال ہے تم اس بھٹکی ہوئی تہذیب کی دلدل میں اس قدر غرق ہو چکے ہو کہ آسانی سے نہیں سمجھ سکو گے۔ اس کے لیے کسی مناسب وقت کا انتظار ضروری ہے" جینگو کے انداز میں وہ گرم جوشی اور وہ تپاک نہیں رہا تھا جو تھوڑی دیر قبل تھا۔

لیکن میری زبان جیسے اینٹھ سی گئی تھی۔ پورا بدن سرد ہو گیا تھا۔ میں نہ تو کچھ سوچ سکتا تھا نہ کچھ بول سکتا تھا۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ میں جینگو کو کوئی جواب دوں۔ اپنی اس کیفیت سے مجھے سخت پریشانی محسوس ہو رہی تھی۔

اسی وقت دو افراد کمرے میں داخل ہو گئے اور جینگو چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔ جونہی جینگو کی نگاہیں مجھ سے ہٹیں، میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن کی وہ کھچاوٹ اور بے بسی ختم ہو گئی ہے۔

ان دونوں نے جینگو سے کچھ کہا۔ جینگو فوراً کھڑا ہو گیا۔

"مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو میرے مہمان۔ تم اپنی قیام گاہ میں آرام کرو اور بے فکر رہو میں تم سے بہت جلد ملاقات کروں گا اور تمہیں اپنے خیالات سے آگاہ کر کے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔ ویسے تمہارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتے ہو۔ سنو تمہارا نام کیا ہے؟"

"پیکر" میں نے جواب دیا۔

"کہاں مقیم ہو؟"

"ڈوڈو کے ساتھ اس کی رہائش گاہ پر"۔

"کیا تمہیں وہاں کوئی تکلیف ہے؟"

"نہیں۔ انسانیت سے بغاوت کے جراثیم میرے اندر بھی موجود ہیں لیکن بہت تھوڑے سے۔ چنانچہ میں کسی تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتا اور نہ اپنی ذات کی تکلیف کو کوئی اہمیت دیتا ہوں"۔

"اوہو" جینگو نے میری جانب دیکھا اور کہا "خاصا بول لیتے ہو۔ لیکن میں تم سے اس موضوع پر کسی اور وقت گفتگو کروں گا۔ اپنی مصروفیت کی بنا پر ہم اس وقت سکون سے تبادلہ خیال نہیں کر سکتے"۔

"ٹھیک ہے جینگو، میں انتظار کروں گا۔ اور ہاں میں وعدہ کرتا ہوں اگر میں تمہارے افکار و خیالات سے متفق ہو گیا تو تمہارے ایسے پیروؤں میں شامل ہو جاؤں گا جن پر تم ہمیشہ ناز کرو گے"۔

جینگو استہزائیہ انداز میں ہنس دیا اور گردن ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں بھی اس کمرے سے باہر نکل آیا۔

اس کھلے دل والے شخص پر میں نے اچھی طرح غور کیا تھا اور یہ اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا کہ جو ڈھونگ انہوں نے رچایا تھا، اس میں وہ انتہائی فراخ دل واقع ہوئے تھے۔ جو پابندیاں انہوں نے ختم کی تھیں، ان پر وہ خود بھی عمل کرتے تھے اور جینگو مجھے اپنی اس قیمتی رہائش گاہ میں اس طرح چھوڑ کر چلا گیا تھا جیسے یہاں سے اسے کسی چیز کے گم ہونے کا ڈر نہ ہو۔ اور یہ اعتماد یقیناً ایک اچھی بات تھی۔

میں اس کمرے سے باہر نکل کر ٹہلتا ہوا عمارت کے دوسرے حصوں کو دیکھنے لگا۔ خاصی وسیع اور کشادہ عمارت تھی اور ہر قسم کی ضروریات سے آراستہ وہاں کافی افراد تھے جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی لیکن سب کے سب خاموش اور ایک دوسرے سے دلچسپی نہ رکھنے والے۔ پھر میں رہائش گاہ سے باہر نکل آیا اور ڈوڈو کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

ڈوڈو اپنے کمرے میں موجود نہیں تھا۔ ایک بستر پر لیٹ کر میں نے اپنے پاؤں دراز کیے اور جینگو سے اپنی اس دلچسپ ملاقات کے بارے میں غور کرنے لگا۔ اچانک ایک سوال میرے ذہن میں پیدا ہوا۔

اس وقت جب جینگو نے مجھے دیکھا تھا میری قوت گویائی کیوں سلب ہو گئی تھی۔ یہ سوال مجھے پریشان کر رہا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی مقناطیسیت دیکھی تھی اور اس وقت جب اس نے گہری نگاہوں سے میرے وجود کا جائزہ لیا تھا میرے بدن میں سرد لہریں سی دوڑنے لگی تھیں۔ وہ کیا تھا؟ اگر اس طرح اس نے میری قوت گویائی سلب کر لی تو پھر میں نہ تو بول سکوں گا اور نہ وہ کام کر سکوں گا جو کرنا چاہتا ہوں۔

میں سوچتا رہا۔ آخر وہ قوت کیسی تھی؟ کیا جینگو کے سامنے آنے والے اس کی آنکھوں کی قوت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے ہی مسحور ہو جاتے ہیں۔ کیا وہ ہپناٹسٹ ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر ترلوکا بھی کوئی ایسی ہی پر اسرار قوت ہوگی۔

کوئی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ ایک اجنبی لڑکی تھی جو اندر آ رہی تھی۔

"ہیلو" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"اوہ سوری جناب۔ کیا مسٹر ڈوڈو موجود نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ کہیں گئے ہوئے ہیں"

"آپ یہیں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں"۔

"میرا مطلب ہے پہلے تو......"

"ہاں ڈوڈو میرا دوست ہے۔ آپ چاہیں تو اس کا انتظار کر لیں۔ ممکن ہے آ ہی جائے"۔

"مسٹر جینگو کے ساتھ گئے ہیں؟"

"شاید نہیں"۔

"شکریہ، مجھے اجازت دیں"۔

"جیسی آپ کی مرضی، ویسے کیا آپ یہیں رہتی ہیں؟"

"اوہ نہیں۔ میں پیرس کے ایک نواحی علاقے میں رہتی ہوں۔ دوسرے تیسرے روز ادھر آنا ہوتا ہے۔ آج آئی تو سوچا کہ ان سے ملتی چلوں"۔

"کیا آپ بھی ترلوکا کے افکار کی گرویدہ ہیں؟"

"جی نہیں۔ میں حقیقت کی دنیا میں رہتی ہوں۔ مجھے زندگی اور انسانوں سے پیار ہے۔ میں انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں سے دلچسپی رکھتی ہوں۔ ان جھوٹی فضاؤں میں نہیں رہتی جس میں آپ لوگ رہتے ہیں"۔

"پھر ڈوڈو اور آپ کی دوستی کیسے ہو گئی؟"

"کوئی گہرا ذہنی رشتہ نہیں ہے۔ بس اس نے ایک بار میری تھوڑی سی مدد کی تھی۔ میں اس کی شکر گزار ہوں"۔

"اگر آپ چاہیں تو اس کے لیے کوئی پیغام دے دیں"۔

"ارے نہیں کوئی پیغام نہیں۔ پھر کبھی آئی تو مل لوں گی۔ اچھا! اجازت" اس نے کہا اور جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

"اپنا نام بھی نہیں بتائیں گی آپ؟"

"کیا ضرورت ہے؟" لڑکی لاپرواہی سے بولی اور خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئی۔

میں نے ایک طویل سانس لی۔ وہ پہلی لڑکی تھی جو اس دیوانگی کا شکار نہیں تھی لیکن بہت جلد وہ میرے ذہن سے نکل گئی اور میں جینگو کی اس سیاست کے بارے میں سوچنے لگا۔ اسی اثناء میں ڈوڈو آ گیا۔

"کیسے ہو میرے دوست؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں ڈوڈو"۔

"جینگو سے ملاقات ہوئی"۔

"ہاں"۔

"قریب سے دیکھنے پر وہ کیسا لگا؟"

"نہایت پر اثر"۔

"میں نہ کہتا تھا" ڈوڈو کے ہونٹوں پر...... مسکراہٹ دوڑ گئی "وہ مقناطیس ہے، کون ہے جو اس سے متاثر نہیں ہوتا"۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے ڈوڈو، لیکن ایک بات تو بتاؤ"۔

"پوچھو، ضرور پوچھو میرے دوست"۔

"کیا جینگو کو میرے بارے میں معلوم تھا؟"

"کیا معلوم تھا؟"

"یہی کہ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں"

"نہیں۔ تمہیں یہ خیال کیونکر آیا؟"

"ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔

"اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ کسی ملاقات کے بارے میں بتانا اصول بن جاتا ہے اور ظاہر ہے ہم اصولوں کے ہی مخالف ہیں"۔

"خوب۔ میں نے اس سے کچھ بحث بھی کی تھی"۔

"کس سلسلہ میں؟"

"اس کی برہنگی کے سلسلہ میں"۔

"اوہ" ڈوڈو نے قہقہہ لگایا۔ "یہ کون سی نئی بات ہے۔ بہرحال اس نے تمہیں قائل کر دیا ہوگا"۔

"بات مکمل نہیں ہو سکی۔ کچھ لوگ آ گئے تھے"۔

"وہ تمہیں پورے طور سے مطمئن کر دے گا۔ اس کی فطرت ہے"۔ ڈوڈو نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈوڈو جینگو کی عقیدت سے سرشار ہے اور اس کے خلاف کچھ سننا پسند نہیں کرے گا۔ اس لیے اس سے گفتگو میں احتیاط برتنا ضروری ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے زیادہ گفتگو نہیں کی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں اس سے دوسری ملاقات ضرور کروں گا"۔

"دوسری کیا' اب تو ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ ویسے میں تمہیں بتاؤں پیکر' وہ عجیب ہستی ہے۔ واقعی تم نے اس جیسا دوسرا شخص نہیں دیکھا ہوگا"۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے"۔

"وہ نہ جانے کتنی دولت کا مالک ہے۔ لیکن اگر کوئی اجنبی اسے بھیک بھی دیتا ہے تو وہ قبول کر لیتا ہے۔ اس کی ذات سے بہت سے دلچسپ قصے وابستہ ہیں"۔

"تم کہاں سے اس کے ساتھ ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ترلوکا کے ساتھ؟"

"نہیں میرا مطلب ہے جینگو کے ساتھ"۔

"طویل عرصہ سے۔ میں تو ہوں ہی امریکن"۔

"اوہ۔ تم امریکن ہو؟"

"ہاں۔ تمہیں حیرت کیوں ہوئی؟"

"خدوخال اور عادات و اطوار سے تم امریکن نہیں معلوم ہوتے۔"

"میں امریکہ کی ایک ریاست کے دیہات کا باشندہ ہوں اور وہاں کا مشہور ریسلر تھا۔ بڑی بڑی کشتیاں جیتی ہیں میں نے اور امریکہ کے لوگ چیمپئن ڈوڈو کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں۔ اب ڈوڈو دوسری چیز ہے۔ اب تو اگر وہ قوت آزمائی کرتا ہے تو صرف ترلوکا کے مفادات کے لیے"۔

"خوب۔ تو تم پہلوان ہو؟"

"ہاں۔ چھ سال سے چیمپئن ہوں شکاگو کا۔ اور آخر تک نہیں ہارا۔ میں نے اعلان کیا تھا کہ جس دن ہار جاؤں گا' اسی دن سے کشتیاں لڑنا چھوڑ دوں گا۔ لیکن ہارا نہیں۔ اور ہارا بھی تو صرف مسٹر جینگو سے"

"جینگو سے؟"

"ہاں۔ کسی کی عظمت کو قبول کرنا میرے نزدیک ہارنے ہی کے برابر ہوتا ہے۔"

"اچھی بات ہے ڈوڈو' مجھے پسند آئی" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈوڈو چلا گیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

ان سارے معاملات کے جاننے کا مجھے شوق تھا اور اس پراسرار تحریک نے مجھے خود بھی الجھا دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنی دلچسپیاں بھی ترک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس عمارت میں خاصا وقت گزر گیا تھا اور یہاں کی تفریحات دلچسپ بھی تھیں۔ لیکن فرانس میں اور کچھ بھی تھا اور میں اس سے محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔

یہ شام اداس شام تھی۔ آج یہاں کوئی پروگرام بھی نہیں تھا۔ جینگو کا درس کہیں اور تھا۔ ڈوڈو اس

کے بعد ہاتھ نہیں آیا کہ میں اس سے اس مقام کے بارے میں پوچھتا۔ چنانچہ میں خود ہی باہر نکل آیا۔

ہوئے ڈی بولون کی حسین بستی' دریائے سین کے خاموش پانی کے ساتھ میلوں دور تک چلی گئی تھی۔ نیچے دریا کی جانب کنارے کنارے چھوٹے چھوٹے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ چند جگہوں پر بصورت ہاؤس بوٹ تیر رہے تھے۔ ان کے دروازوں پر اکثر خونخوار کتے نظر آتے تھے۔ ہاؤس بوٹوں کا سلسلہ ختم ہوا تو شاہ بلوط اور بید کے درختوں میں گھری ایک سیرگاہ نظر آئی جس کے کنارے چند لوگ مچھلی کے شکار میں مشغول تھے۔

میں چلتا رہا۔ پیرس کا دور تک کا علاقہ دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ یہاں تک کہ زیر زمین ریلوے اسٹیشن تک پہنچ گیا اور پھر زیر زمین ریلوے کے شاندار نظام کو دل میں سراہتا رہا۔ پھر ایفل ٹاور اسٹیشن پر پہنچ گیا۔

ایفل ٹاور اپنی روایتی بلندیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے نیچے سیاحوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے تھے۔ فوٹوگرافر' آئس کریم بیچنے والے' تصویر کارڈ بیچنے والے اور پھر نزدیک نزدیک بکھرے ہوئے قہوہ خانے' پیرس کی روایتی رونق یہاں نظر آتی تھی۔ دیر تک میں اس رونق میں کھویا رہا۔ ملک ملک کے لوگ نظر آ رہے تھے اور میں ان میں اپنے ہم وطنوں کی شکلیں بھی دیکھ رہا تھا۔ ان احساسات کا تذکرہ نہیں کروں گا جو ان لوگوں کو دیکھ کر میرے ذہن میں ابھرے تھے۔ کیونکہ ان میں مایوسی اور اداسی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد واپس جینگو کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔

وہاں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لان تاریک پڑا تھا۔ رہائش گاہ میں ڈوڈو مل گیا۔ وہ آرام سے لیٹا تھا۔ مجھے دیکھ کر بیٹھ گیا۔

"آؤ آؤ۔ کہاں چلے گئے تھے؟"

"بس ایسے ہی گھومنے نکلا تھا۔ لیکن آج مجھے پیرس کی سڑکوں پر جینگو نہیں نظر آیا"۔

"میرا باس" ڈوڈو ہنس پڑا۔ آج وہ تبلیغ کے موڈ میں تھا اور یہ فرانس کی پولیس کے لیے برا دن ہے"۔

"کیوں؟"

"بس جینگو کی فطرت میں مزاح کا عنصر بھی ہے۔ آوارہ گردی کرتے ہوئے ایک ایسی عمارت نظر آ گئی جس میں ایک تقریب تھی۔ نہ جانے اسے کیا سوجھی کہ وہ اس عمارت کی طرف چل دیا لیکن باہر کھڑے ہوئے ملازموں نے اس کے لباس کی وجہ سے اسے اندر داخل ہونے سے روک دیا۔ جینگو واپس آیا اور اس نے ایک عمدہ لباس پہنا اور ایک شاندار گاڑی میں بیٹھ کر دوبارہ اسی تقریب میں پہنچا۔ اس کے بعد جو ڈرامہ ہوا اس کی تفصیل دلچسپ ہے"۔

"کیا ہوا؟" میں بیٹھ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں تمہیں اس کی تفصیل اسی انداز میں سناؤں گا تاکہ پوری طرح لطف اندوز ہو سکو۔ جب ایک عمدہ کار میں اندر داخل ہوا تو میں اس کی کار چلا رہا تھا اور میرے بدن پر ڈرائیور کی وردی تھی۔ بڑے جغادری لوگ موجود تھے وہاں۔ دولت کے مظاہرے ہو رہے تھے۔ زیورات اور اعلیٰ لباس اعلیٰ شراب' سب ہماری طرف متوجہ ہو گئے اور ایک لمبا تڑنگا شخص جو اعلیٰ درجے کے سوٹ میں ملبو قریب آ گیا۔ ان دونوں کے درمیان جو مکالمے ہوئے' وہ یوں تھے:

"تشریف لائیے جناب! میری بدقسمتی ہے کہ میں آپ کو پہچان نہیں سکا تھا"۔

"آپ اس عمارت کے مالک ہیں؟"

"جی ہاں۔ میرا نام پونگسن ہے۔ پرتگالی نژاد فرنچ"۔

"اور میں جینگو ہوں" جینگو نے کہا اور کوٹ کے بٹن کھول دیے۔ تب پونگسن نے اپنے کو اشارے سے بلایا۔

"مسٹر جینگو کا کوٹ احتیاط سے رکھ آؤ"۔

"یس سر" ملازم نے ادب سے جھک کر کوٹ لیا اور چل پڑا لیکن اس دوران جینگو نے واسکٹ اتار دی تھی۔ پونگسن نے پھر ہاتھ بڑھایا اور واسکٹ لے لی۔ لیکن جب جینگو نے شرٹ بھی اتار کے ہاتھ میں دی اور اوپر کے بدن سے برہنہ ہو گیا تو پونگسن کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔

اس نے گھبرا کر مہمانوں کی طرف دیکھا جو اب اس دلچسپ شخصیت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وقفے میں گڑبڑ ہو گئی۔ مسٹر جینگو کے بدن پر پتلون بھی نہیں رہی اور جب پونگسن ان کی جانب بڑھا کر رہ گیا۔

یہ..... یہ کیا حماقت ہے۔ کیا تم------ کیا تم پاگل ہو؟"

"کیوں میرے عزیز دوست' تمہارے ذہن میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا؟" جینگو نے پوچھا۔

"میں کہتا ہوں نکل جاؤ یہاں سے' اے سنو' تم اسے یہاں سے لے جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہو گا پاگل ہے تو اسے پاگل خانے میں داخل کراؤ"۔

"نہیں جناب! بلکہ میرا باس اگر مجھے اجازت دے تو میں اس بدتمیزی پر تمہیں ہمیشہ کے لیے گویائی سے محروم کر دوں" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"کک' کیا بکواس کر رہے ہو؟" مسٹر پونگسن پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی مہمانوں کو اور اور کبھی مسٹر جینگو کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

تب مسٹر جینگو مہمانوں کی طرف بڑھے اور کافی آوازیں ایک ساتھ بلند ہوئیں۔ کچھ لوگ کا اظہار کر رہے تھے اور کچھ قہقہے لگا رہے تھے۔ خاص کر نوجوان مسٹر جینگو کو بڑی دلچسپی سے تھے۔ مسٹر جینگو..... نے مجھے اشارہ کیا اور میں بھاگ کر کار سے گٹار نکال لایا۔

میں نے گٹار مسٹر جینگو کے ہاتھ میں دیا اور مسٹر جینگو نے گٹار کے تاروں پر ہاتھ پھیرا۔ لوگ ان کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

"عزیزو! میں زمین پر بسنے والے کمزور انسانوں کا حقیقی نمائندہ ہوں اور تمہارے سامنے آتے ہوئے میرا دل چاہا کہ میں لباس حقیقی ہی میں تم سے گفتگو کروں"۔

"ہیئر ہیئر ہیئر" نوجوانوں نے تالیاں بجائیں۔

"میں تمہاری چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو لوٹنا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ مسٹر پونگسن کی اس تقریب میں کوئی گڑبڑ پیدا کروں۔ لیکن تمہارا اجتماع دیکھ کر اپنی آواز تمہارے کانوں تک پہنچانے کی خواہش میرے دل میں پیدا ہو گئی اور میں یہاں چلا آیا۔ صرف یہ کہنے کے لیے کہ زندگی کی دلچسپیوں میں لباس کے بندھن بے حقیقت ہیں۔ اگر تم سب اس جگہ کپڑوں کے جال سے آزاد ہو جاؤ تو تم محسوس کرو گے کہ تمہاری خوشیاں کئی گنا بڑھ گئی ہیں"۔

"میں کہتا ہوں' میں کہتا ہوں یہاں سے نکل جاؤ" پیچھے سے مسٹر پونگسن نے جینگو کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن میں زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نے مسٹر پونگسن کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔ پونگسن چیخ چیخ کر ملازموں کو بلا رہا تھا اور تھوڑی دیر میں اچھا خاصہ ہنگامہ ہو گیا۔

تب نہ جانے کس طرح پولیس وہاں پہنچ گئی اور اس نے مسٹر جینگو کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ پولیس نے مسٹر جینگو سے لباس پہننے کی درخواست کی لیکن مسٹر جینگو نے صاف صاف انکار کر دیا کہ وہ حقیقت کے لباس میں ہیں اور یہ قدرتی لباس کسی بھی طور قابل اعتراض نہیں ہے۔ پولیس مسٹر جینگو کو لے کر چل دی اور راستے میں مسٹر جینگو نے پولیس کو قائل کر دیا کہ وہ درست کہہ رہے تھے۔ پولیس والوں کو انہیں چھوڑنا پڑا لیکن ان سے استدعا کی گئی کہ وہ دوبارہ پونگسن کی کوٹھی نہیں جائیں"۔

"کمال ہے" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ویسے اس کی رہائش گاہ میں میں نے بھی اسے بے لباس پایا تھا"۔

رات کو حسب معمول میں نے کھانا وغیرہ کھایا اور آرام کرنے لیٹ گیا لیکن تقریباً گیارہ بجے ہوں گے جب ڈوڈو نے مجھے پکارا' وہ کہیں سے آیا تھا۔

"کیا بات ہے ڈوڈو؟"

"مسٹر جینگو کو تمہاری ضرورت ہے"۔

"چلوں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ بہت کم کسی کو اتنی دلچسپی سے طلب کرتے ہیں" ڈوڈو نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں جینگو کے سامنے تھا۔ اس وقت اس کے بدن پر لباس کا انبار تھا اور چہرے سے وہ ایک عظیم مدبر نظر آ رہا تھا۔ تین آدمی اس کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے اور جینگو سنجیدہ تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ ان آنکھوں میں بڑا جلال تھا۔ مجھے اپنے وجود میں ٹھنڈک محسوس ہوئی۔

"بیٹھو نوجوان، تمہارا نام پیکر ہے نا؟"

"ہاں"۔

"ہماری گفتگو ادھوری رہ گئی تھی پیکر"۔

"ہاں مسٹر جینگو"۔

"بیٹھ جاؤ نوجوان۔ میں تم سے ضروری گفتگو کروں گا" اس نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ لیکن اس مر
میں نے چالاکی سے کام لیا اور اس سے نگاہیں ملانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جینگو نے نہایت نرم لہجے میں کہا:

"ترلوکا کا مشن صرف یہ ہے کہ ہم کمزور انسان جو حالات کے تحت پیدا ہوتے ہیں اور اپنی مر
کے بغیر مر جاتے ہیں، ان بندھنوں سے آزادی حاصل کریں، جو تہذیب نے ہمارے گرد پھیلا رکھے ہیں۔ غور کرو ہماری چند روزہ زندگی میں کچھ خواہشات ہمارے ذہن میں پیدا ہوتی ہیں لیکن معاشرے کے بنا
ہوئے اصول اگر ان خواہشات کو بھی پورا نہ ہونے دیں تو پھر دنیا میں آنے کا کیا فائدہ؟"

"ٹھیک ہے جینگو، لیکن اگر تم پتھروں کے دور کی بات کرتے ہو تو اس دور کا انسان وحشی اور ناق
بھروسہ تھا۔ جبکہ آج کا انسان نہ تو وحشی ہے اور نہ ناقابل بھروسہ"۔

"ناقابل بھروسہ اور وحشی نہ کہو میرے دوست۔ اگر انسانیت کا یہی مزاج رہے تو کیا برا ہے؟"

"بہت برا ہے جینگو۔ خاص طور سے اس وقت جب زمین وجود میں آئی تھی اور انسان پہاڑوں جنگلوں میں رہتا تھا۔ اس وقت انسانی آبادی بہت کم تھی۔ اس کے ذرائع بہت کم تھے۔ وہ جنگلوں میں
کرتا تھا۔ لوگوں میں خلوص نہیں تھا۔ اگر انسانوں نے انسانوں کے بارے میں سوچا اور اپنی زندگی کو بہ
چاہا تو اس میں کیا برائی ہے؟"

"کوئی برائی نہیں ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں ضرور سوچنا چاہیے۔ لیکن ہمیں ا
اخلاق اور ایسے تمدن کی ضرورت نہیں ہے جو ہماری خواہشات کو زندگی کی قیمت دے کر حاصل کرنا پڑ
انسان اپنی کمزور ہستی کو دوسروں کا پابند کیوں کرے۔ تم خود سوچو کیا یہ صحیح ہے"۔

"ٹھیک ہے جینگو، لیکن اخلاقی اقدار سے روگردانی مناسب نہیں ہے"۔

"تو کیا ہماری سوچ غلط ہے؟"

"نہیں۔ لیکن معاشرے کے کچھ اصول و ضوابط بھی ہوتے ہیں"۔

"اصول، اصول کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم تہذیب کے بنائے ہوئے ان اصولوں ہی کے تو
ہیں"۔

"نہیں جینگو، یہ بات غلط ہے۔ ہمیں معاشرے کے اخلاق و ضوابط کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ انسان آزاد ضرور ہو لیکن کریہہ نہ ہو۔ کیا ضروری ہے کہ آزادی اپنے اخلاقی اقدار اور اصولوں کو روند کر حاصل کی جائے۔ نہیں جینگو آزادی اپنے اخلاقی اقدار کو برقرار رکھ کر بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہماری زندگی پر یہ سب چیزیں حاوی ہیں"۔

"لیکن ہم ان چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔ ہم اپنی اخلاقی اقدار سے نجات چاہتے ہیں۔ کیا دیتی ہیں یہ ہمیں۔ موت، زندگی سے عاری مردہ حیات، جس میں خوشی کی کوئی رمق تک نہیں"۔

"لیکن تم رشتوں کے تقدس کو کیوں بھول رہے ہو جینگو۔ ہمارے ہاں ماں باپ، بیٹی، بہن بھائی جیسے رشتے ہوتے ہیں اور ان سب پر ایک دوسرے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنوں کی اس تمیز کو کھو بیٹھیں گے تو خود کو خوش نہیں رکھ سکیں گے"۔

"جنس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"زندگی کی آرزو پیدا کرتی ہے۔ نمود کے فرائض انجام دیتی ہے" میں نے کہا۔

"پھر یہ قید کیوں ہے؟"

"معاشرے نے اس کے لیے اصول بنا دیے ہیں۔ دنیا کے کسی مذہب نے جنس پر پابندی نہیں لگائی ہے۔ ہاں کچھ اقدار کچھ سہارے ضروری ہیں"۔

"اوہ۔ مذہب۔ مذہب۔ کون سے مذہب کی بات کرتے ہو، انہوں نے خود کو منوانے کے لیے ایک تصور تخلیق کیا ہے۔ اسے خدا، گوڈ، اوم کہا کہ باقی سب جانے پہچانے تھے اور انسان ان سے خوفزدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دیکھو ان کتابوں کو ان میں گوڈ کہاں ہے؟"

" جینگو نے چند کتابیں نکال کر میری طرف اچھال دیں اور کتابیں زمین پر گر پڑیں۔

تب ایک کتاب درمیان سے کھل گئی۔ میں نے دیکھا وہ میری کتاب تھی اور اس پر میرا ایمان تھا۔ میں ایک گناہ گار انسان ضرور تھا۔ میں نے مذہب، انسانیت، معاشرہ سب کی دھجیاں اڑائی تھیں۔ میں کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ لیکن وہ میری کتاب تھی۔ وہ مقدس تصور جو زندگی کی سخت ترین کٹھن میں میرا محافظ تھا، مجھے سکون دیتا تھا۔

میرا ذہن تاریک ہو گیا۔ میری سوچ مردہ ہو گئی۔ میں نے اس مقدس کتاب کو اٹھایا۔ میرے دل سے آنسو ٹپکنے لگے۔ مجھے پسینہ آ گیا تھا۔ میں نے اس کتاب کو سینے سے لگا لیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اسے اپنے وجود میں سمو لوں۔ میں دیوانہ وار اسے چومنے لگا۔ پھر میں نے ادب سے اسے ایک طرف رکھ دیا۔

" جینگو" میری آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔ اس نے ان سب کو لرزا دیا۔ " جینگو کتے تو نے، ایک ناپاک انسان نے کائنات کی توہین کی ہے۔ میرا رواں رواں اس مقدس کتاب کے تقدس کا امین ہے۔ بدبخت، ذلیل انسان میں تجھے فنا کر دوں گا" نہ جانے میری آواز کو کیا ہو گیا تھا۔ میں نے ایک وحشیانہ دھاڑ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ اس پر چھلانگ لگا دی اور جینگو کو رگیدتا ہوا دور تک لے گیا۔ کمرے میں شدید ہڑبونگ مچ گئی۔ میں نے اپنے دانتوں سے جینگو کو ادھیڑ ڈالا۔ میں نے اسے لہولہان کر دیا۔

"خدا کی قسم' خدا کی قسم میں تجھے فنا کر دوں گا۔ میں ترلوکا کو...... صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔ جی میں ترلوکا کے ایک ایک پیرو کا دشمن ہوں۔ خدا کی قسم میں زمین سے تمہارا ناپاک وجود مٹا دوں گا۔ یہ کتا زندہ ہے جینگو' زندہ رہے گی۔ اس کے خدمت گار رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ میں تجھے۔ میں تجھے......"

اور پھر ان سب نے مل کر مجھے جینگو کے جسم سے اٹھا لیا۔ ڈوڈو نے زور سے میرے سینے پر ک ماری تھی لیکن میں تو وحشی ہو گیا تھا۔ میں نے ڈوڈو کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ جینگو دوڑ ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ وہ دروازے سے ٹکرا کر گرا بھی تھا۔ اب کمرے میں دو چار افراد تھے اور میں تنہا۔ ڈوڈو شگاگو کا چیمپئن تھا لیکن جگہ جگہ سے زخمی نظر آ رہا تھا۔ پھر کسی نے میرے سر پر کوئی وزنی چیز دے ماری اور میرے اعضاء مضمحل ہو گئے۔ میں تاریکیوں میں جا سویا۔ سکون کی گہری نیند۔

نہ جانے کب آنکھ کھلی۔ ایک کمرہ تھا جس میں میں ایک بستر پر پڑا ہوا تھا۔ ایک دبلی پتلی سی لیکن بے حد خوبصورت نرس میرے نزدیک بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی۔ میں نرس کے سفید چہرے کو دیکھنے لگا میں نے محسوس کیا کہ میرے سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔

"نرس" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اسے آواز دی۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر کتاب رکھ کر میرے نزدیک آ گئی۔ یہ کون سی جگہ ہے نرس؟"

"ذہن پر زیادہ زور نہ دو" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اگر تم بتا دو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا"۔

"تمہارے لیے بہتر نہیں ہے' باہر تمہارے دشمن پہرہ دے رہے ہیں"۔

"جینگو کے آدمی؟"

"ہاں"

"عمارت بھی جینگو کی ہے؟"

"ہاں" نرس نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لی۔

"کچھ اور بھی بتاؤ گی نرس؟"

"ذہن پر زور نہ دو تو بہتر ہے" اس نے کہا اور میں چند ساعت خاموش رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا:

"تم بھی ترلوکا کی پیروکار ہو؟"

"میرا خیال ہے تمہیں اپنی بیماری کے بارے میں گفتگو کرنی چاہیے۔ ان باتوں سے تمہیں کیا سروکار؟"

"یہ تو میری بیماری ہے نرس۔ جواب دو۔ کیا تم اس کی پیروکار ہو؟" میں نے پوچھا۔

اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولی:

"میں جو کچھ بھی ہوں اپنے طور پر درست ہوں"۔

"میں تلخ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ نرس اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے میری طرف رخ کیا اور بولی:

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ تم سے کیا اپنی ضرورت بیان کروں گا؟"

"کیوں آخر میری طرف سے اتنے بددل ہو' کیا صرف اس لیے کہ میں تمہاری ایک ایسی خواہش پوری نہ کر سکی جس کا تعلق میری ذات سے تھا"۔

"یہ بات نہیں ہے نرس' بلکہ تم شکر کرو کہ تمہاری زندگی کا انحصار ہی اس بات پر ہے کہ تم نے مجھے اپنے بارے میں نہیں بتایا"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک پڑی۔

"اگر تم ترلوکا کی پیروکار ہو تو میں تمہیں قتل کر دوں گا"

نرس بدستور مجھے سپاٹ نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا:

"تم ترلوکا سے اس قدر نفرت کیوں کرتے ہو؟"

"کیا تمہیں ترلوکا سے عقیدت ہے؟" میں نے پوچھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک لطیف سی لکیر کھنچ گئی۔

"اس لیے نہیں منع کر رہی کہ تم مجھے قتل کر دو گے' بس تمہاری ضدی طبیعت کو دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ تمہیں مطمئن کر دوں۔ میں ترلوکا سے شدید گھن کھاتی ہوں۔ میں اس سے نفرت کرتی ہوں" اس نے سخت زہریلے لہجے میں کہا اور میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے ایک دم سکون کا احساس ہوا کہ گویا میرے علاوہ بھی اس گروہ میں کوئی ایسا ہے جو ترلوکا اور جینگو سے نفرت کرتا ہے"۔

"تم نے جینگو کو زندگی بھر کے لیے بہت سی چیزوں سے محروم کر دیا ہے۔ وہ خاصا زخمی ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"تم خود اسے دیکھ لو گے۔ بہت جلدی وہ تمہارے سامنے آئے گا۔ ویسے اس وقت جدید ترین طریقوں پر اس کا علاج ہو رہا ہے"۔

"اوہ کیا وہ اتنی خراب پوزیشن میں ہے؟"

"نہ صرف وہ بلکہ وہاں موجود تمام لوگ بھی۔ ڈوڈو جو امریکہ کا بہترین ریسلر تھا' موت اور زندگی کے درمیان لٹک رہا ہے۔ ان میں سے ایک شخص مر چکا ہے اور دوسرا شدید زخمی ہے۔ کسی کو بھی نہ چھوڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم نے"۔

میں اس لڑکی کی سپاٹ سی کیفیت پر غور کر رہا تھا۔ نہ جانے کس قسم کی تھی۔ پھر بھی اس نے جو کچھ بتایا تھا' اسے سن کر مجھے بے پناہ خوشی ہوئی تھی۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر جینگو کے ساتھی میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہے ہیں۔ انہیں تو مجھے ختم کر دینا چاہیے تھا"۔

"وہ یہی کرتے لیکن جینگو نے بے ہوش ہونے سے قبل انہیں منع کر دیا تھا"۔

"کیا مطلب؟"

"پتہ نہیں' بس وہ ایسا ہی بے تکا آدمی ہے۔ اس نے خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ تمہیں تکلیف نہ ہونے پائے" نرس نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔

یہ تو قدرت کے راز تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ ظاہر ہے ہوریشو نے بھی یہی کہا اس خبط میں مبتلا ہو گیا تھا کہ مجھے زچ کر کے مارے گا اور بالآخر اس کا یہ خبط اسے لے ڈوبا۔ جینگو بھی ایسا ہو گا۔ اسے بھی اپنی شکست یا توہین کا بدلہ لینے کی خواہش ہو گی۔ وہ اپنے لوگوں میں ذلیل ہو گیا تھا۔ اگر اس کے آدمی مجھے قتل کر دیتے تو یہی کہا جاتا کہ میں جینگو کو اس حالت میں پہنچانے کے بعد اس کے آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ لیکن یقینی طور پر جینگو میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرنا چاہتا تھا جس سے اس کی اپنی گری ہوئی ساکھ بحال...... ہو جائے۔

میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا تھا کہ میری روح کے وہ داغ دھل جائیں جن سے وہ اذیت زدہ تھی۔ لیکن بخشش کا تصور بھی میرے لیے حسرت انگیز تھا۔ بھلا مجھ جیسے انسان کی بخشش کیسے ہو سکتی ہے جس کے ہاتھوں ہزاروں انسانوں کو اذیت پہنچی تھی۔

ہوش آنے کے بعد بھی میرے خلاف کوئی تحریک نہیں ہوئی۔ میں تیزی سے روبہ صحت تھا۔ وہ نرس میرے لیے ایک معمہ بن گئی تھی۔ دبلی پتلی سی حسین نقوش والی لڑکی جو مسکرانا تو جانتی ہی نہ تھی۔ وہ ایک مشین کی طرح اپنے کام کرتی اور اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ ہوتا تھا۔

"نرس" ایک دن میں نے اس سے کہا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی "کیا تمہارے یہاں اور کوئی نرس نہیں ہے؟"

"نہیں" اس نے مختصر کہا۔

"میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا"۔

"کیا یہ ضروری ہے؟"

"ہاں۔ خاص طور سے اس لیے کہ تم بھی میرے مسلک سے متفق ہو"۔

"غلط خیال ہے تمہارا" اس نے تلخی سے کہا۔

"میرا مسلک کچھ اور ہے"۔

"کیا؟"

"تین اپاہج انسانوں کی پرورش اور بس"۔

"کون ہیں وہ؟"

"براہ کرم فضول باتوں میں نہ الجھیں۔ میں آپ کی شکرگزار ہوں گی"۔

"اپنا نام بھی نہیں بتاؤ گی؟" میں نے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میریا ڈالسنک" اس نے جواب دیا۔

اور یہ نام آپ کے لیے اجنبی نہ ہو گا۔ یہ وہی میریا ہے جو بعد میں راجہ نواز اصغر کی بیوی بنی۔

☆ ☆ ☆

میں خاموشی سے میریا کو دیکھتا رہا۔ یہ نرم و نازک سی لڑکی نہ جانے اپنے اندر کون کون سے اسرار رکھتی تھی۔ بہرحال اس سے زیادہ میں اس سے کچھ پوچھنے میں ناکام رہا۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی اور میں ان تین اپاہج انسانوں کے بارے میں بھی کچھ نہ جان سکا جن کی پرورش اس کا مسلک تھی۔

ہاں چوتھے دن اس نے مجھے اطلاع دی "ڈوڈو بھی مر گیا۔ غالباً" اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی"۔

"اوہ...... مجھے افسوس ہے۔ بہرحال خوب آدمی تھا۔ اور اس نے فرانس میں مجھے بہت سی سہولتیں فراہم کر دی تھیں"۔

میریا نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

بالآخر چھٹے دن مجھے طلب کر لیا گیا اور جس کمرے میں مجھے لے جایا گیا تھا' وہ تاریک تھا۔ پھر اچانک کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی اور کمرے کے درمیان ایک اپاہجوں والی کرسی پر جینگو نظر آیا۔ اس کی ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور کئی جگہ سے وہ ٹوٹا پھوٹا نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بات یہ ہے مسٹر پیکر" اس نے بھاری آواز میں کہا "ہم لوگ ذاتی دشمنی کے قائل نہیں ہیں۔ ہم تو عدم تشدد کا پرچار کرتے ہیں۔ ہمیں مذاہب سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ کمزور انسان بہت سی حسرتیں اور خواہشیں لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اور ان خواہشوں کو دبانے کے لیے ان آرزوؤں کے نہ پورا ہونے کی حسرت کو چھپانے کے بعد مذاہب تراشے گئے ہیں اور ان مذاہب کے پیروؤں نے جزا و سزا کا تصور دیا ہے۔ ناکاموں کے لیے جنت تخلیق کی گئی ہے تاکہ وہ ایک اور زندگی کی آرزو میں سلگتے رہیں۔ انتظار کرتے خوشی ہیں' انسانوں کے ساتھ یہ کتنا بڑا مذاق ہے۔ وہ خوشی جو انہیں زندہ رہ کر نہیں مل سکی' مرنے کے بعد پوری ہو جائے گی' واہ......!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جینگو ہنس پڑا۔

میں خونی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیا ہو گیا تھا مجھے۔ مذہب کے خلاف ایک لفظ میرے بدن میں چنگاریاں سی سلگا دیتا تھا۔ جینگو کی یہ بکواس مجھے سخت ناگوار گزر رہی تھی۔ وہ بدبخت منحوس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میرے پیچ و تاب کا اندازہ کر رہا تھا۔ پھر وہ اسی سرد لہجے میں بولا:

"میں جانتا ہوں کہ تمہیں میری یہ گفتگو سخت ناگوار گزر رہی ہے۔ کیا میرا خیال غلط ہے؟"

"بالکل نہیں" میں نے غرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "میرا بس چلے تو میں تیرے بدن کے چیتھڑے اڑا دوں۔ تیری پوری کھال، تیرے بدن سے ادھیڑ دوں اور اس کے بعد تیرے تڑپنے کا تماشا کروں اور تیرے ان ہونٹوں کو تیرے چہرے سے جدا کر دوں جن سے یہ غلیظ لفظ نکل رہے ہیں"۔

"بے شک تمہارے دل میں یہی آرزو ہوگی۔ کیونکہ تم پر مذہب کا بھوت سوار ہے لیکن میری بات کی حقیقت پر غور کرو۔ تم نے مجھے سخت زخمی کر دیا ہے۔ میں اگر چاہوں تو چاروں طرف سے تمہارے جسم پر گولیوں کی بارش ہو جائے اور تمہارا ہر رواں خون اگلنے لگے۔ لیکن مجھے دیکھو' مجھے اپنے افکار و خیالات کس قدر قابو ہے اور ان سے کس حد تک متاثر ہوں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ ذاتی دشمنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ انسان کمزور ہے۔ وہ برائیاں بھی کرتا ہے اور اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس برائی کا بدلہ نہ دو۔ ہاں عقیدوں سے ٹکرانے والے موت کے مستحق ہوتے ہیں۔ تو میرے دوست! عظیم ترلوکا کا حکم ہے کہ دشمن کو حجت سے زیر کرو۔ تم نے مجھے زخمی کیا ہے۔ میں اس کا بدلہ ہر طرح سے لے سکتا ہوں۔ میں اس کا بدلہ یہی سمجھتا ہوں کہ تمہیں اپنے عقائد سے متاثر کر دوں"۔

"ایسا کبھی نہیں ہوگا جینگو' ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ میں تمہارے نام نہاد عظیم ترلوکا پر لعنت بھیجتا ہوں" میں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔

"ایسا ہی ہوگا میرے دوست' بالکل ایسا ہی ہوگا۔ میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں تم سے بات کروں گا' میں تمہیں قائل کروں گا اور اگر تم قائل ہو جاؤ تو میرا مشن کامیاب ہے"۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ہمیں مذاہب سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ کمزور انسان کے لیے سہارے ہوتے ہیں اور ہم ان کمزور انسانوں سے ان کے سہارے کیوں چھینیں۔ ہاں وہ جو ذہین ہیں' دنیا میں اپنے لیے کوئی جگہ بنانے کی قدرت رکھتے ہیں' ان کا عقیدہ البتہ اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ وہ ان ناکام فرقوں میں نہ آئیں۔ تم بتاؤ کون سے مذہب کی بات کرتے ہو' عیسائیت کی؟ حضرت عیسیٰؑ نے کیا پیغام دیا۔ انسان کو انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا اور انہی اچھائیوں کے بدلہ میں جنت دینے کا وعدہ کیا گیا۔ اب تم سوچو' انسان جو اپنی ذات پر قادر بھی نہیں ہے' ان غیر معمولی بوجھوں کو کیسے اٹھا سکتا ہے۔ جو مذہب نے اس پر عائد کیے ہیں۔ ہم جب اپنی ضرورتوں میں ناکام رہتے ہیں اور وہ ضرورت کسی بھی انداز میں پوری ہو

لیکن ہم وہ انداز اس لیے اختیار نہیں کرتے کہ ہم خود کو اس انداز میں بھرپور طریقے سے قادر نہیں پاتے ہیں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ترلوکا کی تعلیمات بھی عدم تشدد کا پرچار کرتی ہیں۔ تو کیا تم مہاتما بدھ کی بات نہ کرو گے جس نے یہی سب کچھ کہا ہے۔ اور دوسرے کس مذہب کی بات کرنا چاہتے ہو۔ مسلم مذہب کو دیکھ لو' اس میں جو اچھائیاں پیش کی گئی ہیں' تو کیا تمام پیغمبروں نے ایک ہی پیغام نہیں دیا ہے۔ مجھے بتاؤ' کیا انہوں نے یہ نہیں کہا ہے کہ ایک دوسرے پر تشدد نہ کرو۔ جب سب یہی کہتے ہیں تو ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ اس کا مقصد ہے ہمارے عقائد تمام مذاہب کا مجموعہ ہے۔ حالانکہ ان مذاہب کے ماننے والوں کی حقیقت دیکھو۔ ان میں سے کون ہے جو اپنے مفادات کے لیے اپنے مذاہب سے منہ نہیں موڑتا۔ اپنے مذاہب کے عقائد سے پہلو تہی نہیں کرتا۔ اس کا مقصد ہے کہ انہیں جو تعلیمات دی گئی ہیں' وہ ان کی فطرت سے میل نہیں کھاتیں۔ ہمارا کوئی مذہب نہیں ہے' ہم صرف مذہب انسانیت کے قائل ہیں اور کمزور انسانوں پر اتنے بوجھ نہیں ہونے چاہئیں' جنہیں وہ نہ اٹھا سکیں"۔

"مذہب نے ہر مشکل کا حل پیش کیا ہے جینگو' کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے"۔

"اچھا ایک بات بتاؤ" جینگو نے بڑے ہی دوستانہ انداز میں کہا اور میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"تمہارا تعلق کس مذہب سے ہے۔ کیا عیسائی ہو؟"

"نہیں"۔

"پھر کون ہو۔ دیکھو خود کو چھپانا بزدلی کی بات ہے اور اگر تم مذاہب کے وکیل کی حیثیت سے میرے سامنے کھڑے ہو تو سب سے پہلے خود کو صاف کر کے میرے سامنے پیش کرو" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں مسلمان ہوں"۔

"کیا۔۔۔۔۔؟" جینگو اچھل پڑا۔ "مسلمان؟" اس نے تعجب سے کہا۔

"ہاں"۔

"لیکن تمہارا نام۔۔۔۔۔ تمہارا نام تو....." وہ عجیب سے انداز میں بولا۔

"میرا اصلی نام راجہ نواز اصغر ہے" میں نے جواب دیا۔

"راجہ نواز اصغر" جینگو نے زیر لب کہا۔

"ہاں راجہ نواز اصغر" میں نے جواب دیا۔ میرے اندر مسرتیں ابھر رہی تھیں۔ آج مجھے اپنا نام لیتے ہوئے کسی شرم کا احساس نہیں ہوا تھا"۔

"لیکن پیکر کون ہے؟"

"ایک فریب جو مر چکا"۔

"وہ فریب کیوں زندہ تھا اور کیوں مر گیا؟"

"اس کا کوئی جواب نہیں ملے گا"۔

"تو تم مسلمان ہو"۔

"ہاں"۔

"ایک ایسے مذہب کے پیرو جو سب سے زیادہ کٹر ہے۔ لیکن کیا تم اپنے مذہب سے مطمئن ہو اصغر؟"

"جہاں تک مذہب کی بات ہے' میرا مذہب دنیا کا آخری اور سب سے مکمل مذہب ہے"۔

"کیا اس مذہب نے مکمل انسان تخلیق کیے؟"

"ایسے ایسے مکمل انسان جن کی مثال انسانیت کی تاریخ دینے سے قاصر ہے' اگر تمہاری کوئی ہے تو میرے مذہب کا مطالعہ کرو" میں نے فخر سے کہا۔

"تمہاری بدقسمتی سے میں نے ہر مذہب کا مطالعہ کیا ہے۔ ان لوگوں کی بات کرو گے جو بانیٔ مذ ان سے قریبی لوگ تھے۔ اس کے بعد کیا تمہارا مذہب افراتفری کا شکار نہیں ہو گیا؟"

"مذہب اپنی جگہ مضبوط اور ٹھوس ہے۔ چند انسانوں کے انفرادی کردار کی بات دوسری ہے۔ انسان تو بقول تمہارے کمزوریوں کا مرقع ہوتا ہے"۔

"وہی میں کہہ رہا ہوں۔ جب کوئی مذہب انسان کو مکمل نہیں کر سکتا تو پھر اس کا سہارا لی ضرورت ہی کیا ہے؟"

"دیوانوں کی سی باتیں کر رہے ہو جینگو' اگر مذہب اور اس کے اقدار انسان کی ذات کی حفا کرتے تو یہ دنیا بھیڑیوں کا غول ہوتی۔ ہر طاقتور اپنے سے کمزور کو کھا جاتا۔ انسان سے بڑا درندہ روئے دوسرا کوئی نہیں ہے۔ یہ محب انسانیت لوگوں کی کوششیں ہی ہیں جن کی وجہ سے بھیڑیوں کا یہ غول ہے اور انسان سکون سے زندگی گزار رہے ہیں"۔

"سکون کی زندگی' ہونہہ' تم اسے سکون کی زندگی کہتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔ اگر مذاہب کی دیوار نہ ہوتی تو ہر شخص بے سہارا ہوتا اور تم جیسے لوگ کسی اس انسان کو زندہ نہ چھوڑتے جو تم سے منحرف ہوتا"۔

"بے کار بات ہے۔ جب تم اپنے آپ کو کسی تعلیم سے پوری طرح متاثر نہیں کر پاتے تو تعلیمات کا دامن کیوں پکڑتے ہو خود کو آزاد چھوڑ دو"۔

"ہمارے اندر جو خامیاں ہوتی ہیں' ہمارا ضمیر ان پر شرمندہ رہتا ہے اور یہ شرمندگی مذہب ہے۔ اگر یہ عطیہ نہ ہوتا تو ہر برائی کے لیے برائی کا تصور ہی مٹ جاتا اور ہر انسان کھلم کھلا برائیاں کرتا"۔

"یہ خوب بات ہے۔ تم جو کرتے ہو اسے انسانی کمزوری قرار دیتے ہو اور جو نہیں کر پاتے لیے مذہب پر احسان رکھ دیتے ہو"۔

"یہی کیا کم ہے جینگو کہ ہم جو برائی کرتے ہیں اس پر پشیمان رہتے ہیں۔ میں نے کہا نا کہ اگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پشیمانی کی چادر بھی الٹ جائے تو یہ دنیا جہنم بن جائے"۔

"کیا انفرادی طور پر ہر شخص یہی سوچتا ہے؟"

"ضمیر سب کے اندر پوشیدہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کی ٹیسوں سے متاثر نہ ہو تو ضمیر کا کیا قصور؟"

"میں تم سے تمہاری بات کرتا ہوں"۔

"ضرور کرو میرے دوست' میرا خیال ہے تم وہ کر رہے ہو جو میرے لیے شدید بہتری کا باعث ہے۔ میں جو اپنی ذات میں اتنی خامیاں پیدا کر چکا ہوں کہ اب ان گڑھوں کو بھرنے کا تصور بھی ذہن میں آتا ہے تو خود کو بے حد کمزور پاتا ہوں۔ اگر تمہاری اس کوشش سے میری اصلاح ہو جائے تو میں تمہیں اپنا دوست ہی سمجھوں گا"۔

"ہاں ہاں۔ خوبصورت گفتگو کرنا بڑی اچھی بات ہے۔ تو میں تم سے کہہ رہا تھا کہ میں تم سے تمہاری ذات کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ تم جس مذہب کے پیرو ہو' اس کی تعلیمات ضرور تمہاری نگاہ میں ہوں گی"۔

"بے شک ہیں"۔

"کیا تم اپنے آپ کو مطمئن پاتے ہو کہ تمہارے مذہب نے تمہیں جو تعلیمات دی ہیں' تم انہیں پورا کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں اپنے مذہب کا مذاق ہوں۔ میں ان تعلیمات سے نفی کر رہا ہوں جو میرے مذہب نے مجھے دی ہیں" میں نے جواب دیا۔

"اور یہ بات تم فخر سے کہہ رہے ہو؟"

"نہیں۔ انتہائی شرمندگی کے ساتھ"۔

"خوب خوب۔ یہ شرمندگی کب سے لاحق ہے؟" جینگو نے سوال کیا۔

"اس وقت سے جب میں نے پہلی برائی کی اور میرے ضمیر نے مجھے اس برائی کے خلاف پہلی بار آواز دی"۔

"تو اس کے بعد تم دوسری برائی کیوں کرتے رہے؟"

"اس لیے کہ میں اس کمزور دنیا کا کمزور انسان تھا"۔

"واہ۔ اچھا طریقہ ہے"۔

"نہیں جینگو' میں تم سے تمہارے ہی الفاظ دہرا رہا ہوں۔ مذہب نے ہمیں اچھائیوں کی جانب کیا۔ لیکن انسانی کمزوری ان اچھائیوں کو مانتے ہوئے بھی ان پر عمل نہ کر سکی"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوہ تو پھر اس کمزوری کو تم کہاں لے جاؤ گے میرے دوست۔ جب تم محسوس کرتے ہو کہ ا فطرت کی کمزوریاں یہ وزن نہیں اٹھا سکتیں تو تم اس بوجھ سے آزاد کیوں نہیں ہو جاتے؟"

"اس لیے کہ یہ بوجھ' بوجھ نہیں ہے۔ بلکہ روح و قلب کی صفائی کے لیے ایک مجرب نسخہ ہے۔"

"جسم کی گندگی کے لیے کوئی مجرب نسخہ نہیں ہے تمہارے مذہب میں؟" جینگو نے سوال کیا۔

"بے شمار' لیکن اگر ہم عمل کرنا چاہیں تو۔"

"تو پھر عمل کرنے کے لیے کوئی ذریعہ کیوں نہیں بتایا گیا؟"

"بے شمار ذرائع بتائے گئے ہیں۔ لیکن بات وہی انسانی کمزوری کی آ جاتی ہے۔"

"میرا خیال ہے تمہاری گفتگو احمقانہ ہے" جینگو نے کسی قدر الجھ کر کہا۔

"نہیں جینگو! بلکہ تم لاجواب ہو گئے ہو۔"

"اوہ۔ محض بکواس۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم مذہب کی پیروی کرنا چاہتے ہو تو اس کے بارے سوچو مت بلکہ عمل شروع کر دو۔"

"ہاں ہاں۔ بنیادی عمل بے حد ضروری ہیں۔ اگر ہم ان پر ہی کاربند ہو جائیں تو میں سوچتا ہوں کم از کم مذہب کا ایک سلسلہ تو پورا ہو ہی جائے۔"

"تو تم کاربند کیوں نہیں ہوتے؟"

"میں ہونا چاہتا ہوں۔"

"خوب خوب" جینگو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ "تو سنو میرے دوست' تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اپنے مذہب کی اچھائیوں کو نگاہ میں رکھو اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کر ماحول کو دیکھ کر میں یہ کوشش کروں گا کہ وہ اچھائیاں تمہیں کوئی سہارا نہ دے سکیں۔ تم اچھائیوں کی جا راغب ہو تو برائیاں تمہاری مجبوری بن جائیں اور اگر تم ان اچھائیوں کو قبول کرنے سے قاصر رہو تو پھر کی طرف آ جانا۔ تمہارے لیے کھلی دعوت ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تم جو کچھ کر چکے ہو' اس کے صلے میں تمہیں بدترین سزا دی جانی چاہیے تھی۔ لیکن ترلوکا عجیب غریب فطرت کا مالک ہے۔ اس نے ہماری روح میں جو احساسات پیدا کر دیے ہیں' ان کے تحت جینگو آزادی بخشتا ہے۔ جاؤ تم کبھی ہماری دسترس سے باہر نہ رہو گے۔ لیکن تم ان اچھائیوں کو تلاش کرو جو مذہب کی طرف لے جاتی ہیں۔ اگر تم انہیں پانے میں کامیاب ہو گئے تو تمہارے ہی حق میں بہتر ہے' لیکن تم انہیں پانے میں ناکام رہے تو پھر تمہیں ترلوکا کے حضور پیش کر دیا جائے گا تاکہ وہ تمہاری اصلاح قلب سکے۔"

میں نے چند ساعت سوچا۔ جینگو نے مجھے بہت بڑا چیلنج دیا تھا اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس

قبول کر لوں۔

"ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔ میں نے جواب دیا اور جینگو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لیکن نواز اصغر' اگر تم نے پیرس سے فرار ہونے کی کوشش کی تو پھر ترلوکا کے مجرم کی حیثیت سے تمہیں گولی مار دی جائے گی۔"

"تو میں ترلوکا کا قیدی ہوں؟"

"نہیں۔ اس کے مجرم۔ تم نے اس کی ذات کا چیلنج قبول کیا ہے' مردانہ وار مقابلہ کرو اور اسے شکست دو۔ بھاگ جانے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ اگر تم یہ چیلنج نہ قبول کرتے تو جو جرم تم کر چکے ہو' اس کے عوض تمہیں اسی جگہ گولی مار دی جاتی اور تم جانتے ہو ہم یہ کر سکتے تھے۔"

"ہوں" میں نے گردن جھکا کر سوچا۔ بات ٹھیک تھی۔ اس وقت یہ لوگ ایسا کر سکتے تھے۔

"کیا سوچا؟"

"تمہارا ایک مطالبہ میں تسلیم کرتا ہوں۔"

"کیوں؟"

"پیرس نہیں چھوڑوں گا۔ اس وقت تک جب تک کہ تم نہیں چاہو گے۔"

"یہ ایک سچا فیصلہ ہے؟"

"ہاں۔"

"اس کی وجہ؟"

"میں اس بات کو مانتا ہوں کہ اس وقت تمہارے قبضے میں ہوں اور تم مجھے مار سکتے ہو۔ چنانچہ اگر میں تم سے کسی وعدے کے عوض زندگی مانگ رہا ہوں تو اس وعدہ کو ضرور پورا کروں گا" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ میں اسے تمہارے مذہب کی سچائی سمجھے لیتا ہوں۔ ہاورڈ" اس نے کسی کو آواز دی اور ایک آدمی ایک ستون کے عقب سے نکل آیا۔ جینگو نے پورے انتظامات کیے تھے۔ ظاہر ہے اس نے مجھے سمجھ لیا تھا۔

"یس سر!" آنے والے نے گردن جھکا کر کہا۔

"اسے بے ہوش کر کے کسی مناسب جگہ ڈال آؤ" جینگو نے کہا اور اس شخص نے پستول نکال لیا۔ دوسرے لمحے اس نے میرے چہرے کی طرف رخ کر کے فائر کر دیا۔ میں اتنا بے بس تھا کہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ لیکن پستول سے گولی کی بجائے ایک بھورے رنگ کا غبار نکلا تھا۔ پھر یہ غبار میری ناک سے ٹکرا لیا اور میرا سانس بند ہو گیا۔

لاکھ کوشش کے باوجود میں سانس نہ لے سکا اور دم گھٹنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا۔ یہ بے ہوشی نہ جانے کتنی طویل تھی۔ بہرحال ہوش آیا۔ قرب و جوار کے ماحول کو دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ یہ کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پارک ہے۔

میں ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔ پارک میں پرندوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنا چاہا لیکن کلائی خالی تھی۔ ایک لمحے تو میں حیران ہوا کہ اس نے میری گھڑی کیوں اتار لی لیکن دوسرے لمحے میں نے کسی احساس کے تحت اپنی جیبوں کو ٹٹولا۔

کچھ بھی نہیں تھا۔ بدن کے لباس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ یہاں تک کہ میرے پیروں میں جوتے بھی نہیں تھے۔

”شکر ہے“ میں نے ایک گہری سانس لی۔ مجھے ایک صبح یاد آگئی تھی جب ہوریشو نے ہمیں بز... کے ایک کوڑا گھر پر پھنکوا دیا تھا اور شہر کے لوگ ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔ وہ تو بھلا ہو سردارے کا اس... پاگل پن کا ڈھونگ رچا کر بروقت جان بچائی تھی۔ ورنہ نہ جانے کیا ہوتا۔ ان شریف لوگوں نے صرف... چرائے تھے۔

میری نگاہ چاروں طرف بھٹکنے لگی اور پھر اچانک ہی میرے ذہن میں اس بنچ کا خیال آیا جو مجھ... کچھ فاصلے پر تھی۔ اس بنچ پر ایک بوڑھا فرانسیسی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اس نے دونوں پاؤں اٹھا کر بنچ پر رکھ... تھے اور اس کے جوتے نیچے رکھے ہوئے تھے۔

ایک لمحے میں میرے ذہن میں آیا کہ ان جوتوں کا سائز میرے پیروں سے مختلف نہیں تھا اور... ہے اس کی جیب میں بھی کچھ موجود ہو۔ بہت عمدہ۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

لیکن دوسرے لمحے میرے ذہن میں کچھ عجیب سی آوازیں گونجنے لگیں۔ یہ آوازیں----- آوازیں----- میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ یہ آوازیں میرے مقدر میں تو نہیں تھیں۔... زبان کی یہ آیات میرے لیے ناقابل فہم تھیں لیکن میرے ذہن و دل کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔

مجھے کیا سمجھایا جا رہا تھا۔ ہاں ٹھیک تو ہے۔ ٹھیک ہی تو ہے۔ پوری زندگی برائیوں کی تلاش... سرگرداں انسان' اب نیکیوں کے راستے تلاش کر رہا تھا۔ یہ رہنما آوازیں۔ یہ رہنما آوازیں یہ آوازیں... سے آ رہی ہیں؟“

”بائیں سمت چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ صورت شکل سے عرب باشندے معلوم ہوتے... ایک کے سامنے ٹرانزسٹر رکھا ہوا تھا اور کہیں سے تلاوت ہو رہی تھی لیکن یہ رہنما آوازیں تو میرے... تھیں۔

میں نے رخ بدل لیا۔ اس بوڑھے فرانسیسی کے جوتے اس کے اپنے تھے' میرے لیے نہیں... تب میرے اندر ایک استقامت ابھری۔ ایک احساس ابھرا اور میں نے وہ جوتے حاصل کرنے کا فیصلہ ترک... دیا۔

لیکن اب----- اب کیا کروں۔ شام ہو چکی تھی۔ پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔

”اونہہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ سینکڑوں دن اور سینکڑوں راتیں عجیب و غریب گزری ہیں۔ وہ برے دن اور بری راتیں۔ یہ اچھائیوں کی تلاش ہے۔ یہ سچ مچ نروان کی تلاش ہے تو اس سے گھبرا جانا کیا معنی!

اور میرے اندر ایک ایسا عزم ابھرا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ننگے پیروں کو میں بھول گیا تھا۔ میں اٹھا اور باہر نکل آیا۔ پارک کے باہر نیولی پارک کی ایک سل لگی ہوئی تھی۔ سامنے ہی نیولی کا پل نظر آ رہا تھا۔

تھوڑے فاصلے پر سپر مارکیٹ' ریستوران اور ایسی ہی چیزوں کی بھرمار تھی۔ کشادہ سڑکیں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ میں چل پڑا۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر۔ اس ایک نامعلوم منزل کی طرف۔

پھر ایک سپر مارکیٹ کے قریب ایک بوڑھی عورت نے مجھے اشارے سے قریب بلایا اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

”فرنچ؟“ اس نے تذبذب انداز میں مجھے دیکھا۔

”نہیں“۔

”پھر کون ہو؟“

”مشرقی“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ“ اس نے گہری سانس لی۔ وہ مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھ رہی تھی“ تمہارے جوتے کہاں ہیں؟“

”چوری ہو گئے“۔

”کب۔ کیسے؟“

”بس پارک میں تھا۔ کسی نے جوتے اور جیب میں جو کچھ تھا' غائب کر دیا“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”حالانکہ فرانس میں ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ شاید وہ بھی کوئی مشرقی ہوگا“ عورت نے طنزیہ انداز میں ...راتے ہوئے کہا۔

”اور کچھ کہنا ہے آپ کو؟“

”نہیں۔ بس تم عجیب لگے تھے۔ میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں؟“

”شکریہ“ میں نے جلے کٹے انداز میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔

”اوہ۔ سنو تو سہی۔ سنو میرا مقصد تمہاری توہین نہیں تھا۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں“۔

”تم سفید نسل کی گھٹیا عورت' جس کا نہ کوئی ماضی ہوتا ہے' نہ مستقبل۔ تم کسی کی کیا مدد کر سکتی ہو“ میں نے نفرت سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ بوڑھی میری شکل دیکھتی رہ گئی تھی۔ مجھے اس کے ریمارکس پر غصہ آ رہا تھا۔ اور پھر شاید بھوک کی بھی کچھ جھنجلاہٹ تھی۔ سب کچھ کر سکتا تھا۔ ذرا سی دیر میں فراہم ہو جاتیں لیکن جینگ کا چیلنج بھی تھا اور اپنا احساس بھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے ان لوگوں کی تکالیف یاد آ گئیں جنہوں نے راہ حق میں نہ جانے کتنی مصیبتیں جھیلی
میں تو ابھی حق کی تلاش میں پہلا قدم رکھ رہا تھا۔ تب میرے دل سے ایک دعا نکلی "خدائے قدو
ثابت قدم رہوں۔ جو راستہ اختیار کیا ہے' اس سے نہ ہٹوں۔ تو میری مدد کر"۔

اور یہ آرزو کچھ اس انداز میں بیدار ہوئی تھی کہ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ میں
اور پھر ایک جگہ رک گیا۔ میری نگاہ ایک اور بوڑھی پر پڑی تھی جو اپنے سامنے سامان رکھے پریشانی سے
ادھر دیکھ رہی تھی۔ مجھ پر نگاہ پڑی تو اس نے اشارے سے مجھے بلایا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"سوری بوائے۔ مجھے ٹیکسی کی تلاش ہے۔ پلیز میری مدد کرو۔ بہت دیر سے پریشان ہو رہی
اس نے کہا۔

"ٹیکسی کہاں سے ملے گی مادام؟"

"یہاں کوئی پبلک بوتھ بھی نہیں ہے۔ یا تو کہیں سے فون کر دو یا......" عورت نے کہا اور
ایک ٹیکسی آتی دیکھ کر چونک پڑی "اوہ پلیز" اس نے استدعا کی اور میں ٹیکسی کی طرف دوڑ گیا۔
ٹیکسی رکی اور عورت کا سامان اٹھا کر اس میں رکھ دیا۔

عورت اندر بیٹھ گئی۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور ایک نوٹ نکال کر اس طرح میری جیب میں ٹھ
میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ میں تعجب سے نوٹ دیکھ رہا تھا۔

"بخشش" میں نے سوچا اور پھر میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ اس نوٹ سے کم از کم کچھ وقت
اور ـــــ اور اگر ممکن ہوا تو ایک معمولی سا جوتا بھی خریدا جا سکتا ہے۔

کوئی دکان چھوٹی نہیں تھی۔ ہمت کر کے میں ایک دکان میں داخل ہو گیا اور پھر ایک س
معمولی جوتے کا انتخاب کیا۔ قیمت پوچھی اور دھڑکتے دل سے انتظار کرنے لگا۔

اور پھر میرا چہرہ کھل گیا۔ بوڑھی یا تو بہت فیاض تھی یا پھر بے وقوف، اور گھبرائی ہوئی۔ میں
سکتا تھا اور اس کے بعد بھی چند فرانک بچ رہے تھے۔ میں نے جوتا خرید لیا۔ درحقیقت ایسا ہی محسو
جیسے برہنگی چھپ گئی ہو۔ پیرس کی سڑکوں پر ننگے پاؤں پھرنے والوں کے گرد لوگ جمع ہی ہو جاتے
چھپایا بھی جا سکتا ہے لیکن پاؤں؟ میں نے گہری سانسیں لیں اور اب مجھے بقیہ رقم سے پیٹ کا دوزخ
خیال آیا۔ اس رقم کو حرام نہیں سمجھ سکتا تھا۔

چنانچہ کلیسا کے سیکرے کی سیڑھیوں کے نزدیک بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے قہوہ خانوں
ایک میں داخل ہو کر میں نے ایک میز سنبھال لی اور پھر سستی چیزوں کا آرڈر دے دیا۔ ان چیزوں
کے بعد میں کھانے میں مشغول ہو گیا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک درمیانی عمر کی پرکشش عورت
گئی تھی۔ اس نے دو بار شکاری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ لیکن دل ہی دل میں میں نے اس پر لعنت
تھی۔

کافی کے دو کپ لینے کے بعد میں نے بل طلب کیا۔ سولہ فرانک اور میرے پاس بیس فرانک تھے۔
ان میں سے دو فرانک ٹپ' باقی بچے دو۔ میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ کروڑوں روپے...... کی دولت
سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں بھری پڑی تھی لیکن میری حیثیت صرف دو فرانک تھی۔
درحقیقت انسان اتنا ہی بے حقیقت......

لیکن سوچ کے دھارے وہیں رک گئے۔ جس جیب میں رقم رکھی تھی وہ نیچے سے غائب تھی اور
میرا ہاتھ آسانی سے باہر نکل گیا تھا۔ جسم نے پسینہ چھوڑ دیا۔ جیب کٹ گئی تھی۔ لیکن کب؟ کہاں؟ کچھ یاد
نہیں آیا۔ یاد کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ اب بیرے سے کیا کہا جائے گا۔ کوئی چیز بھی
نہیں تھی جسے رکھ کر کھڑا ہو جاتا۔

زندگی میں پہلی بار اتنی سی بات پر میرے چہرے پر مردنی چھا گئی اور سر چکرا گیا۔ بل میرے سامنے
رکھا ہوا تھا۔ بیرا چلا گیا تھا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے بل دیکھ رہا تھا۔ تب ایک آواز سنائی دی۔

"ہیلو!"

"آواز نسوانی تھی۔ میں نے نگاہیں اٹھائیں اور پھر ایک گہری سانس لی۔ وہی شکاری عورت تھی
لیکن اس وقت اس کے ہونٹوں پر بڑی پرخلوص مسکراہٹ تھی۔

"بیٹھنا چاہتی ہوں" اس نے کہا اور میں نے پریشانی سے گردن ہلا دی۔ اسی وقت ویٹر آیا اور عورت
نے جلدی سے اپنے پرس سے ایک نوٹ نکال کر پلیٹ میں رکھ دیا۔ "اس میز کا بل بھی یہیں لے آنا" اس
نے کہا اور بیرا گردن خم کر کے چلا گیا۔ "میرا نام سونیتا ہے" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ "فرنچ بول
سکتے ہو؟" اس نے پھر پوچھا۔

"ہاں" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"شکر ہے۔ میرا بھی یہی خیال تھا۔ تمہارا تعلق الجزائر سے ہے؟"

"نہیں۔ میں ایشیائی ہوں"۔

"اوہ۔ کیا واقعی؟"

"ہاں"۔

"کہاں سے آئے ہو؟" انڈین ہو"۔

"نہیں"۔

"پھر؟"

"پاکستانی" اس پورے عرصہ میں پہلی بار میرے منہ سے اپنے وطن کا مقدس نام نکلا تھا۔ نہ جانے
کیوں۔

"اوہ۔ پاکستانی۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نواز"۔

"خوب۔ ڈیئر نواز۔ میرے بارے میں کوئی بری رائے قائم مت کرنا۔ نہ جانے کیوں مجھے احساس ہوا کہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے" اس نے کہا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیسا حادثہ؟"

"میں ایک مقامی یونیورسٹی میں نفسیات کی لیکچرار ہوں۔ تھوڑی سی فیس ریڈنگ کر لیتی ہوں۔ پیرس کا ماحول بڑا خراب ہوگیا ہے۔ مقامی لوگ بھی چھوٹی چھوٹی حرکتوں پر اتر آتے ہیں۔ نہ جانے بیچارے ذہنی طور پر اتنا دیوالیہ کیوں ہوگیا ہے؟"

"میرے چہرے سے آپ نے کیا اندازہ لگایا" مجھے اپنا خیال غلط معلوم ہوا۔ نزدیک سے وہ اتنی بڑی عورت نہیں معلوم ہو رہی تھی۔

"شاید کسی نے آپ کی جیب خالی کر دی ہے"۔

"ہاں۔ یہ سوراخ دیکھئے" میں نے اپنی جیب کا سوراخ دکھایا۔

"ہوتا ہے۔ ہوتا ہے۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کے اس معمولی سے کام آسکی۔ لیکن میں اس کے بعد بھی کچھ کرنا چاہتی ہوں"۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آپ پیرس میں مہمان ہیں اور آپ کے حالات بھی پیرس ہی میں خراب ہوگئے ہیں۔ حالانکہ یہاں کے لوگ آپ کے میزبان ہیں۔ لیکن ہر جگہ ہر طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں"۔

"آپ نے درست کہا؟"

"اس لیے آپ میرے مہمان رہیں گے۔ دیکھئے انکار نہ کریں۔ خودداری اچھی چیز ہوتی ہے لیکن ایسے دوست جو بے غرض ہوں' ان کی دل شکنی مناسب نہیں ہوتی"۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن....."

"لیکن نہیں ڈیئر نواز۔ میں اس بھری دنیا میں تنہا ہوں۔ انسان خوشیاں خرید نہیں سکتا بس کبھی کبھی یونہی سرراہ کوئی خوشی مل جاتی ہے تو اسے اٹھا لیتی ہوں۔ اگر تم نے منع کر دیا تو میں اداس ہو جاؤں گی"۔

"خاتون۔ میں....."

"موسیو نواز' پلیز" اس نے التجا کی اور میں خاموش ہوگیا۔ بلکہ مجھے شرمندگی ہوئی کہ میں نے اس بری عورت سمجھا تھا۔ وہ تو میرے لیے فرشتہ ثابت ہوئی تھی۔ جس نے مجھے بے عزتی سے بچا لیا تھا۔

میں شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "بہتر ہے خاتون سونیتا۔ لیکن آپ تنہا کیوں ہیں؟"

"بے شمار لوگ تنہا ہیں۔ تم ہر ایک سے یہ سوال کرو گے؟"

"ہاں۔ لیکن تنہائی کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں۔ آپ کے شوہر والدین' بھائی بہن کوئی نہیں ہے؟"

"ہاں کوئی نہیں ہے"۔

"شوہر بھی نہیں؟"

"شادی ہی نہیں کی"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تنہا ہوں"۔

"عجیب منطق ہے" میں مسکرا کر بولا۔

"تم نے شادی کی ہے نواز؟"

"نہیں"۔

"وجہ پوچھ سکتی ہوں؟" اس نے سوال کیا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"وجہ تو نامعلوم ہی ہے"۔

"اور شاید میرے سوال کا جواب بھی تمہارے پاس موجود ہے۔ اب اٹھیں یہاں سے کہیں اور سیر کریں۔ میں کافی کا ایک کپ لینے یہاں آگئی تھی"۔ اس نے اپنی بل کی رقم بھی ادا کرتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ گیا۔

"آپ کا قیام کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بلے وارڈ پک پش کے علاقے میں ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہتی ہوں" اس نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر گہرے سبز رنگ کی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس کی چھت کھلی ہوئی تھی۔ اس نے لاک کھول کر دوسری طرف کا دروازہ بھی کھول دیا اور میں اس کے نزدیک آبیٹھا۔

"زندگی میں کسی ساتھی کی کتنی اہمیت ہوتی ہے" وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"میں لوگوں سے بے تکلفی کی قائل نہیں ہوں۔ کبھی کوئی اسٹوڈنٹ بھی میرے فلیٹ تک نہیں پہنچ پاتا۔ ایک مخصوص زندگی' جانی پہچانی تنہائی۔ اس تنہائی میں کوئی تبدیلی کتنی خوشگوار لگتی ہے۔ اس کا احساس شاید میرے جیسی ہی کسی ہستی کو ہو۔ عام لوگ اس بات کو کیا جانیں"۔

"اوہ۔ ہاں۔ لیکن اس تنہائی۔ اس معمول میں کوئی رخنہ اندازی آپ گوارا کر لیتی ہیں"۔

"میری تنہائی۔ بس میری بے بسی ہے' ورنہ کون تنہا رہنا چاہتا ہے"۔

"آپ شادی کیوں نہیں کر لیتیں۔ ابھی آپ کی عمر زیادہ نہیں ہوئی" میں نے کہا اور وہ مسکرا دی۔

"بس ہمت نہیں ہوتی"۔

"کیوں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دنیا سے خوفزدہ ہوں۔ نہ جانے میرے اندر کون کون سی خامیاں ہوں۔ نہ جانے کسی کو متاثر کر سکوں گی یا نہیں"۔

"یہ صرف ایک خواب ہے۔ آپ اپنی فطرت سے ملتے جلتے کسی انسان کو......"

"انسان ملیں تب نا۔ میرے اندر کیا کشش ہے کہ کوئی اپنا وقت برباد کرے" اس نے کار کے چھوٹے ڈکے سے سگریٹ کا ایک پیکٹ نکال لیا اور اس سے ایک سگریٹ نکال کر پیکٹ میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے بھی ایک سگریٹ نکال لی اور اس نے اپنے ساتھ میرا بھی سگریٹ سلگا دیا۔ دریائے سین کے گدلے پانی پر سورج کی کرنیں دم توڑ رہی تھیں اور رات کی تاریکی چھاتی جارہی تھی۔ ہم ایفل ٹاور کے قریب پہنچ گئے۔ انجینئر ایفل کے کمال کی تصویر۔ اٹھتر لاکھ طلائی فرانک کی لاگت سے تعمیر شدہ۔ نو سو چوراسی فٹ بلند ٹاور جس کا اوپری حصہ بادلوں میں ڈھکا ہوا تھا۔

"اوپر چلو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کیا کریں گے۔ پیرس دھند میں ڈھکا ہوا ہوگا"۔

"دھند چیر کر جھانکتی ہوئی روشنیاں بے حد حسین لگتی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ستاروں کے نزدیک ہوں اور زمین دیکھ رہے ہوں۔ آؤ" اس نے کہا اور ہم لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ لفٹ نے ہمیں ٹاور کی آخری منزل پر پہنچا دیا اور تصور کی بلندیوں سے ہم نے زمین کی طرف جھانکا۔ ایک عجیب عالم تھا۔

"اور دونوں خاموش کھڑے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے نیچے آگئے۔ رات خوب ہو چکی تھی اور پیرس کی سڑکوں پر روشنیوں کے طوفان امنڈ رہے تھے۔ اور پھر سونیتا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

نہ جانے کیوں وہ مجھے اچھی لگنے لگی تھی۔ اپنے چہرے سے مختلف عورت' خاموش خاموش سی۔

"اب کہاں چلیں؟"

"جہاں چاہو"۔

"تم اب بھی اداس ہو"

"بالکل نہیں"۔

"خاموش خاموش سے ہو"۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے"۔

"ہاں اداس نہ ہو' ورنہ تمہارے اندر انفرادیت نہیں رہے گی۔ ویسے آئندہ کے بارے میں کیا سوچا؟"

"ابھی تک کچھ نہیں"۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے انتظام کر سکتی ہوں"۔

"کیسا انتظام؟"

"نپولین اسٹریٹ پر ایسے شو روم ہیں جہاں روزانہ اجرت پر مختلف کاموں کے لیے لوگ رکھے جاتے ہیں۔ خاص طور سے ایسے لوگوں کے لیے بہت کار آمد جو غیر ملکی ہوں اور کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہوں"۔

اوہ۔ گویا بغیر کسی ضمانت کے ملازمت مل جاتی ہے"۔

"ہاں۔ بس صبح ہی صبح شو روم پر پہنچ جاؤ"۔

"اس اطلاع کے لیے شکر گزار ہوں"۔

"واقعی تم خوش نظر آنے لگے"۔

"خوشی کی بات ہے۔ اس طرح کم از کم پیرس میں زندگی گزارنے کے لیے کوئی سہارا تو مل جائے گا"۔

"چلو مجھے خوشی ہے کہ...... اوہ بارش ہونے لگی" اس نے کہا۔ ایک پھوار ہمارے جسموں پر پڑی تھی۔ بادلوں نے اچانک ہی برسنا شروع کر دیا تھا۔

"آؤ اب گھر چلیں" اس نے تجویز پیش کی۔

"ہاں۔ یوں بھی رات ہو چکی ہے" اور اس نے کار کا رخ بدل لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک گنجان علاقے میں داخل ہو گئی۔ پھر ایک مستقل پارکنگ میں اس نے اپنی کار پارک کی اور ایک عمارت کی طرف بڑھ گئی۔

عمارت سولہ منزلہ تھی۔ چھوٹی سی لیکن خوبصورت اور وہ اسی عمارت کی آٹھویں منزل پر لفٹ سے باہر نکل آئی۔ لفٹ کے عین سامنے اس کا فلیٹ تھا۔ اس نے پرس سے چابی نکالی۔ اندر داخل ہو کر روشنی کی اور مجھے آواز دی۔

"ارے باہر کیوں کھڑے ہو' اندر آؤ"۔

اور میں اندر داخل ہو گیا۔ چھوٹا سا حسین فلیٹ تھا جس میں صرف دو کمرے تھے اور کچن وغیرہ بھی۔

"یہ میری کائنات ہے" سونیتا نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"لباس بھیگ گئے ہیں۔ پہلے ان کے لیے کوئی بندوبست کیا جائے۔ آؤ" وہ مجھے لے کر اپنے بیڈ روم میں داخل ہو گئی۔ اور میں نے تعرض نہیں کیا۔ ویسے میں سوچ رہا تھا کہ لیکچرر صاحبہ نے شادی بھی نہیں کی ہے اور باہر بارش بھی ہو رہی ہے۔

لیکن بہرحال خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا۔ اس وقت تو باہر کی پوزیشن ضرورت سے زیادہ خراب ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمہارے لیے کیا کروں؟" سونیتا نے پوچھا۔
"ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد خشک ہو جائیں گے" میں نے جواب دیا۔ سونیتا نے اپنے لباس نکال لیا تھا اور پھر وہ مسکراتی ہوئی بولی:
"کیوں نہ آج ایک تجربہ ہی سہی"۔
"کیسا تجربہ؟"
"میرا کوئی لباس پہن لو۔ تمہارا لباس میں خشک ہونے کے لیے ڈال دیتی ہوں۔
"اوہ نہیں سونیتا۔ یہ مناسب نہیں ہوگا"۔
"یہاں میرے اور تمہارے علاوہ کون ہے ڈارلنگ" سونیتا کی آنکھوں کی رنگت بدلنے لگی تھی۔
"ٹھیک ہے لیکن مجھے پسند نہیں پلیز"۔
"پھر بھی میں تمہیں اس بھیگے ہوئے لباس میں تو نہ رہنے دوں گی۔ اچھا تم پھر ایسا کرو کہ یہ چادر بدن پر کس لو اور لباس اتار دو۔ ہری اپ" اس نے چادر مجھے تھمادی۔
مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ ساری چالیں چل رہی تھی۔ بہرحال اس کی نیت ٹھیک نہیں تھی۔ اس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا۔ میں نے چادر اس کے ہاتھ سے لے لی اور اسے بدن کے گرد لپیٹ کر لباس اتار دیا۔ اس دوران میں نے اس کی طرف سے رخ بدل لیا تھا۔
پھر جب میں اس کی طرف مڑا تو وہ شب خوابی کا لباس پہن چکی تھی اور اس کی ڈوریاں کس رہی تھی۔ لیکن یہ...... باریک لبادہ اس کے جسم کی حسین رعنائیوں کو اور اجاگر کر رہا تھا۔ یہ جسم پوشی کی نہیں جسم نمایاں کرنے کی کوشش تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے میرا لباس میرے ہاتھ سے لے لیا۔
"میں اسے ایسی جگہ پھیلا دیتی ہوں جہاں یہ خشک ہو جائے" اس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔
میں کمرے کے درمیان کھڑا اس صورت حال پر غور کر رہا تھا۔ بہر صورت عورت تو میرے ذہن میں نئی نہیں تھی۔ جذبات و احساسات بھی وہی تھے لیکن اب ان احساسات میں ایک ضد بھی پیدا ہو گئی تھی۔ جینگو سے میں نے جو کچھ کہا تھا' اس پر عمل کرنا چاہتا تھا اور اندر سے ایک عجیب سی قوت مجھے اس پر اکسا رہی تھی۔ چنانچہ میں خود کو پر سکون کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ چادر میں نے اس انداز میں لپیٹ لی تھی کہ میرے جسم کا کوئی حصہ نمایاں نہیں تھا۔ تب سونیتا اندر آ گئی۔
"کیا پیو گے؟" اس نے چند ساعت کے بعد پوچھا۔
"میرا خیال ہے ہم بہت کچھ کھا پی چکے ہیں۔ اب اس کی ضرورت تو نہیں رہی"۔
"اوہ۔ یہ کیسے ممکن ہے' کچھ تو" ——— وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ ایک الماری کے نزدیک پہنچ کر

شراب کی ایک بوتل اور دو گلاس نکال لائی۔ اس نے میری ہی کرسی کے نزدیک بیٹھ کر دونوں چیزیں سائڈ ٹیبل پر رکھیں اور گلاس میں شراب انڈیلنے لگی۔
"اس وقت اس سے بہتر اور باعث سکون کوئی اور چیز نہیں ہے"۔
"شکریہ مس سونیتا۔ لیکن میں اس سے مبرا ہوں"۔
"کیا مطلب؟"
"میں نے شاید آپ کو بتایا تھا کہ میں مسلم مذہب سے تعلق رکھتا ہوں اور ہمارے ہاں یہ چیز حرام ہے"۔
"اوہ۔ کیا پرانی باتیں کر رہے ہو۔ مذہب معبدوں میں ہوتا ہے۔ یہ سونیتا کا مکان ہے"۔
"مذہب ہر جگہ ہوتا ہے مس سونیتا۔ یہ تو انسان کی روح میں ہوتا ہے' انسان کے دل میں ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے آپ مجھے اس بات پر مجبور نہیں کریں گی جو میرے مذہب میں مناسب نہیں ہے۔ ہاں میں آپ کو پینے سے نہ روکوں گا"۔
"کیا خاک مزہ آئے گا تنہا پینے میں۔ نواز ڈیئر ایسی باتیں نہ کرو۔ کیا فائدہ ان باتوں سے؟"
"میں مجبور ہوں سونیتا"۔
"ہوں" اس نے ہونٹ سکوڑے اور اپنے گلاس میں شراب انڈیل لی اور پھر اس نے آہستہ آہستہ گلاس خالی کر دیا اور دوسرا گلاس بھرنے لگی۔ اس دوران وہ خاموش رہی تھی۔ چند ساعت کے بعد وہ پھر بولی۔
"میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکی ہوں۔ میرا پروفیشن دراصل کچھ ایسا ہے کہ میں دوسروں سے الگ تھلگ ہی رہتی ہوں۔ میرے جاننے والوں میں زیادہ تر میرے طالب علم ہوتے ہیں یا پھر پروفیسرز ہوتے۔ لیکن ان کے سامنے خود کو انتہائی محتاط رکھنا ہوتا ہے اور پھر میں خود اس طبیعت کی مالک ہوں کہ دوسروں سے الگ تھلگ رہنا زیادہ پسند کرتی ہوں۔ ہاں بعض اوقات جب ذہن میں زندگی جاگتی ہے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں کس قدر تنہا ہوں۔ اس تنہائی کا ساتھی میں نے کبھی کسی کو نہیں بنایا مسٹر نواز' لیکن آج میں تمہارے قریب ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم مجھ سے اجتناب برتنا چاہتے ہو" اس نے اداس لہجے میں کہا اور میں گہری سانس لے کر اسے دیکھنے لگا۔ بے وقوف عورت مجھے چکر میں لا رہی تھی۔
"یہ ٹھیک ہے مس سونیتا لیکن آپ جس پروفیشن سے منسلک ہیں وہ بڑا مقدس ہے اور جب تک اس کے تقاضے پورے نہ کرے انسان کسی مقدس پیشے سے وابستگی کا حق ادا نہیں کر سکتا"۔
"تقدس۔ مقدس' یہ ساری باتیں اس وقت کی ہیں جب انسان انسانیت سے بڑھ کر کچھ اور بننے کی کوشش کر رہا ہو...... میں انسان ہوں' ایک کمزور انسان اور میں چاہتی ہوں کہ میری تنہائی میں کچھ ہنگامے پیدا ہوں۔ میں ان رنگینیوں کو پیدا کرنے سے قاصر ہوں۔ لیکن اگر کوشش کرتی ہوں تو تم جیسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

...ں جاتے ہیں۔ پلیز نواز! تھوڑی سی" اس نے التجائیہ انداز میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اگر میں تمہاری بات مان سکتا تو مجھے بے حد خوشی ہوتی سونیتا لیکن میں سختی سے اپنے عمل پر ہوں۔ براہِ کرم مجھ سے دوبارہ نہ کہنا۔ بار بار تم جیسی مخلص ہستی کو منع کرتے ہوئے دکھ ہوتا ہے"۔

"اچھا" اس نے اپنے گلاس کی بچی ہوئی شراب حلق میں انڈیل لی اور پھر اٹھ کر ایک کھڑکی کے قریب پہنچ گئی۔ کھڑکی کھول کر اس نے باہر جھانکا۔ بارش کی پھواریں اندر چلی آئیں اور اس نے جلدی سے کھڑکی بند کرلی۔

"آہ۔ کتنا حسین موسم ہوگیا ہے۔ اس موسم میں شراب سے تمہاری دوری بڑی عجیب سی ہے۔ خیر اب آرام تو کرو"۔

"میں"—— میں نے چاروں طرف دیکھا۔ "اگر تم پسند کرو تو میں ڈرائنگ روم میں سو جاؤں۔ یہاں تو ایک ہی بیڈ ہے"۔

"گویا اب یہاں بھی اجتناب برتو گے؟"

"یہ موسم تمہارے اوپر عجیب انداز میں اثر کر گیا ہے سونیتا۔ ایک اچھے دوست کا کام یہ ہے کہ بھٹکے ہوئے وقت میں سنبھال لے"۔

"کیا بکواس لگا رکھی ہے۔ بھٹکا ہوا وقت—— بھٹکا ہوا وقت کیا کہنا چاہتے ہو تم" اس کے لہجے میں اچانک کرختگی آگئی۔

"سونیتا تم مجھے یہاں مہمان بنا کر لائی ہو"۔

"ہاں تو پھر؟"

"بہتر یہ ہے کہ یہ رات مجھے بسر کر لینے دو۔ اور اگر مناسب نہیں سمجھتی ہو تو میں یہاں سے چلا جاؤں؟"

"کہاں جاؤ گے' باہر بارش ہو رہی ہے"۔

"ہاں لیکن اگر تم نہ ملتیں تو میں اسی بارش میں کہیں ہوتا۔ مجھے اس کی قطعی پرواہ نہیں ہے"۔

"یہ تمہارے مقدر کی خرابی ہے اور کچھ نہیں۔ تمہارے پاس پیسے بھی نہیں ہیں۔ تم رہنے کا بندوبست بھی نہیں کر سکتے اور اس کے بعد تم مذہب' مذہب کی رٹ لگائے ہوئے ہو" اس کے انداز میں بے پناہ جھلاہٹ تھی اور میرے ہونٹوں پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں میں اپنے مذہب کا پیرو ہوں۔ میں ساری دنیا سے زیادہ اپنے مذہب کو چاہتا ہوں۔ اگر تم میری موجودگی پسند نہیں کرتیں تو میں چلا جاؤں گا" میں نے کہا۔

"اسی وقت نکل جاؤ۔ نکل جاؤ یہاں سے۔ اٹھو" وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح واپس آئی۔

میرے بدن پر لپٹی ہوئی چادر کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ لیا" کھڑے ہو جاؤ—— نکل جاؤ یہاں سے" اس نے مجھے دروازے کی جانب دھکا دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے۔ مس سونیتا میں چلا جاتا ہوں" میں نے کہا اور دروازے کی جانب مڑ گیا۔ "میرا لباس کہاں ہے؟"

"گیٹ آؤٹ" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑی۔

"میرا لباس" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور سونیتا جھلائے ہوئے انداز میں ایک طرف بڑھ گئی۔ پھر اس نے میز کی ایک دراز سے پستول نکال لیا۔

"نکل جاؤ ورنہ میں تمہیں شوٹ کردوں گی"۔

"اوہ گویا تمہاری چادر میں" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سونیتا نے اندھا دھند ایک فائر جھونک دیا۔ گولی میرے بائیں سمت سے نکل گئی تھی اور میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ میں اس کی طرف پلٹا۔ میرا خیال تھا کہ میں باہر اپنا لباس تلاش کرلوں لیکن سونیتا میرے پیچھے ہی آئی تھی۔

"میں کہتی ہوں فوراً یہاں سے نکل جاؤ" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

اب کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا۔ مجبوری تھی۔ اس انداز میں تو گھر سے باہر جا نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں دروازے کی جانب بڑھا اور دروازے کے باہر قدم رکھ دیا۔ مجھے یقین تھا کہ سونیتا دروازے کے نزدیک آئے گی اور جونہی وہ دروازے کے نزدیک آئی' میں نے دروازہ پوری قوت سے اندر دھکیلا۔ سونیتا کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ نیچے گر پڑی۔ تب میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے اس ہاتھ پر اپنا پاؤں رکھ دیا جس میں پستول دبا ہوا تھا۔ پھر دوسرے پاؤں کی ٹھوکر نے پستول کو دور پھینک دیا۔ میں نے جھک کر سونیتا کے بال پکڑے اور اسے گھسیٹ کر کھڑا کر دیا۔ پھر ایک گھونسہ میں نے اس کی پشت پر رسید کیا۔ میرے دوسرے ہاتھ نے اسے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا تھا۔ تب میں نے دروازہ بند کیا اور اپنے لباس کو تلاش کرنے لگا جو مجھے ایک جگہ مل گیا۔

ابھی لباس کے خشک ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لیکن میں نے گیلا لباس دوبارہ پہن لیا اور اندر سے اپنے جوتے بھی اٹھا لیے جو بھیگ گئے تھے اور اس کے بعد میں اطمینان سے سیٹی بجاتا ہوا سونیتا کے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔

باہر تیز بارش ہو رہی تھی۔ میں بھیگتا ہوا چل دیا۔ سردی شدید ہوگئی تھی لیکن میرے کانوں میں وہی عجیب آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہی انوکھی آوازیں جو نہ جانے کہاں سے میری روح میں اتر گئی تھیں۔ اور یہ آوازیں مجھے سکون دے رہی تھیں۔ میرے ذہن سے تردد کے ہر احساس کو دور کر رہی تھیں اور پھر ایک سائبان کے نیچے میں نے پناہ تلاش کی۔ لیکن بارش تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر ایک کار کی روشنیاں نظر آئیں۔ رفتار بے حد سست تھی اور پھر وہ میرے قریب آ کر رک
میں چونک پڑا۔

"سنو نواز۔۔۔۔۔ سنو" کسی نسوانی آواز نے مجھے پکارا اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ میر
میں نہیں آیا تھا کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں نے اپنی جگہ سے ہٹنے کی کوشش نہیں کی۔

تب کار کا دروازہ کھلا اور سیاہ اوور کوٹ اور زنانہ ہیٹ میں ملبوس کوئی باہر نکل آیا۔ وہ میرے
پہنچ گیا اور پھر میرے مقابل آ گیا۔ "آؤ نواز میرے ساتھ آؤ پلیز"۔

"کون ہو تم؟"

"میریا۔۔۔۔۔ میریا ڈاسلنک" جواب ملا اور اب میں اسے پہچان گیا۔

"لو مس میریا خیریت۔ آپ ان سڑکوں پر اس وقت؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

"ہاں۔ آؤ" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کہاں؟"

"پلیز نواز' آؤ"۔

"سوری۔ میں یہاں کافی آرام سے ہوں"۔

"نواز' تمہیں اپنے مذہب کی قسم میرے ساتھ آؤ۔ میری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں
گی۔ کوئی ایسا کام نہیں ہوگا جو تمہاری مرضی کے خلاف ہو یا جس سے تمہاری ذات پر کوئی ضرب پڑتی ہو"

"ہوں۔ وعدہ"۔

"خلوص دل سے" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ آیا۔ "کار میں داخل ہو کر خام
رہنا کوئی گفتگو مت کرنا" اس نے کہا اور مجھے تعجب ہوا۔ میں کار میں بیٹھ گیا اور میریا نے کار اسٹارٹ کر
آگے بڑھا دی۔

میں نے اس کی ہدایت کے مطابق خاموشی ہی اختیار کی تھی اور کار سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ پھر
چھوٹی سی قیام گاہ کے سامنے اس نے کار روک دی اور نیچے اتر آئی۔ مجھے بھی اس نے کار سے اترنے کا
کیا تھا۔

کار لاک کرنے کے بعد وہ آگے بڑھ آئی۔ میں نے اب بھی اس سے گفتگو نہیں کی تھی۔
یعنی پانسہ پلستان کے کاؤنٹر پر پیلی روشنی کے نیچے ایک موٹی بوڑھی عورت اونگھ رہی تھی۔ میریا نے
کھنکھنایا اور وہ چونک پڑی۔

"اوں" اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"کمرہ چاہیے"۔

"ڈبل؟" بوڑھی نے رجسٹر سامنے سرکا لیا۔

"ہاں"۔

"ہم؟" بوڑھی بال پوائنٹ کو زبان سے لگا کر بولی۔

"مسٹر اینڈ مسز ڈینس" میریا نے جواب دیا اور بوڑھی نے نام لکھ لیا۔

"روم نمبر سات۔ تیس فرانک روزانہ۔ پانچ فرانک غسل کے لیے" اور میریا نے کچھ نوٹ نکال کر
کے سامنے رکھ دیے۔

"فی الحال ایک ہفتے کے لیے۔ اس میں توسیع حسب ضرورت اور یہ تمہارا انعام" اس نے ایک دس
انک کا نوٹ الگ سے اس کے سامنے رکھ دیا اور بوڑھی مووب ہو گئی۔

"میں آپ کو آپ کے کمرے تک چھوڑ آؤں۔ اس وقت سارے فرائض مجھے انجام دینا ہوتے
آیئے"۔ وہ پھدک کر کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل آئی۔

"تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے کمرے میں تھے۔ یہ سارے کھیل مجھے بہت دلچسپ لگ رہے تھے۔
یا نے میری طرف دیکھا تو میں مسکرا دیا۔

"آپ بھیگے ہوئے ہیں مسٹر نواز"۔

"چنانچہ لباس تبدیل کر لوں؟"

"ممکن نہیں ہے لیکن ٹھہریے۔ میں آتش دان گرم کر دوں" وہ آتش دان کے قریب پہنچ گئی اور
اسے آگ روشن کرتے دیکھ رہا تھا۔

"آیئے۔ براہ کرم اس کے سامنے آ جایئے"۔

"شکریہ" میں نے کہا اور آگ کے سامنے آ بیٹھا۔ میریا نے بھی ایک کرسی میرے قریب گھسیٹ لی

"آپ کا کیا حکم ہے میریا؟" میں نے پوچھا۔

"براہ کرم اس انداز میں گفتگو نہ کریں۔ میں آپ کی عزت کرتی ہوں" وہ بولی۔

"اس کے عوض مجھے کیا پیش کرنا ہوگا؟"

"آپ مجھے ذلیل کرنے پر تلے ہی ہوئے ہیں تو آپ کی مرضی۔ میں جاؤں؟"

"دل تو چاہتا ہے کہ آپ سے بہت سی گفتگو کروں"۔

"ایسی ہی طنزیہ گفتگو؟"

"تب موضوع آپ ہی بتا دیں"۔

"میرے پاس کوئی موضوع نہیں ہے"۔

"اچھا یہی بتا دیں کہ آپ نے یہ کرم فرمائی کیوں کی؟"

"آپ کے کردار سے متاثر ہو کر"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوہ ـــــ خوب' تو میرے کردار میں کوئی خوبی نظر آئی ہے آپ کو؟"

"ہاں"۔

"لیکن آپ اس سائبان کے نیچے کہاں سے آگئیں؟"

"آپ کی نگرانی پر میری ڈیوٹی ہے۔ اب ساری رات میں آپ کی نگرانی کروں گی"۔

"خوب۔ تو میری نگرانی کی جا رہی ہے؟"

"اس وقت سے جب سے آپ وہاں سے نکلے ہیں"۔

"لیکن کیوں؟"

"جینگو نیم پاگل ہے اور اس کا مسلک یہی ہے کہ آپ اگر کوئی عام انسان ہوتے تو شاید وہ آپ اتنی توجہ نہ دیتے۔ لیکن جو شخص ڈوڈو جیسے آدمی کو ہلاک کر دے وہ ان کی نگاہوں میں کوئی عام آدمی ہے"۔

"لیکن وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ کو اپنے ساتھ شریک کرنا۔ وہ آپ کو اپنے مسلک کا قائل کرنا چاہتے ہیں"۔

"آپ ان کے مسلک میں شامل نہیں ہیں؟"

"ہرگز نہیں"۔

"پھر آپ ان کے ساتھ کیوں ہیں؟"

"اپنی مجبوری بتا چکی ہوں"۔

"یعنی وہ اپاہج لوگ"۔

"ہاں"۔

"لیکن وہ ہیں کہاں؟"

"فرانس میں نہیں ہیں"۔

"اوہ۔ اور ان کی کفالت؟"

"بخوبی ہو رہی ہے۔ اسی لیے میں ان کے ساتھ ہوں"۔

"ایک طرح سے آپ کی مجبوری آپ کو ان کے ساتھ رکھے ہوئے ہے؟"

"ہاں۔ ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں"۔

"افسوس ہوا۔ خیر' تو کیا آپ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے' وہ انہی کی ہدایت ہے؟"

"نہیں۔ ان کی ہدایت تو یہ ہے کہ آپ کو زندگی کے کسی مشن میں کامیاب نہیں ہونا آپ کو ہر طرح سے مجبور کیا جائے کہ آپ برائی کریں"۔

"پھر آپ نے ان سے بغاوت کیوں کی؟"

"اپنے ضمیر کی آواز پر"۔

"کیا آپ نے یہ خطرہ مول نہیں لیا؟"

"لیا ہے۔ لیکن جو کچھ کیا ہے' اسے چھپانے کی کوشش کروں گی۔ آپ بھی میری مدد کریں۔ میں آپ کو یہاں تک لے آئی ہوں۔ یہاں کے بارے میں انہیں اطلاع دے دوں گی لیکن اس وقت جب آپ یہاں سے نکل جائیں گے"۔

"نکل کر کہاں جاؤں گا؟"

"آپ خود کوشش کریں کہ کسی طرح انہیں ڈاج دے دیں۔ آپ کو چالاکی سے کام لے کر یہاں سے نکلنا ہو گا"۔

"خوب۔ آپ کا شکریہ مس میریا۔ لیکن اگر یہ بات ہے تو براہ کرم مجھے کچھ اور تفصیل بتائیں"۔

"مثلاً کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

"کیا میری جیب خالی کی گئی تھی میرا مطلب ہے بوڑھی عورت سے مجھے جو رقم ملی تھی اسے میری جیب سے جینگو کے کسی آدمی نے ہی اڑایا تھا؟"

"ظاہر ہے"۔

"اور پھر سونیتا۔ کیا سونیتا کو بھی جینگو ہی نے میرے پیچھے لگایا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں سو فیصد۔ سونیتا اس گروہ کی خاص رکن ہے اور اسے اس بات پر آمادہ کیا گیا تھا کہ وہ آپ کو اپنے ساتھ لے جائے اور اچھائیوں کے راستے سے ہٹا دے۔ اگر آپ اس کے چنگل میں پھنس جاتے تو پھر جینگو آپ کو واپس بلا لیتا اور یہ صورت حال آپ کے سامنے رکھتا۔ آپ کو شاید اس بات کا علم بھی نہ ہو کہ سونیتا کے بیڈ روم میں ٹیلی ویژن کیمرے نصب تھے جو آپ کی گفتگو اور تصاویر ان تک پہنچا رہے تھے"۔

"اوہو تو جینگو کا مشن کوئی فقیرانہ مشن نہیں ہے بلکہ جدید ترین سائنٹیفک طریقوں سے آراستہ ہے"۔

"ہاں۔ ترلوکا نے نہ جانے کیا کیا کھڑاگ پھیلا رکھا ہے۔ اس کے بارے میں تو اس کے اپنے آدمی بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ جینگو اس کا نائب خاص ہے اور وہ اس معاملے میں ترلوکا کا دست راست بھی ہے"۔

"خوب۔ کیا آپ نے ترلوکا کا ٹھکانہ دیکھا ہے مس میریا؟"

"نہیں۔ میں وہاں نہیں پہنچ سکی"۔

"اس کے بارے میں مزید کچھ تفصیلات؟"

"افسوس زیادہ معلومات مجھے بھی نہیں ہیں"۔

"کیوں اس کی کیا وجہ ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بہت ساری باتوں کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے"۔

"تو سونیتا کا مشن کیا تھا؟"

"یہی کہ آپ کو اپنے جال میں پھانس لے اور آپ کی تمام تصاویر وہاں ریکارڈ کی جا سکیں۔ ذریعے آپ کو بتایا جائے کہ آپ کے خیالات و افکار غلط ہیں۔ قدم قدم پر برائیاں ملتی ہیں اور ان سے انسان کا بچنا بے حد مشکل ہے۔ وہ آپ کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ آپ برے راستوں پر چل نکلیں بالآخر وہ آپ کو قائل کر کے اپنے میں شامل کر لیں"۔

"خوب۔ تو سونیتا کے ہاں جو کچھ ہوا' اسے با آسانی دیکھا جا سکتا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ نہ صرف دیکھا گیا بلکہ اس کی تمام تصاویر بھی ان کے پاس موجود ہوں گی"۔

"آپ اس وقت کہاں تھیں؟"

"وہیں۔ اسی جگہ جہاں یہ تمام تصاویر دیکھی جا رہی تھیں"۔

"پھر اس کے بعد؟"

"اس کے بعد میری ڈیوٹی کا وقت تھا۔ چنانچہ میں وہاں سے چل پڑی۔ وہاں سے واپس آ کر میں ان لوگوں سے چارج لیا جو شروع سے آپ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اب مجھے ہدایت ہے کہ آپ کی کروں۔ صبح کو یقینی طور پر کچھ اور کارروائیاں عمل میں آئیں گی"۔

"تب تو مس میریا آپ نے میرے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے"

"نہیں مسٹر نواز۔ میں نے آپ پر احسان نہیں کیا۔ البتہ میں اخلاقی فرائض ضرور پورا کرنا ہوں"۔

"بہت بہت شکریہ مس میریا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں خود بھی اچھے راستوں کا راہی ہوں۔ برائیوں کے بہت سے پہلو میں نے اپنائے ہوئے تھے۔ بلکہ یوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ساری زندگی برائیوں ہی میں گزری ہے۔ میں اگر جینگو کے خلاف اٹھ کھڑا ہوں تو جینگو کو ناکوں چنے دوں۔ میں اسے اس حد تک زچ کر دوں کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے۔ لیکن میں نے نہ جانے کس جذبے تحت اپنا راستہ بدلنے کی کوشش کی ہے۔ میں چاہتا ہوں مس میریا کہ..... اب سکون کے راستے اپنا نروان کا ساتھی بن جاؤں۔ مذہب کے بارے میں میں نے کبھی اتنی شدت سے نہیں سوچا تھا۔ یعنی شدت سے وہ میرے ذہن میں اب آیا ہے۔ میں جینگو اور ترلوکا کو شکست دینے کا خواہش مند ہوں"

"میری رائے ہے مسٹر نواز کہ آپ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں اور جس وقت بھی ملے فرانس سے نکل جائیں۔ ہاں چند باتوں کو ضرور ذہن میں رکھیں"۔

"ابھی فرانس سے نکلنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ پہلے اس کوشش میں اپنا پورا پورا وقت صرف کریں کہ آپ انہیں چکمہ دے سکیں۔ آپ جس طرح بھی ان کی نگاہوں سے اوجھل رہ سکتے ہیں'

مناسب وقت یہاں گزاریں اور اس کے بعد کسی ایسے طریقے سے فرانس چھوڑنے کی کوشش کریں کہ ان کے ہاتھ میں نہ آ سکیں۔ آپ یہاں سے لندن چلے جائیں۔ ہاں ایک خیال رکھیں کہ انہیں آپ پر شبہ نہ ہو کیونکہ تمام باہر جانے والے راستوں پر ان کی نگرانی ہے"۔

"اتنی شدت سے وہ میرے بارے میں مصروف عمل ہیں"۔

"ہاں۔ جینگو کی یہی عادت ہے اور آپ نے تو اسے وہ نقصان پہنچایا جو اس نے اپنی تمام زندگی میں کبھی نہ اٹھایا ہوگا۔ چنانچہ وہ خاص طور سے آپ پر نگاہ رکھے ہوئے ہے"۔

"بڑی دلچسپ بات ہے۔ بہرحال' میں نے گردن ہلائی۔ آپ کے اس احسان کا میں شکریہ بھی ادا میں کروں گا۔ ہاں آپ کی یہ کوشش میرے عزائم میں بہت بڑی معاونت ہے"۔

"بار بار اس کا ذکر نہ کریں نواز صاحب۔ میں جو کچھ کر سکتی ہوں' وہ میں نے کیا ہے اور آپ براہ کرم میری طرف سے یہ رقم رکھ لیں۔ اس وقت میرے پاس صرف یہی ہے۔ اس سے زیادہ میں آپ کو نہیں دے سکتی۔ ویسے آپ انتہائی کوشش کریں کہ آپ اپنے آپ کو ان نگاہوں سے پوشیدہ رکھ سکیں"۔

"میں زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا مس میریا۔ لیکن چند سوالات اور بھی ہیں"۔

"جی' جی فرمائیے"۔

"آپ اب یہاں سے واپس جا کر انہیں اطلاع دیں گی؟"

"واپس جا کر نہیں بلکہ ٹیلی فون پر"۔

"اور میں یہاں سے چلا جاؤں؟"

"ہاں' یہ بوڑھی عورت انہیں بتائے گی کہ آپ اس کمرے میں مقیم تھے" میریا نے کہا"۔

"لیکن میرے خیال میں آپ ایک غلطی کر چکی ہیں"۔

"کیا؟"

"آپ نے مسٹر اور مسز ڈینل کے نام سے یہ کمرہ حاصل کیا ہے۔ یہ مسز ڈینل کون ہوگی؟"

"اوہ" میریا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔ وہ خوفزدہ نظر آنے لگی۔ پھر بولی "یہ تو واقعی غلطی ہو گئی۔ مجھے آپ کے ساتھ کمرے تک نہیں آنا چاہیے تھا"۔

"خیر آپ فکرمند نہ ہوں۔ آپ صرف انہیں یہ اطلاع دیں کہ میں اس کمرے میں مقیم ہوں اور اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ ان کے دوسرے آدمی یہاں تک نہ پہنچ جائیں"۔

"تب پھر آپ ان کی نگاہوں میں ہی رہیں گے"۔

"ہاں۔ بہرصورت آپ نے میری جو مدد کی ہے' اگر زندگی میں اس کا موقع ملا تو کبھی نہ کبھی اس کا بدلہ چکانے کی کوشش ضرور کروں گا۔ نہ کر سکوں تو آپ مجھے معاف کر دیں۔ باقی جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے تو میریا' میں آج جب نیکیوں کا مسافر ہوں اور سیدھے راستے کی تلاش میں ہوں' راہ حق پر چلنا چاہتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں' تو ایک بار پھر اپنی اسی پچھلی زندگی میں آ جاؤں گا لیکن اس بار میرا مقصد دوسرا ہو گا۔ میں نہیں
زندگی کے ان ہنگاموں کو دوبارہ اپناؤں۔ لیکن اب ان کی نوعیت بدلی ہوئی ہے۔ اب میں اپنے
محافظ کی حیثیت سے ان کے سامنے آؤں گا اور اپنی وہ صلاحیتیں اچھائی کے لیے کام میں لاؤں گا' جن
تک برائیاں کرتا رہا ہوں" میں نے کہا۔

"آپ ان سے مقابلہ کریں گے؟"

"ہاں کوشش کروں گا" میں نے کہا اور میرا گردن ہلانے لگی پھر اس نے پر خیال انداز میں کہا

"لیکن مسٹر نواز میرا خیال ہے کہ آپ زیادہ ان جھگڑوں میں نہ پڑیں۔ اگر آپ سیدھے
کے مسافر ہیں تو کوئی بہتر راستہ تلاش کر لیں۔ ان ہنگاموں سے نکل جانا ہی..... بہتر ہو گا۔ وہ لوگ
ہیں۔ شیطان کے ہاتھ یوں بھی..... لمبے ہوتے ہیں"۔

"میری جنگ ہی شیطان سے ہے' آپ بالکل فکر مند نہ ہوں"۔

"میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"بس کچھ نہیں۔ سوائے اس کے کہ اپنے آپ کو کسی طرح اس ہنگامے میں ملوث نہ کریں"۔

"میرا مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے گردن جھکا کر کہا:

"مسٹر نواز آپ کو علم ہے کہ میں بھی اپنی مجبوریوں کے تحت ان لوگوں میں پھنسی ہوئی ہوں
اگر مجھے اپنے لواحقین کا احساس نہ ہوتا تو میں کبھی ان کا ساتھ نہ دیتی۔ خواہ مجھے جان سے ہاتھ کیوں
پڑتے۔ لیکن میری بدبختی میرے پاؤں کی زنجیر بن گئی ہے۔ میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ ان کے
بہرصورت آج تک ضمیر کے خلاف جو کچھ کرتی رہی ہوں' اگر اس کی تلافی کے لیے کوئی نیکی مجھے
بھی ہمکنار کر دے تو مجھے کوئی دکھ نہیں ہو گا۔ ہرچند کہ میں بزدل نہیں ہوں۔ تاہم میں کھلم کھلا
خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی۔ اس کی وجہ آپ کو معلوم ہے۔ میں کسی طور اس سلسلے میں خود کو
کروں گی۔ لیکن براہ کرم آپ انتہائی کوشش کریں کہ آپ ان کی نگاہوں سے دور رہ سکیں"۔

"میں آپ کے اس خلوص اور محبت کی ہمیشہ قدر کروں گا" میں نے جواب دیا۔

"تو میں اب چلتی ہوں"۔

"کہاں جائیں گی آپ؟"

"بس نیچے' اپنی کار میں رات گزاروں گی"۔

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہیں بیٹھیں۔ نیند تو مجھے بھی نہیں آئے گی اور آپ کو بھی
رات بھر جاگنا ہو گا"۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے" وہ مسکرائی۔

"کیوں؟"

"میں آرام سے کار میں سو جاؤں گی۔ صبح کو اٹھوں گی اور انہیں اطلاع دے دوں گی۔ کیونکہ اس
سے بہتر نگرانی کسی نے کبھی نہ کی ہو گی" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ مجھے بھی ہنسی آ گئی تھی"۔

"ہاں یہ تو ہے۔ بہرحال جیسا آپ پسند کریں۔ میں آپ کو یہ دعوت نہ دوں گا کہ آپ رات بھی
اسی کمرے میں گزاریں۔ یہ کسی بھی صورت میں مناسب نہ ہو گا"۔

"ہاں میں بھی اسے مناسب نہیں سمجھتی" میرا نے جواب دیا اور اٹھتے ہوئے بولی۔

"میری تمام اچھی خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا آپ کو کامیاب کرے" اس نے بڑے
پرخلوص لہجے میں کہا اور پھر اس نے اپنا پرس میرے سامنے خالی کر دیا۔ خاصی رقم تھی۔ میں نے ممنون
نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"یہ رقم کس حیثیت سے؟"

"نیکی کے راستوں کے مسافر کے لیے میری طرف سے حقیر سا زادِ راہ۔ آپ اسے کبھی اپنے ذہن پر
بوجھ نہ سمجھیں" میرا نے بڑی لجاجت سے کہا۔

"میں آپ کا ممنون ہوں میرا" میں نے نہایت خلوص سے کہا۔ اس عورت کے ایثار نے میرے
دل میں اس کے لیے بڑے تشکر اور تقدس کے جذبات موجزن کر دیے تھے۔ میں اسے ممنون نگاہوں سے
جاتا دیکھتا رہا۔

"وہ باہر نکل گئی۔ میرے ذہن پر میرا کے کردار نے گہرا نقش چھوڑا تھا۔ ایک ایسا نقش جس میں
تاثر ہی تاثر تھا۔ گناہوں کے سمندر سے گھرا وہ ایک پھولوں بھرا مقدس جزیرہ محسوس ہو رہی تھی۔ میں بستر پر
لیٹ گیا۔ نیند کا دور دور پتہ نہیں تھا۔ اور میرا ذہن بے شمار منصوبے تراشنے میں مصروف ہو گیا۔

مجھے آج اپنی صلاحیتوں کو پھر آواز دینی پڑ رہی تھی۔ ہاں رنگ بدلا ہوا تھا۔ میں تعلیم یافتہ تھا۔
مذہب کو میں نے ذہن سے کھرچ پھینکا تھا۔ لیکن اتنا جانتا تھا کہ نیکی کے لیے تلوار بھی اٹھانی پڑے تو گریز نہیں
کرنا چاہیے۔

میرا نے ایسے وقت مجھے سہارا دیا تھا جب میں بے رحم دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا تھا اور تنہا تھا۔
لیکن اب میں خود کو تنہا محسوس نہیں کر رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ میرے دل کو جو سکون اس وقت
مل رہا تھا' میں ہمیشہ اس سے محروم رہا تھا۔ حقیقی سکون کا احساس ہوتے ہی مجھے نیند آ گئی۔ دوسری صبح میں کافی
دیر سے جاگا تھا۔

موٹی عورت ابھی موجود تھی۔ لیکن رات کے جاگنے کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں تھے۔

"میری ڈیوٹی تو ختم ہو گئی۔ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟" اس نے پوچھا۔

"صبح ہی صبح ناشتے کی ضرورت ہوتی ہے"۔

"ناشتہ کرو گے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ضرور کروں گا۔ لیکن ایک بات بتاؤ مس"

"جی"۔

"میری بیوی ناراض ہو کر چلی گئی ہے۔ میں آج ہی یہ جگہ چھوڑنا چاہتا ہوں"۔

"تو چھوڑ دو"۔

"تمہیں ایک ہفتے کا کرایہ ادا کیا گیا ہے"۔

"وہ تمہیں واپس مل جائے گا"۔

"شکریہ!" میں نے دس فرانک کا ایک نوٹ بوڑھی کو دے دیا اور اس نے مسکرا کر میرا شکریہ ادا کیا۔

"میں تمہارے لیے ناشتہ بھجوا دوں۔ کیا کھاؤ گے؟"

"جو کھلا دو" میں نے کہا اور بوڑھی مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے نہایت عمدہ ناشتہ بھجوا دیا جس سے اچھی طرح انصاف کر کے میں نے بوڑھی سے حساب کتاب کیا اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

"میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں لیکن دور دور تک کوئی نظر نہیں آیا۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میرے پیچھے کوئی نہ ہو لیکن ان لوگوں نے کمال ہوشیاری سے کام لیا ہو گا۔ کافی دیر تک میں تعاقب کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکا۔

کانکورو چوک سے سکندر سوم کے مشہور پل تک آیا۔ ساری دنیا اپنی اپنی مصروفیات میں مگن تھی۔ جوڑے ایک دوسرے میں گم یہ بھولے ہوئے تھے کہ انہیں دیکھنے والے بھی موجود ہیں۔ دریا کے پار نپولین کا مقبرہ دکھائی دے رہا تھا۔ کلیسائے سیکرے کے سفید گنبد اور نہ جانے کیا کیا؟

پھر لودر کے عجائب گھر کے قریب میں نے ان دونوں کو دیکھ لیا جو میرے تعاقب میں تھے۔ پہچان اس لیے گیا کہ پہلے بھی ایک بار ان کی صورت دیکھ چکا تھا۔

یہی دونوں ہیں یا کوئی اور بھی۔ میں نے سوچا اور ان دونوں کے بارے میں اندازہ لگانے کے لیے طویل فاصلہ طے کیا۔ کلیسائے نوٹرڈیم کے خوبصورت مینار نظر آ رہے تھے۔ پھر وہاں سے پھولوں کے بازار میں نکل آیا۔

وہی دونوں میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا تھا۔ اب تک چونکہ میں نے پیدل سفر کیا تھا' اس لیے وہ بے چارے بھی پیدل ہی میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ جب مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ وہ دونوں ہی میرے پیچھے ہیں اور کوئی نہیں ہے تو میں نے انہیں چکمہ دینے کا منصوبہ بنایا۔

اور اس خیال کے تحت میں ایک چوڑی سڑک پر آ نکلا۔ وہ دونوں ہوشیاری سے میرا تعاقب کر رہے تھے۔

میری نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں۔ ان کا فاصلہ سو گز سے زیادہ تھا اور میں بار بار عقب میں دیکھ رہا تھا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دور سے ایک خالی ٹیکسی آتی نظر آئی۔

جونہی ٹیکسی میرے قریب پہنچی' میں نے اسے آواز دی اور ٹیکسی رک گئی۔ میں جلدی سے عقبی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا اور ٹیکسی چل پڑی۔

"ایفل ٹاور" میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ میں نے انہیں بے حواسی کے عالم میں دوڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن دونوں بے چارے مارے گئے تھے۔ نہ جانے انہوں نے اپنی کار کہاں چھوڑی تھی۔

پھر میں انہیں اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظر آئے۔ وہ بری طرح تلملا رہے تھے۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایفل ٹاور پہنچ کر میں اتر گیا۔ اور ڈرائیور کو بل ادا کر کے ایک طرف چل پڑا۔ میں انہیں کامیاب ڈاج دے آیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اب میں ان کی نگاہوں سے دور ہوں۔

میں بہت خوش تھا۔ پھر میں نے بازار کھنگالنے شروع کر دیے اور اپنے مطلب کی ایک دکان میں داخل ہو گیا۔ یہاں میک اپ کا سامان موجود تھا۔ میں نے اس دکان سے کافی سامان خریدا اور وہاں سے نکل آیا۔ سامان میں آئینہ بھی موجود تھا۔ میں بیگ سنبھالے ایک اور دکان میں داخل ہوا۔ یہاں سے میں نے ایک عجیب طرز کا لباس خریدا۔ بہرحال میں اپنے لیے ایک راستے کا انتخاب کر چکا تھا۔ اس طرح کہ میں ان سے دور بھی نہ رہوں اور اپنا کام بھی کرتا رہوں۔ ایک پارک میں بیٹھ کر میں نے پیکٹ کھول لیا اور آئینہ سامنے رکھ کر میک اپ کرنے لگا۔ ایک ہی راستہ تھا میرے لیے۔ بال بکھرائے ہلکی سی وگ لگائی اور چہرے پر بے ترتیب جھاڑیاں اگا لیں۔

پھر پھولوں کے ایک کنج کے پیچھے جا کر میں نے اپنا لباس اتار کر نیا خریدا ہوا لباس پہن لیا۔ کینوس کی جیکٹ جس پر چمڑے کے پھول بنے ہوئے تھے اور کسی بوڑھے فرانسیسی کی چست پتلون جو میرے جسم پر فٹ آئی تھی۔

جوتے وغیرہ کے تسمے کس کر میں نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا اور پھر کپڑے' آئینہ اور میک اپ کے سامان کا پیکٹ بنا کر ایک کنج میں پھینک دیا۔ اب میں ایک مکمل ہپی نظر آ رہا تھا اور بظاہر اپنی اوقات پر آ گیا تھا۔

نیولی پل کے ساتھ بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے شو روم میں میں نے سازوں کی دکان تلاش کی۔ بے چاری میریا نے میری جس انداز میں مدد کی تھی' میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ اب بھی اس کی دی ہوئی رقم میں سے میرے پاس خاصی رقم موجود تھی۔ کیونکہ میں نے پوری کفایت شعاری سے کام لیا تھا۔

"اسی فرانک کا ایک خوبصورت گٹار میں نے سازوں کی ایک دکان سے خریدا اور اسے گلے میں ڈال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر وہاں سے چل پڑا گویا۔ اب میں بارو زگار بھی تھا۔

مجھے اپنے اوپر ہنسی آ رہی تھی اور یقیناً ہنسنے کی بات بھی تھی۔ کروڑوں روپے کا مالک راجہ نواز احمد اب صرف ایک بھکاری تھا۔ ایک بھکاری موسیقار جو گٹار بجا بجا کر بھیک مانگتا ہے اور فی الحال مجھے اسی سے کام چلانا تھا۔ اس سے کم از کم ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ میں جینگو اور اس کے حامیوں پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔

گٹار گلے میں ڈالے، ہپیوں کی سی شکل بنائے پیرس کی سڑکوں پر گھومنا کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ میں بھی اسی انداز میں سڑک ناپتا...... رہا اور نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھرا۔ اب میرے لیے قیام کا مسئلہ تھا نہ طعام کا۔ جہاں 'ٹھہر جاتا' وہی جگہ اپنی تھی۔ اس وقت جیب میں خاصی رقم موجود تھی۔ اس لیے اس وقت تک تو کمائی کرنے کا موڈ نہیں تھا جب تک کہ جیب بھاری تھی۔ ہاں اپنے آپ کو اس انداز میں ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ پیرس کے شب و روز گزرنے لگے۔ جہاں موقع 'ملتا' کھانا کھا لیتا اور جہاں ہپیوں کا گڑھ 'دیکھتا' وہاں قیام کر لیتا۔

مقامی کیمپنگ جہاں ہپیوں کے ڈیرے تھے، میرا ہیڈ کوارٹر بنی ہوئی تھی۔ یہاں ایک بار میں نے جینگو کو بھی دیکھا تھا۔ جینگو وہی انداز اختیار کیے ہوئے تھا اور اسی انداز میں گٹار بجا بجا کر لوگوں کو ترلوکا کی تعلیمات دے رہا تھا۔ دل تو چاہا کہ اسے درست کر دوں لیکن میں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا...... پھر بھی مجھے یقین تھا کہ جینگو مجھے مس کر چکا ہے اور اب اسے میرے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔

آہستہ آہستہ رقم بھی ختم ہو رہی تھی اور میرے ذہن میں کوئی واضح پروگرام بھی نہیں تھا اور جینگو بھی یہاں موجود تھا۔

جینگو کے بارے میں میں نے سوچا تھا کہ اس کا پیچھا کروں لیکن اس سلسلے میں میں ابھی کچھ سوچ رہا تھا۔ میں ہر طرح سے اپنے آپ کو مطمئن کر لینا چاہتا تھا۔ البتہ ایک ایسے شخص سے میری ملاقات ہو گئی جو ترلوکا کا عقیدت مند تھا۔ اس شخص کو میں نے جینگو کے گروہ میں ہی دیکھا تھا۔ وہیں سے میں نے اس سے تعارف حاصل کیا۔ نام اس کا بینکر تھا۔ ایک مست اور لاابالی انسان۔ میں اس سے بڑی عقیدت سے ملا تھا۔

"کیا تم بھی ترلوکا کے پیروکار ہو؟" اس نے پوچھا۔

"آہ۔ عظیم ترلوکا کی تعلیمات سے کون انکار کر سکتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"ہاں بے شک وہ انسانیت کا بہترین علمبردار ہے"۔

"اور جینگو اس کا نائب"۔

"بے شک بے شک، جینگو اسی قابل ہے کہ اس کی عزت کی جائے"۔

"تمہارا قیام کہاں ہے بینکر؟"

"قیام ـــــ قیام کہاں ہوتا ہے۔ کیا انسان کا قیام ہے؟"

"بہرحال سر چھپانے کے لیے ٹھکانہ تو ہوتا ہے"۔

"ہاں کیمپنگ میں ہوں"۔

"کیا تم جینگو کے ساتھی ہو؟"

"اس کا ہر عقیدت مند اس کا ساتھی ہوتا ہے"۔

"یقیناً" میں بھی اس سے بہت متاثر ہوں"۔

"کیا تم نے کبھی اس کا درس سنا ہے؟"

"ایک بار اتفاق سے۔ دوبارہ کی حسرت ہی رہی"۔

"کیوں حسرت کیوں؟"

"اس کے بعد موقع ہی نہ مل سکا"۔

"یہ کون سی مشکل بات ہے۔ بوئے ڈی بولون اس کی رہائش گاہ ہے"۔

"میں نہیں جانتا"۔

"میں کسی دن لے چلوں گا"۔

"ضرور"۔

"تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"کہیں نہیں ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔ پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے تھے۔ بہرحال اگر پسند کرو تو میرے ساتھ رہو۔ اور ہاں یہ
؟"

"مجھے اس کا شوق ہے"۔

"مجھے بھی شوق ہے لیکن بجانا نہیں آتا۔ آج رات کو محفل رہے گی" اس نے خوش ہو کر کہا۔

بینکر آسٹریلوی باشندہ تھا لیکن نکما۔ بہرحال اس وقت وہ میرا مددگار تھا۔ کیمپنگ میں دوسرے ہپیوں کے ساتھ اس کا ڈیرہ تھا۔ عام ہپیوں کی مانند قلاش اور جب میں نے اسے شام کا کھانا اپنی [illegible]ے کھلایا تو وہ میرا گہرا دوست بن گیا۔

"رات کے لیے کچھ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ سے کیا مراد ہے؟"

"چرس وغیرہ جس کے بغیر زندگی ادھوری ہے"۔

"خرید لیں گے"۔

"اوہ۔ میرے دوست، تم گریٹ ہو۔ تو آؤ پھر رات کی تیاری کر لیں۔ تمہارا گٹار، چرس اور زندگی" وہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔

ہم نے چرس خریدی، سگریٹ بھرے اور رات کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ اور پھر میں بینکر کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سگریٹ پلاتا رہا اور بینکر کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ میں نے چالاکی سے خالی سگریٹ بھی اپنے پاس رکھے تھے۔ چنانچہ چرس بھرے سگریٹ وہ پیتا رہا اور میں نے کئی خالی سگریٹ پھونک ڈالے۔

"ہپی جوش و خروش میں تھے۔ تب بینکر نے ایک مستانہ نعرہ لگایا اور میری طرف جھک کر بولا

"دوست"

"ہوں"۔

"تمہارا گٹار کیوں خاموش ہے' سناؤ۔ ایک نغمہ سناؤ اور روح میں آگ لگا دو"۔

"ٹھیک ہے" میں نے کہا اور گٹار کے تار چھیڑ دیے۔ اور پھر یہ سر ایک خوبصورت نغمے میں ڈھل گئے۔ اس فن نے میرا جتنا ساتھ دیا تھا' کسی اور نے نہیں دیا تھا۔ ہپی میرے گرد رقص کرنے لگے۔ جوش و خروش بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ بے خود ہوئے جا رہے تھے۔ بینکر کئی بار مجھے چوم چکا تھا۔

اور پھر وہ نڈھال ہو گئے۔ میں بھی تھک گیا تھا۔ میں نے گٹار بند کر دیا۔ بینکر سجدے کی سی کیفیت میں پڑا تھا۔ اور شاید سو گیا تھا۔ میں نے گٹار ایک طرف رکھ دیا۔ اس وقت دو لڑکیاں نشے میں دھت میرے پاس پہنچ گئیں۔

"اپالو" ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کیا۔

"نہیں کیوپڈ" دوسری بولی۔

"اوہ یو شٹ اپ' اپالو' صرف اپالو"۔

"کیوپڈ۔ صرف کیوپڈ" دوسری سرخ سرخ آنکھیں چمکا کر بولی۔

"ٹھہرو فیصلہ ہوا جاتا ہے"۔

"ہاں فیصلہ کر لو"۔

"اے سنو" ایک میری طرف رخ کر کے بولی "تم کیوپڈ ہو یا اپالو" اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"ہنسو نہیں جواب دو" وہ غرائی۔

"آدھا آدھا" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"آدھا کیوپڈ آدھا اپالو"۔

"ہرا" دونوں نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ پھر ان میں سے ایک بولی "تب پھر آدھا آدھا بانٹ لو"

"اور میں گھبرا گیا۔ اگر انہوں نے تقسیم شروع کر دی تو میرا کیا بنے گا"۔

"کیوپڈ میرا" ایک بولی۔

"اور اپالو میرا لیکن یہ کدھر سے کیوپڈ ہے اور کدھر سے اپالو" دوسری نے پریشان کن لہجے

"ہاں یہ فیصلہ تو کر لو"۔

"یہ تو بڑی مشکل بات ہے۔ دوسری نے پریشانی سے کہا اور پھر گردن جھٹک کر بولی "اونہہ یہ پورے کا پورا میرا ہے۔ بس تم یہاں سے دفعان ہو جاؤ"۔

"بکو مت' یہ میرا ہے۔ اے ادھر آؤ' میرے ساتھ چلو" پہلی لڑکی میری طرف بڑھی لیکن میرے بڑھنے سے قبل ہی دوسری نے پیچھے سے اس کی کمر پکڑ لی اور پھر دونوں میں فری اسٹائل ہونے لگی۔ وہ وحشی بلیوں کی مانند ایک دوسرے سے لڑ رہی تھیں۔ چند ہی ساعت میں ان کے لباس تار تار ہو گئے اور وہ تقریباً برہنہ ہو گئیں۔ بال اکھڑ گئے تھے اور چہروں پر خراشیں نظر آ رہی تھیں۔

لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے اور میں گٹار اٹھا کر وہاں سے کھسک لیا۔ پھر ایک نسبتاً پرسکون گوشے میں' میں نے رات گزار دی۔ لڑکیوں کا ہنگامہ نہ جانے کب تک جاری رہا تھا۔

دوسری صبح بینکر نے خود ہی مجھے تلاش کر لیا "اوہ ڈیئر' تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"بس ہوش نہ رہا تھا۔ ادھر آ گیا۔ تم بھی تو......"

"ہاں رات کو تم نے خوب سماں باندھا۔ بے شمار لوگ تمہاری تعریف کر رہے تھے۔ دو لڑکیاں شاید تمہارے لیے لڑ پڑی تھیں"۔

"ہاں وہ مجھے تقسیم کرنا چاہتی تھیں"۔

"تو کرنے دیتے نا۔ یہ سب تمہارے گٹار کا کمال ہے۔ بلاشبہ تم بے مثال موسیقار ہو۔ واہ واہ۔ میں تمہاری دوستی پر نازاں ہوں۔ ارے ہاں ناشتے کے لیے کچھ پیسے ہوں گے تمہارے پاس"۔

"ہاں۔ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا"۔

"تو آؤ نا" بینکر بولا اور پھر ناشتہ کرتے ہوئے اس نے کہا "اگر تم کمانا چاہو تو آج شام ہم کانکورا چوک پر گٹار نوازی کا مظاہرہ کریں"۔

"میرے پاس ابھی کافی پیسے ہیں۔ جب ختم ہو جائیں گے تب دیکھا جائے گا"۔

"تب ٹھیک ہے' تم تو سونے کی کان ہو" بینکر خوشامدانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر بولا "اب کیا پروگرام ہے"۔

"تم بتاؤ"

"آرام کریں گے۔ میری نیند تو پوری نہیں ہوئی"۔

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا۔ میں خود بھی کسلمندی محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے ایک گوشہ تلاش کیا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ کیا خوب زندگی تھی۔ لیکن میں نے خود کو ہر رنگ میں رنگنے کا عادی کر لیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں سو گیا۔

اور پھر آنکھ کھلی تو سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور فضا میں خنکی آ گئی تھی۔ میں نے بینکر کو دیکھا وہ موجود نہیں تھا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تیل میں بھیگا ہوا ایک پیکٹ تھا۔

"جاگ گئے تم، مجھے یقین تھا"۔

"کہاں چلے گئے تھے تم؟"

"کھانے کا بندوبست کرنے۔ بھوک نہیں لگی؟"

"لگی ہے"۔

"تب کھاؤ۔ تازہ تلی ہوئی مچھلی اور سلائس مکھن لگے ہوئے" اس نے چٹخارے لیتے ہوئے کہا۔

"خوب۔ پیسے کہاں سے آئے؟" میں نے اس کے ساتھ شریک ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری جیب سے نکالے تھے۔ میں نے سوچا جب تک تم جاگو کھانے کا بندوبست ہی کر لوں" اس نے اطمینان سے جواب دیا اور میں اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔

بڑا بے تکلف دوست تھا۔ دوست کے مال کو اپنا ہی مال سمجھتا تھا۔ میرے اوپر کیا اثر پڑتا تھا۔ ان سے پیسوں کو میں اہمیت ہی کیا دیتا۔ میں نے اس کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب کیا ارادہ ہے میرے دوست؟" بینکر نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں بینکر، تم بتاؤ"۔

"میں نے تمہاری پسند کا ایک پروگرام منتخب کر لیا ہے"۔

"خوب کیا پروگرام ہے؟"

"جینگو کی ایک درسگاہ میں چلیں گے۔ وہاں اس کا سبق ہے"۔

"کہاں؟"

"میں تمہیں وہاں لے چلوں گا"۔

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا۔ لیکن میرے ذہن میں بہت سے خیالات آنے لگے تھے۔ کیوں نہ کسی طرح جینگو کے گروہ میں شامل ہوا جائے۔ اس کے ساتھ رہ کر میں اس کے لیے کوئی موثر قدم اٹھا سکتا ہوں۔ حالانکہ یہ خطرناک کام تھا لیکن مجھے خطرات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

اور میں تیار ہو گیا۔ باقی وقت بالکل خالی تھا۔ میں غور و خوض میں مصروف رہا تھا۔ اور میرا ارادہ پختہ ہو گیا تھا۔ یعنی یہ کہ کسی نہ کسی طرح جینگو کے گروہ میں شامل ہوا جائے اور اس کے بعد حالات جو راستہ اختیار کریں۔

شام کو چھ بجے میرا دوست بینکر مجھے لے کر چل پڑا۔ میرا گٹار میرے ساتھ تھا۔ جس عمارت میں آج کا سبق تھا، یہ بھی کافی خوبصورت تھی۔ کمبخت جینگو نے یہاں نہ جانے کیا چکر چلا رکھا تھا۔ ایک سے ایک عمدہ عمارت۔ بے پناہ اخراجات تھے اس کے۔ نہ جانے کہاں سے پورے ہوتے تھے۔ بہرحال اس کے پروگرام اور اقدامات کافی مستحکم معلوم ہوتے تھے۔

سب معمول یہاں بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے اور پھر جینگو بھی آ گیا۔ وہ اسی طرح مست
...اس کی جوانیاں کچھ اور بڑھی ہوئی معلوم ہوئی تھیں۔ ظاہر ہے وہ مجھ جیسے لوگوں کو کیا خاطر میں لاتا۔
...تو میرے بارے میں یاد بھی نہیں رہا ہوگا۔

"انسانیت کے متوالو، آج میں تمہارے سامنے صرف روح کے نغمے گاؤں گا۔ مستیاں اپنا لو، ترلوکا نے تمہارے لیے سکون بھیجا ہے۔ ساری الجھنیں معاشرے کا انتقام ہیں۔ تم اس معاشرے کے انتقام کا شکار ...ہو؟ اپنی ذات کے سارے بوجھ اتار دو۔ گاؤ، میری لے میں لے ملا کر گاؤ"۔

اور جینگو نے گٹار چھیڑ دیا۔ بے حد تیز نغمہ تھا۔ بے شمار لوگ کھڑے ہو گئے اور دیوانہ وار رقص ...نے لگے۔ کچھ اور لوگوں نے بھی اپنے اپنے ساز چھیڑ دیے تھے۔ ایسا طوفان..... بدتمیزی تھا کہ الامان۔ بینکر بھی رقص کر رہا تھا۔ اس نے میرا بازو پکڑ کر مجھے بھی کھڑا کر دیا اور میں بھی گٹار بجانے لگا۔ میں تیز نغمے میں شریک ہو گیا۔ ہو ہو ہا ہا کی آوازوں سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ میری آنکھیں بند تھیں اور میں پورے جوش و خروش سے گٹار بجا رہا تھا اور پھر نہ جانے کب جینگو اپنا گٹار بند کر دیا اور دوسرے ساز بے ہنگم چیختے رہے۔ صرف میرا گٹار جینگو کے نغمے کو قائم رکھے ہوئے

پھر کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور گٹار پر میرے ہاتھ رک گئے۔ میں نے آنکھیں کھولیں جینگو میرے سامنے مسکرا رہا تھا۔

...بجاؤ بجاؤ ترلوکا کے دیوانے۔ تمہارا فن بے مثال ہے۔ محبت کا یہ نغمہ مجھ سے بھی اچھا بجا رہے ہو۔
..." اور میں نے نغمہ دوبارہ شروع کر دیا۔ جینگو نے جھوم جھوم کر تالیاں بجانا شروع کر دیں۔

"اور پھر وہی شور شروع ہو گیا۔ لیکن اب میں پورے حواس میں تھا۔ سنسنی خیز لمحات تھے۔ چالاک ...نگو سے میں بخوبی واقف تھا۔ میں اس کے اس قدر قریب نہیں آنا چاہتا تھا لیکن بہرحال وہ مجھے خصوصی ...یت دے رہا تھا۔ اس لیے اس وقت نہایت احتیاط سے کام لیتا تھا۔ میں جینگو کے عقیدت مندوں کے سے ...از میں سر جھکا کر گٹار بجانے لگا اور وہی نغمہ گٹار کی دھن پر گونجنے..... لگا جو تھوڑی دیر قبل جینگو بجا رہا ...لوگ پھر دیوانہ وار ناچنے لگے تھے۔ تب جینگو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور میں نے گٹار بند کر دیا۔

"اب کوئی اور نغمہ موسیقار" اس نے مست انداز میں جھومتے ہوئے کہا اور میں نے سر جھکا کر دوسرا نغمہ شروع کر دیا۔ دوسرا نغمہ بھی خاصا تیز تھا اور میں جانتا تھا کہ اس وقت ان لوگوں کو ایسے ہی نغمات کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے جھوم جھوم کر اپنی پسند کا نغمہ بجایا جس کی دھن خاصی تیز تھی اور دلوں کو ...ست کرتی تھی۔ اس وقت ناچنے والوں کی وحشت اور بھی عروج پر پہنچ گئی تھی اور نہ جانے کتنی دیر تک یہ ہنگامہ اور شور رہا۔ جینگو مسکرا رہا تھا۔ وہ خود بھی تالیاں بجا بجا کر جھوم رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنا ایک ہاتھ بلند کر دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بس' حد سے بڑھی ہوئی ہر چیز نقصان کا باعث ہوتی ہے" اس نے کہا اور پھر میرے شا
رکھ کر بولا:

"موسیقار تم اس قدر قیمتی ہو کہ تمہیں نگاہوں سے اوجھل کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ آؤ
ساتھ آؤ" جینگو نے کہا اور میرا دوست بینکر ششدر رہ گیا۔ مجھے جو حیثیت ملی تھی' وہ ان لوگوں
بہت حیران کن تھی۔

میں جینگو کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ درس ختم ہو گیا تھا اور اب جانے والے لوگوں کو واپس جا
جینگو مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے ایک طرف اندرونی حصے میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے ایک خوبصور
ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اندرونی دروازے سے کہیں چلا گیا۔

دیر تک میں خاموش بیٹھا رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد جینگو اسی دروازے سے واپس آیا اور
ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"موسیقار تمہارا فن عروج پر ہے۔ تم ترلوکا کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ہو۔ جس سے بہت
لیے جا سکتے ہیں۔ تم اس کی تعلیمات سے کب متاثر ہوئے"۔

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا مسٹر جینگو۔ میری روح اس کے گرد چکراتی ہے" میں نے جواب دیا۔

"وہ روحوں کا حکمران ہے۔ بلاشبہ وہ روحوں پر حکومت کرتا ہے۔ اس کے افکار' اس کے خیا
بہت بلند ہیں۔ اس نے انسانیت کو جو کچھ دیا ہے' تم یقین کرو میرے دوست کبھی کسی نے نہ دیا ہو گا"
نے کہا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ میرے دل میں اس کے لیے نفرت کلبلانے لگی۔ لیکن میں اپنے
سے اپنے حقیقی جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔

"موسیقار تم ہمیں اس قدر پسند آئے ہو کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ تمہیں اپنے ساتھ رکھیں
تم اسے منظور کرو گے؟"

"میری اس سے بڑی خوش بختی کیا ہو سکتی ہے عظیم جینگو کہ میں ترلوکا کے خدمت گار
حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں"

"یقیناً"------ یقیناً" ہم تمہیں اس حیثیت سے اپنے ہاں خوش آمدید کہتے ہیں' فی الوقت
ہمارے ساتھ یہاں رہو پھر ہم تمہیں ترلوکا کے پاس لے چلیں گے"۔

"میں انتہائی مسرور ہوں" میں نے کہا اور جینگو گردن ہلانے لگا۔ پھر وہ بولا:

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہم یہاں سے چلیں گے۔ میں تمہارے آرام و آسائش کا بندوبست
دوں گا"۔

"ہمیں کسی آرام و آسائش سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ آرام و آسائش ایسے مفروضات ہیں
انسان نے خود پر مسلط کر لیا ہے۔ زندگی تو بڑی سادہ سی چیز ہے۔ اور آپ خود جانتے ہیں مسٹر جینگو' نروا

جو سب سے بڑا درس دیا ہے' وہ ساری زندگی گزارنے کا اصول ہے" میں نے کہا اور جینگو پیار بھری
نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"بے شک' کیا پیو گے؟"

"کچھ نہیں"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ویسے تمہارا نام کیا ہے؟"

"ایڈن" میں نے فوری طور پر جواب دیا۔ کچھ سوچ کر جواب دینا خطرناک تھا۔ جینگو مسکرا کر گردن
ہلانے لگا تھا۔

"خوب مسٹر ایڈن۔ تم مجھے کافی پسند آئے ہو۔ میں اب چلتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں
آ جاؤں گا تو تم میرے ساتھ چلو گے"۔

"بہت بہتر" میں نے جواب دیا اور جینگو اسی دروازے سے واپس چلا گیا جس سے آیا تھا۔ گویا مجھے
بیٹھنا تھا۔ لیکن اکیلے بیٹھے رہنا مجھے عجیب سا لگتا تھا۔ کچھ دیر میں سوچتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازے کی
طرف بڑھا۔

ظاہر ہے اس کے ساتھ تو جانا ہی تھا اور یہ عمارت اتنی وسیع بھی نہیں ہے کہ وہ مجھے تلاش نہ کر
سکے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اس عمارت میں کیوں نہ دوسرے لوگوں سے بھی شرف ملاقات حاصل کیا
جائے۔ لیکن ابھی باہر قدم رکھا ہی تھا کہ دو لڑکیاں آتی نظر آئیں۔

متناسب بدن والی' خوش نما لباسوں میں ملبوس۔ ان میں سے ایک کے ہاتھوں میں ٹرے تھی جس
میں کچھ برتن رکھے ہوئے تھے۔

"اوہ' آپ کہاں جا رہے ہیں جناب" ان میں سے ایک نے دلکش لہجے میں پوچھا۔

"میں مسٹر جینگو کا مہمان ہوں"۔

"ہمیں معلوم ہے' آیئے اندر چلیں"۔

"چلیے" میں نے واپسی کے لیے رخ بدل لیا۔

"ویسے کسی کام سے تو نہیں جا رہے تھے آپ؟"

"اوہ نہیں' مسٹر جینگو کہہ گئے تھے کہ مجھے ان کے ساتھ جانا ہے۔ اس لیے میں انتظار کروں۔ اس
کمرے میں تنہا تھا اس لیے سوچا عمارت کی سیر ہی کروں"۔

"چلیے اب تنہا نہ رہیں گے" دوسری نے مسکراتے ہوئے کہا اور دونوں میرے ساتھ اندر داخل
ہو گئیں۔

ایک میز پر ٹرے رکھ دی گئی۔ کافی کی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ چند برتنوں میں خشک میوے
تھے۔ لڑکیوں نے تین پیالیوں میں کافی انڈیلی اور ایک پیالی ادب سے میرے سامنے رکھ دی گئی۔ میوے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی پلیٹ بھی میرے سامنے آگئی تھی۔

"پلیز" لڑکی نے کہا اور دونوں خود بھی میرے سامنے ہی کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گئیں۔

"شکریہ" میں نے کافی کی پیالی اپنے سامنے کھسکالی۔

"آپ کا نام ایڈن ہے نا؟"

"جی"۔

"کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"آئرلینڈ کا باشندہ ہوں"۔

"خوب میں ایلش ہوں اور یہ میری دوست دانیا" لڑکی نے اپنا تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ دونوں سے مل کر"۔

"خوشی تو ہمیں ہوئی ہے۔ خاص طور سے یہ جان کر کہ آپ اب ہمارے ساتھ ہی رہیں گے"

"مجھے تعجب ہے" میں نے کہا۔

"کس بات پر؟"

"اتنے مختصر وقت میں آپ کو میرے بارے میں ساری باتیں معلوم ہو گئیں"۔

"اوہ۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ مسٹر جینگو نے اپنے ماتحت خاص کے ذریعہ ہمیں پیغام بھجوایا کہ ڈرائنگ روم میں مسٹر ایڈن بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی خاطر مدارات کی جائے۔ اس طرح ہمیں آپ کا نام معلوم ہوگیا"۔

"اور یہ کس طرح معلوم ہوا کہ اب میں آپ کے ساتھ رہوں گا"۔

"ذرا بھی مشکل کام نہیں ہے۔ آپ کا فن اور مسٹر جینگو کی آپ سے غیر معمولی دلچسپی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اب مسٹر جینگو آپ کو خود سے جدا نہیں ہونے دیں گے۔ اعلیٰ پایہ کے فنکاروں کو وہ اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتے ہیں"۔

"تو یہ صرف آپ کا قیاس تھا؟"

"لیکن دلائل کی رو سے غلط تو نہیں ہے" دانیا نے جواب دیا۔ اور میں بھی مسکرانے لگا۔ دونوں لڑکیاں جاگتے چہروں والی اور تر و تازہ تھیں۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے ان کے بارے میں غلط احساسات پیدا ہو گئے۔ وہ میری دسترس سے باہر نہ ہوں گی۔ میں نے سوچا لیکن دوسرے لمحے میں سنبھل گیا۔ بہرحال وہ صرف لڑکیاں ہیں اور اس سے زیادہ میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

دونوں لڑکیاں کافی پی رہی تھیں۔ میں نے بھی اپنا کپ اٹھالیا اور ایلش نے پلیٹوں کی طرف اشارہ کیا:

"براہ کرم کچھ......"۔

"نہیں مس ایلش۔ ان تکلفات کی ضرورت ہم جیسے لوگوں کو کہاں؟"

"زندگی میں جو چیزیں دستیاب ہیں' ان پر کیوں نہ ہاتھ صاف کیا جائے" ایلش ہنس کر بولی۔

"پھر آپ کیوں رکی ہوئی ہیں؟"

"آداب میزبانی کا خیال ہے" ایلش نے کہا اور ہنس پڑی۔ پھر وہ دونوں بھی میرے ساتھ ہی کھانے لگیں اور انتہائی خوشگوار ماحول میں کافی ختم ہو گئی۔

"مسٹر جینگو کتنی......" میں رک گیا۔ نہ جانے کیوں زبان جملہ پورا کرنے سے قاصر رہی تھی۔ میں اپنی زبان کی لڑکھڑاہٹ پر غور کرنے لگا۔

"کیا کہہ رہے تھے آپ؟" ایلش نے پوچھا۔

"ایں" میں نے ذہن پر زور دیا۔ لیکن یہ کیا ہو رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں بھی اچانک قوت کھو بیٹھے تھے اور میں خود کو بھول رہا تھا۔

"مسٹر ایڈن" دانیا نے تعجب سے مجھے آواز دی اور اسی وقت یکے بعد دیگرے چار آدمی اندر داخل ہو گئے۔ یہ چاروں بڑے بالوں والے ہپی تھے لیکن سوٹوں میں ملبوس۔ ان میں سے ایک نے کہا:

"ٹھیک ہے ڈیئر۔ بس اب تم دونوں جاؤ۔ تمہارا کام ختم ہو گیا"۔

میں نے یہ آخری الفاظ سنے تھے اور اس کے بعد نہ مجھے اپنے حواس پر قابو رہا اور نہ بدن پر۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میں لڑھک رہا ہوں۔ لیکن میں خود کو زمین پر گرنے سے نہیں روک سکا تھا اور زمین پر گرنے کے بعد مجھے کچھ یاد نہ رہا۔

نہ جانے کب اور کس جگہ ہوش آیا تھا۔ طویل بے ہوشی کے بعد جو کیفیت ہونی چاہیے تھی' وہی تھی۔ سر میں بھاری پن تھا۔ دیر تک کچھ یاد نہیں آیا کہ کیا واقعات پیش آئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد واقعات اپنی پوری شد و مد کے ساتھ ذہن میں اجاگر ہو گئے جس کے بعد یہ سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی کہ جینگو مجھے پہچان گیا تھا اور کافی میں بے ہوشی کی کوئی دوا مجھے دی گئی تھی۔

چند لمحات کے لیے میں سوچ میں گم ہو گیا۔ جینگو کے پہچان لینے کے بعد صورت حال کیا ہو سکتی ہے۔ میں انہیں کامیاب چکمہ دے کر ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ یقیناً" وہ میری تلاش میں بھی ہوں گے اور اب انہوں نے مجھے مس کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی۔

"لیکن اب' اب کیا کیا جائے۔ ظاہر ہے انہوں نے مجھے کچھ کرنے کے لیے تو یہاں نہیں بلایا ہو گا۔ میری نگرانی بھی سخت ہو گی لیکن جینگو کا رویہ میرے ساتھ کیا ہو گا۔

دیر تک جب ذہن ان سوالات کا کوئی جواب نہ دے سکا تو میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ جو ہو گا' دیکھا جائے گا اور میں کاہلوں کے سے انداز میں اپنی جگہ پڑا رہا اور یوں تقریباً" آدھا گھنٹہ گزر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ ایک نرس ٹائپ کی لڑکی کمرے میں داخل ہوئی اور اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔

یہ میریا ڈالسنگ ہی تھی جو نرس کے لباس میں تھی۔ میریا میرے نزدیک آئی اور اس سے انداز میں مجھے خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ میں چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کمرے میں اور کوئی تھا۔ میریا نے دروازہ بند کر دیا اور میرے نزدیک آ گئی۔

"ہیلو نواز" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"خوب۔ تم مجھے پہچان گئیں میریا"۔

"ہاں۔ اس لیے کہ اب تمہارے چہرے پر نہ تو وہ داڑھی ہے اور نہ ہی وہ وگ"۔

"اوہو" میں نے جلدی سے اپنے چہرے کو ٹٹولا۔ واقعی داڑھی غائب تھی۔ پھر میں نے لباس پر کیا تو لباس بھی وہ نہیں تھا جو میں نے پہنا ہوا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم نے مجھے اس انداز میں بھی دیکھا تھا میریا؟"

"ہاں دیکھا تھا لیکن تم ان تک آئے ہی کیوں تھے؟"

"بات یہ ہے میریا ڈالسنگ۔ اب میری زندگی کا ماحول ہی بدل گیا ہے۔ جینگو نے مجھے جس پر آمادہ کیا ہی' اب میں اسے ادھورا نہیں چھوڑ سکتا۔

"لیکن تم پریشانیوں میں گھر جاؤ گے"۔

"اب جو کچھ بھی ہو گا' میریا دیکھا جائے گا۔ بہرصورت میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے بھرپور مدد کی۔ لیکن ان لوگوں کو تمہاری ذات پر شک تو نہیں ہوا؟"

"شک؟" میریا کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

"کیوں خیریت؟"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے" اس نے گردن جھٹک کر کہا لیکن میں بغور اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"میریا پلیز' تم اتنی اچھی انسان ہو کہ تمہیں کسی مشکل میں دیکھ کر مجھے سخت صدمہ ہو گا۔ مجھے بتاؤ کیا تم کسی الجھن کا شکار ہو گئی ہو" میں نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"نہیں نواز۔ یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے' لیکن مجھے کچھ شبہ سا ہو رہا ہے"۔

"کیسا شبہ؟"

"یہی کہ وہ لوگ میری طرف سے اب اتنے مطمئن نہیں ہیں جتنے پہلے تھے"۔

"کیوں؟"

"شاید تمہارا ہی سلسلہ ہو"

"تو اس وقت میں تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا میریا"۔

"مجھے اس کے لیے خاص طور سے کہا گیا ہے" میریا نے سنجیدگی سے کہا اور چھوٹے چھوٹے

معروف ہو گئی۔ میں پریشان نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

چھ ساعت سوچنے کے بعد میں نے آہستہ سے اشارہ کیا اور وہ میرے نزدیک آ گئی۔

"ہاں کہو کیا بات ہے؟"

"میریا اگر تم....."

"پلیز مسٹر نواز آپ میرے سلسلے میں کوئی گفتگو نہ کریں۔ میں حالات سے نمٹ لوں گی جو ہو گا دیکھا جائے گا"۔

"لیکن میریا اگر....."

"اگر کوئی دقت پیش آئی تو میں تم سے نہیں چھپاؤں گی لیکن پلیز مسٹر نواز اس وقت کسی بے گانگی کا مظاہرہ نہ کریں"۔

"نہیں ایسا ان کے سامنے کبھی نہیں ہو گا۔ لیکن تمہیں ایک وعدہ کرنا ہو گا میریا"

"کیا وعدہ؟"

"اگر کسی الجھن کا شکار ہو جاؤ تو مجھ سے کبھی نہیں چھپاؤ گی" میں نے کہا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم کیا کرو گے نواز؟"

"جو کچھ بھی کر سکوں گا' کروں گا"۔

"میرا خیال ہے نواز تمہیں ابھی خود میری مدد کی ضرورت ہے"۔

"اوہ کس سلسلے میں میریا؟"

"میں تمہیں یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گی۔ حالانکہ یہ بڑا مشکل کام ہے"۔

"میں نہیں سمجھا میریا؟"

"وہ لوگ تمہیں چھوڑنے کے لیے تو نہیں لائے ہوں گے"

"لیکن جینگو نے تو کچھ اور ہی کہا تھا"۔

"کیا کہا تھا؟"

"اس نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ وہ مجھے برائیوں میں دھکیل کر دیکھے گا اور اس کے بعد میرا تجزیہ کرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں کبھی اس کی دسترس سے دور نہیں رہوں گا لیکن بہرصورت میں اسے چکمہ دے کر نکل ہی گیا۔ اگر میں یہاں خود نہ آنا چاہتا تو وہ مجھ پر ہاتھ نہ ڈال سکتے تھے"۔

"یہ کوشش تم نے بلاوجہ کی ہے نواز" میریا نے افسوس ناک لہجے میں کہا اور میرے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"نہیں میریا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اس سے غیر مطمئن نہیں ہوں" میں نے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ تو ٹھیک ہے' لیکن تم جن حالات کا شکار ہو گئے ہو' اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے" اگر
اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ مجھے قتل کر دیں گے؟"

"دریغ بھی نہ کریں گے" میریا نے جواب دیا۔

"لیکن کیوں۔ میری ان کے مسلک سے دشمنی ہے۔ کیا صرف اس بات پر؟"

"نہیں۔ تم نے ان کے دو آدمیوں کو بھی تو ہلاک کیا ہے اور تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا جینگو اتنا
دل ہے کہ اپنی ٹوٹ پھوٹ کو بھول جائے گا۔ اگر اسے تم سے کوئی دلچسپی نہ ہوتی تو شاید تمہیں اسی راز
کر دیا جاتا"۔

"اس کا مطلب ہے اسے مجھ سے کوئی دلچسپی ہے"۔

"ہاں تمہیں زندہ رکھنے کا تو یہی مقصد معلوم ہوتا ہے"۔

"تب پھر مجھے قتل کا اندیشہ نہیں ہے"۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو"۔

"چنانچہ میری بات تو گئی میریا۔ لیکن اب مجھے تمہارا خطرہ ہے۔ براہ کرم خود کو محفوظ رکھنا
یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا" میں نے کہا اور وہ گردن ہلانے لگی۔

"تم میری طرف سے فکرمند نہ ہونا۔ اگر کسی طرح موقع مل جائے تو یہاں سے نکلنے کی کوشش
کرنا"۔

"اوکے۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا میریا۔ تم نے ایسے حالات میں میری مدد کی ہے"۔

"چھوڑو ان باتوں کو نواز۔ میری دعا ہے کہ تم اپنے مسلک میں کامیاب رہو۔ میں تمہاری جرأت
قدر دان ہوں"۔

"شکریہ۔ زندگی میں اگر کبھی......" میں نے کہا لیکن اسی وقت باہر قدموں کی چاپ سنائی دی
میریا نے مجھے آنکھیں بند کر لینے کا اشارہ کیا۔ پھر اس نے جھپٹا مار کر ایک رسالہ اٹھایا اور ایک کرسی
گئی۔

"اسی وقت دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"ہوش آیا؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ابھی تک نہیں"۔

"پوزیشن کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے اثر زائل ہو چکا ہے۔ اب صرف نیند ہے۔ تھوڑی دیر میں ہوش آ جائے گا"۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ۔ ہم یہاں موجود ہیں"۔

"اوکے" میریا نے رسالہ ایک طرف پٹخ دیا اور پھر میں نے اس کے قدموں کی چاپ سنی۔ پھر
دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں خاموش تھے۔ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔
تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا "کوشش کرو' اب اسے ہوش میں آ جانا چاہیے"۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں" دوسری آواز ابھری اور پھر قدموں کی چاپ میرے بستر تک پہنچ گئی۔
ان میں سے ایک نے مجھے جھنجھوڑا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن میرے چہرے پر کوئی تاثر نمودار
نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر تک میرا انداز کھویا کھویا رہا اور پھر جیسے میری سوچ واپس آ گئی۔
میں چونک پڑا۔ اور پھر میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن میرے اوپر جھکے ہوئے آدمی نے میرے
سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"لیٹے رہو' لیٹے رہو۔ سر چکرائے گا" اس نے ہمدردی کے انداز میں کہا۔ سینے پر دباؤ بھی غیر
دوستانہ نہیں تھا۔ میں پھر لیٹ گیا۔

"کیسی حالت ہے؟"

"ٹھیک ہوں لیکن میں کہاں ہوں؟"

"امن و سکون کی جگہ۔ جہاں اگر تم چاہو تو تمہارے لیے جنت تعمیر ہو سکتی ہے۔ لیکن شرط یہی ہے
کہ اگر......"

"لیکن میں کوئی جنت نہیں چاہتا"۔

"یہ مایوسی کے الفاظ ہیں۔ جنت کو تم نے اپنی دسترس سے اتنا دور سمجھ لیا ہے کہ اب تم اس کی
چاہت بھی کھو بیٹھے ہو"۔

"ہوں۔ تو تم جنت کے سوداگر ہو"۔

"ہاں۔ ان مایوس لوگوں کو ہم راستے پر واپس لے آتے ہیں جو راستہ گم کر چکے ہیں۔ قصور کسی کا
نہیں ہے۔ انسان ہمیشہ سیدھے راستے تلاش کرتا رہا ہے"۔

"اوہ۔ تم سیدھے راستوں کے راہی ہو"۔

"ہاں میرے دوست' جنت صرف ایک سمبل ہے۔ ایک اشارہ لیکن اس اشارے کو استعمال کرنے
والے بہت چالاک ہیں"۔

"خیر' میرا ذہن دکھ رہا ہے۔ پھر کسی وقت اس بارے میں گفتگو کروں گا۔ اس وقت میں سکون چاہتا
ہوں"۔

"ضرور' ہمیں صرف تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"نہیں"۔

"اوکے۔ آرام کرو۔ لیکن اس کے ساتھ ایک درخواست ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا؟"

"کسی بھی قسم کی حرکت سے پرہیز کرنا۔ یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش تمہارے لیے خطرناک ہوگی"۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گا بے فکر رہو" میں نے جواب دیا اور وہ دونوں سر ہلا کر باہر نکل گئے دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

ان کے جانے کے بعد میں نے گہری سانس لی۔ اب تو ان حالات کے بارے میں سوچنا بھی حماقت تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے لیٹا رہا۔ جب لیٹے لیٹے تھک گیا تو اٹھ کر رسالہ اٹھا لیا اور کرسی پر بیٹھ کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

تقریباً" دو گھنٹے کے بعد پھر دروازہ کھلا اور اس بار وہی آدمی اندر آ گئے۔ "مسٹر جینگو نے آپ کو طلب کیا ہے"۔

"انکار کروں تو؟" میں نے پوچھا۔

"ہم آپ کو اٹھا کر لے جائیں گے"۔

"ہوں۔ چلو میں خود ہی چلتا ہوں" میں کھڑا ہو گیا اور پھر ان کے ساتھ راہداری میں نکل آیا۔ وہ سب چوکنا تھے۔ ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ میری پھرتی دیکھ چکے تھے۔ لیکن اب میں کسی حرکت کے موڈ میں نہیں تھا۔

"راہداری کے اختتام پر ایک دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ حالانکہ دن کا وقت تھا لیکن کمرے میں بے شمار روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ جینگو انتہائی قیمتی سرخ لبادے میں ملبوس ایک لمبی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر زندگی نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا "ہیلو خوبصورت آدمی"

"ہیلو جینگو"۔

"اپنی حرکتوں کے باوجود مجھے دلکش لگتے ہو بیٹھ جاؤ"۔

"شکریہ" میں لاپرواہی سے اس کے سامنے بیٹھ گیا اور جینگو نے ایک ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس نے کسی کی طرف دیکھا نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں حسب معمول جاندار لگ رہی تھیں اور ان میں وہی پر اسرار مقناطیسیت نظر آ رہی تھی۔

چند ساعت کے بعد دو خوبصورت لڑکیاں اندر آ گئیں لیکن ان کے جسموں پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ جسم انتہائی دلکش تھے۔ جینگو میری آنکھوں میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ میں چونک تو پڑا تھا لیکن اس سے زیادہ کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔

ایک لڑکی ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر لائی تھی جس پر بہترین کھانے پینے کی چیزیں سجی ہوئی تھیں۔

"مہمان کی تواضع کرو" جینگو نے کہا اور حسین لڑکیاں مسکرا دیں۔ پھر وہ میرے نزدیک آ کر بیٹھ گئیں اور فضول حرکتیں کرنے لگیں۔

"یہ تمہاری آخری کوشش ہے جینگو" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اس کے بعد کیا کرو گے؟"

"اوہ۔ کیا یہ لڑکیاں پسند نہیں' دوسری آ سکتی ہیں"۔

"انہیں واپس بھیج دو"۔

"جاؤ" جینگو نے کہا اور لڑکیاں اسی انداز میں مسکراتی ہوئی واپس چلی گئیں۔

"کیا یہ سب کچھ مناسب ہے؟" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"براہ کرم کھل کر گفتگو کرو"۔

"تم بہرحال ایک پروقار انسان ہو۔ کیا تمہاری شخصیت اس قدر گراوٹ قبول کرتی ہے؟"

"کیسی گراوٹ؟"

"لڑکیاں سپلائی کرنے والے کو کیا کہتے ہیں؟ تمہیں اپنی شخصیت کو مدنگاہ رکھ کر ایسے اوچھے ہتھکنڈے نہیں استعمال کرنے چاہئیں"۔

"اس میں سے کچھ لو' تم بھوکے ہو" جینگو نے پرسکون لہجے میں کہا اور میں نے ایک سیب اٹھا لیا۔

"کافی منگواؤں؟"

"نہیں شکریہ"۔

"عورت مرد کی ایک ضرورت ہے اور عورت بھی اتنی ہی ضرورت مند۔ اس میں اوچھے ہتھکنڈوں کی کون سی بات ہے؟"

"لیکن میں تمہارے مسلک کا قائل نہیں ہوا ہوں"۔

"ہو جاؤ گے' ہو جاؤ گے" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لو اور لو"۔

"بس"۔

"میں نہیں سمجھ سکتا نواز' تم دنیا کی نعمتوں سے کیوں بھاگتے ہو' اس کے لیے تو تمہارے مذہب نے بھی منع نہیں کیا"۔

"ہاں لیکن مذہب کے کچھ اصول بھی تو ہوتے ہیں"۔

"تو تم اصولوں کے جال سے نہیں نکلو گے"۔

"اس لیے کہ میں انہیں جال نہیں سمجھتا۔ انسانی معاشرہ کے نظم و ضبط کے لیے یہ ضروری ہیں"۔

"فضول چیزوں کے پیچھے زندگی کیوں کھو رہے ہو نواز۔ کیا صرف ضد برائے ضد۔ حالانکہ تم کبھی مذہبی انسان نہیں رہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں نے ہمیشہ مذہب کی عزت کی ہے"۔

"جھوٹ بول رہے ہو نواز اصغر۔ دنیا کی کون سی برائی تم نے نہیں اپنائی۔ تم جینگو کو کیا سمجھتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہارے خیال میں تم جینگو کی نگاہ سے پوشیدہ رہ سکتے تھے، تم کہیں بھی جا چھپتے نواز، جس ذہن میں اپنے ذہن کے راستے کھولتا، تمہیں تلاش کر لیتا۔ میری نگاہوں کے سامنے ہر گوشہ برہنہ ہے۔ نہ جانے تم مجھے کیوں نہیں پہچانتے"۔

"اب تم جھوٹ بول رہے ہو"۔

"کیوں۔ اس میں کیا جھوٹ ہے؟"

"تم صرف گٹار سے مجھے پہچانے تھے۔ کیونکہ ایک بار تم پہلے بھی میرا گٹار سن چکے تھے"۔

"چلو یہی سہی۔ لیکن میں نے اس کے لیے تمہاری تگ و دو نہیں کی کہ میں تمہیں اس قدر اہم بھی نہیں سمجھتا تھا"۔

"ہاں۔ میں بھی خود کو اس قدر اہم نہیں سمجھتا"۔

"لیکن یہ میری بھول تھی"۔

"کیا مطلب؟"

"تم تو بے شمار خوبیوں کے مالک نکلے۔ خاص طور سے گٹار کے سلسلہ میں۔ یقین کرو تمہاری انگلیوں میں جادو ہے۔ اس کے علاوہ بھی تم ہمارے لیے اس قدر کارآمد انسان ہو کہ ہم تمہیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے"۔

"میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں جینگو؟"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا"۔

"لیکن میں تو تمہارے مسلک کا مخالف ہوں"۔

"وقتی طور پر ـــــ تم ہمارے مسلک سے متاثر ہو جاؤ گے۔ میں تم سے تمہارے ماضی کی بات کروں گا نواز اصغر"۔

"اچانک اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس کی آنکھوں سے ٹھنڈی ٹھنڈی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ میرا ذہن سونے لگا۔ لیکن اچانک ہی میرے اندر وہ قوت بیدار ہو گئی جو میری فطرت کا خاصہ تھی۔ کسی سے متاثر نہ ہونے والی قوت۔ اور میرا ذہن اس کے سحر سے آزاد ہو گیا۔

"اب تم سے گفتگو ہو گی نواز"۔

"میں نے کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا اور خاموش بیٹھا رہا۔

"تمہارا ماضی تمہاری برائیوں کی کہانی سناتا ہے۔ وہ برائیاں جو تمہارے معاشرے میں برائی ہیں۔

ہاں۔ کیا تم منشیات کے اسمگلر نہیں رہے ہو؟"

"رہا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم نے اپنی زندگی میں بے شمار لوگوں کو قتل نہیں کیا ہے؟"

"کیا ہے"۔

"ہوریشو جیسا خطرناک انسان تمہارے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ میرے علم میں ہے۔ تم نے میرے ضمیر ...نی دیکھی"۔

"واقعی تمہاری معلومات حیرت انگیز ہیں"۔

"مجھ سے دنیا کی کون سی بات چھپی ہوئی ہے نواز اصغر۔ تمہارا ماضی میرے سامنے ہے۔ پھر اس کے ...م نیکیوں کی تلاش میں کیوں نکل پڑے ہو؟"

"برائیوں سے دل اکتا گیا ہے"۔

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل تمہارے اندر جو جڑ ہے اس نے تمہیں بھٹکایا ہے۔ اگر برائیاں انسانی ...ی کا سہارا نہ بنیں تو نیکیوں کے تمام راستے گہرے گڑھوں تک لے جاتے ہیں۔ اگر تمہیں برائیوں میں ...لتی تو تم کہاں جاتے؟"

"لیکن ان برائیوں نے مجھے سکون نہیں دیا"

"نہیں۔ تم نے سکون تلاش نہیں کیا"۔

"میں سکون کی تلاش میں ہوں"۔

"میں تمہیں سکون دوں گا"۔

"تم تو خود بے سکون ہو جینگو۔ تمہاری ساری نسل مضطرب ہے۔ وہ نشہ اور ادویات میں سکون ...تے ہیں اور جب نشہ اترتا ہے تو اتنی اداس نظر آتی ہے کہ دل ڈوب جاتے ہیں" میں نے جواب دیا اور ...و چونک پڑا۔

"نواز" اس نے عجیب سے لہجے میں پکارا۔

"ہوں"۔

"تم میرے غلام ہو، صرف وہ کہو جو میں کہوں"۔

"میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں جینگو۔ تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں تمہارے ٹرانس میں آ گیا ہوں، ابھی ...مشق کرو ہپناٹزم کی۔ تم ایک اچھے ہپناٹسٹ نہیں ہو" میں نے کہا اور جینگو جیسے سکتہ ہو گیا۔ کافی دیر تک ...خاموش رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہاری انہی صلاحیتوں نے تو مجھے تم پر عاشق کر دیا ہے۔ اب بتاؤ میں تمہیں کیسے چھوڑ دوں لیکن ...م ان نیکیوں کے پیچھے کیوں دوڑ رہے ہو۔ سب فضول باتیں ہیں۔ تم نے سونیتا کو بھی ٹھکرا دیا اور اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چکمہ دے کر نکل بھاگے۔ لیکن ایک بات تو بتاؤ؟"

"پوچھو۔ وہ بھی پوچھو"۔

"سونیتا کے پاس سے آتے ہوئے تم اس کے ہاں سے کچھ اٹھالائے تھے؟"

"کیا مطلب؟"

"اس کے بعد تمہارے پاس یہ لباس اور میک اپ کا سامان کہاں سے آگیا؟" اور اس بار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی"۔

"تم روشن ضمیر ہو' معلوم کرلو"۔

"مشکل کام نہیں ہے"۔

"ٹھیک ہے' معلوم کرلو تو مجھے بھی بتادینا"۔

"ضرور بتاؤں گا' لیکن اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"کس سلسلہ میں؟"

"خود میں کوئی لچک پیدا کرو گے؟"

"ارے نہیں جینگو' ابھی تو میں نے زندگی کی ابتداء کی ہے۔ ابھی تو بہت سے مراحل طے ہیں"۔

"میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو ضائع مت کرو۔ ترلوکا کے مشن کے لیے کام جانے کیا سے کیا بن جاؤ گے"۔

"میرا مشن کچھ اور ہے جینگو"۔

"وہ کیا؟"

"میں نے ہوریشو کو فنا کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ میں اس میں کامیاب ہوگیا۔ تم نے میرے مذہب کی توہین کی ہے۔ خدا کی قسم..... اب میں مذہب کے نام پر ترلوکا کو فنا کردوں گا۔ اسے روئے سے نیست و نابود کردوں گا۔ یہ نیکی کر گزرنے سے شاید میری تھکی ہوئی برائیوں کے بوجھ سے مضمحل کچھ سکون آجائے"۔

جینگو کا ضبط جواب دے گیا۔ اس کا بدن کانپ اٹھا اور اس کی آنکھوں سے خون ابلنے لگا۔

"تیرا علاج اب صرف ترلوکا کے پاس ہے" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر اس نے آواز دی۔

☆ ☆ ☆

ایکبار پھر مجھے قید کردیا گیا۔ لیکن اب مجھے وہ مراعات حاصل نہیں تھیں جو اس سے پہلے غالباً" جینگو میری طرف سے اب قطعاً" مایوس ہوگیا تھا۔ ترلوکا کی توہین کرکے میں نے اسے اپنا بدترین

دشمن بنالیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ترلوکا اس سے بھی بڑا آرٹسٹ ہوگا۔ اس نے جینگو جیسے آدمی کو ذہنی طور پر اس قدر بیمار کردیا ہے کہ وہ اس کی توہین برداشت نہیں کرسکتا۔ لیکن مجھے اس بات کی پرواہ بھی نہیں تھی۔

جس جگہ مجھے قید کیا گیا تھا وہ شاید اسٹور تھا۔ ٹوٹا پھوٹا فرنیچر کمرے میں بھرا ہوا تھا۔ چاروں طرف گرد سے اٹا ہوا فرش' غالباً" یہ انتقام کی ایک شکل تھی' ورنہ اگر وہ مجھے بہتر طور سے بھی رکھتے تو کوئی وقت اب بات نہیں تھی۔

اس دوران میری ملاقات میریا ڈالسنگ سے بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس پورے کارخانے میں صرف وہی میری ہمدرد تھی۔ لیکن مجھے خدشہ تھا کہ وہ کسی مصیبت کا شکار نہ ہوجائے۔ جینگو نے کہا تھا کہ یہ بات معلوم کرے گا کہ سونیتا کے پاس سے فرار کے بعد یہ آسانیاں مجھے کہاں سے حاصل ہوئیں جبکہ میں انہیں کے راستے کا راہی نہیں تھا۔ اگر کسی طرح اس کی نگاہ بے چاری میریا پر جاپڑی تو وہ غریب مفت میں ماری جائے گی۔

میرے ذہن میں میریا کی صورت ابھر آئی۔ حسین لیکن انتہائی سنجیدہ چہرہ۔ اس عمر کی کسی لڑکی کو میں نے اس قدر سنجیدہ نہ دیکھا تھا۔ اپنے بارے میں اس نے مجھے کچھ نہ بتایا تھا۔ حالانکہ میں نے اس سے کئی بار اس کے دیگر معاملات کے بارے میں پوچھا تھا سوائے ان تین لپاج انسانوں کے جنکی وہ کفیل تھی۔ لیکن ان کے بارے میں بھی مجھے کیا معلوم تھا۔

ان کے علاوہ اس نے مجھے کسی کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ لیکن بہرصورت ان ساری باتوں کے باوجود نجانے کیوں میں نے اس کے چہرے پر یا اس کے انداز پر ایک بار بھی کوئی ایسی چمک نہیں دیکھی تھی جس سے اظہار ہوتا کہ وہ کوئی نوجوان لڑکی ہے اور جوانی کی ضرورتوں سے متاثر ہے۔

حالانکہ اگر وہ لوگ چاہتے تو میریا کو بھی مجھے بگاڑنے پر متعین کرسکتے تھے۔ لیکن ممکن ہے وہ اس ٹائپ کی لڑکی ہی نہ ہو۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں کئی بار اس کا خیال آیا۔ میں نے اپنے آپ کو ٹٹولا تو اس کی کوئی خاص وجہ نہیں پائی سوائے اس کے کہ اس لڑکی کے کردار نے مجھے متاثر کیا تھا اور پھر یہ کہ وہ میری مدد کرتی تھی۔ اس نے ایسے وقت مجھے سہارا دیا تھا جب میں اچھائیوں کے راستے سے بھٹک بھی سکتا تھا اور یہ کوئی ایسی معمولی سی بات تھی۔ لیکن بہرصورت میرے نزدیک کسی کے احسان کا احساس بھی بڑی چیز ہے۔ سو اب اگر وہ لڑکی میری وجہ سے کسی مصیبت کا شکار ہوجاتی تو میرے لئے واقعی یہ بات باعث شرم ہوتی۔ لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ یہاں آکر کچھ اس طرح پھنس گیا تھا کہ اب بظاہر ان معاملات سے نمٹنے کی کوئی صورت ذہن میں نہیں آتی تھی۔

جینگو سے میری جو گفتگو ہوئی تھی اس کے بعد میرے خیال کے مطابق جینگو کو پوری طرح میری طرف سے منحرف آرا ہوجانا چاہئے تھا کیونکہ میں نے اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی اور نہ ہی میری کارکردگی میں اتنی لچک تھی کہ وہ اس سے کسی بھی قسم کا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے یاد تھا کہ جس وقت میں نے اس کے ہپناٹسٹ ہونے کا اظہار کیا تھا تو وہ دنگ رہ گیا تھا۔ یقیناً" اپنے اس فن پر بڑا فخر ہو گا لیکن میں نے اس کے اس فن کو بھی ناکام کر دیا تھا۔ اس کا مقصد تو جینگو کے دل میں میرے لئے ہمدردی پیدا نہیں ہو سکتی' رہی میری گٹار نوازی' تو وہ اس کے لیے اتنی ... نہ ہو گی کہ وہ ذرا سی بات کے لئے اتنی بڑی مصیبت مول لے' پھر وہ میرا کیا کرے گا۔ یہ سوال ہنوز تشنہ ...

کیا مجھے قتل کر دیا جائے گا؟ میں نے سوچا۔ یوں بھی جینگو نے کہا تھا کہ اگر میں کچھ خوبیوں کا مالک ... ہوتا تو انتقام کے طور پر مجھے قتل بھی کیا جا سکتا تھا لیکن اب کیا کیا جائے گا' اور اس کیا ہو گا' کا کوئی جواب ... الحال میرے پاس موجود نہیں تھا۔

اور جس بات کا کوئی جواب ذہن میں نہ ہو تو اس کے بارے میں دماغ سوزی کرنا سوائے حماقت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی خود کو خالی الذہن کر لیا' جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

لیکن کم بختوں نے سلوک بہت برا کیا تھا یہاں لا کر نہ کھانے کو پوچھتے تھے نہ پینے کو' اس وقت ... میں شدید بھوک کا شکار تھا اور پیاس کی وجہ سے میرے حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔

کیا وہ مجھے بھوکا پیاسا مار ڈالیں گے؟ میں نے سوچا اور میری ضدی فطرت عود کر آئی۔ نہیں ایسے جان نہیں دوں گا۔ آخر کمرے میں ہی تو قید ہوں اور دروازہ فولاد کا بنا ہوا نہیں ہے۔ اگر حالات حد سے بگڑے ہوئے نظر آئے تو پھر ہاتھ پاؤں ہلانے ہی پڑیں گے۔ حالانکہ میں چاہتا تھا کہ انہیں انکی کوششوں سے نہ روکوں اور دیکھوں کہ وہ مجھے کس حد تک مجبور کر سکتے ہیں۔ لیکن حرام موت مرنا بھی مناسب نہیں تو کچھ کر کے مرا جائے تو بہتر ہے۔ اور اس کے لئے میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ جب تک وہ لوگ خود کوئی کارروائی نہ کریں گے اس وقت تک قدم آگے نہیں بڑھاؤں گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔

رات کو باقاعدہ کھانا بھجوایا گیا تھا جو زیادہ بہتر تو نہیں تھا' لیکن بہر صورت غنیمت تھا۔ البتہ یہ ... ضرور سوچ رہا تھا کہ کہیں کھانے میں کوئی ایسی چیز شامل نہ کر دی گئی ہو' جسے کھا کے میں پھر بے ہوش ہو جاؤں اور یہ بیہوشی کسی مصیبت کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔

لیکن مجبور تھا کیا کر سکتا تھا۔ کھانا تو رات کو کھانا ہی پڑا اور جب صبح کو آنکھ کھلی تو بڑی خوشی ہوئی تھی' گویا کھانے میں مجھے کوئی ایسی چیز دینے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ ہاں دوسرے دن دس بجے وہ کھیل شروع ہو گیا جو میرے ذہن میں سر ابھار رہا تھا۔

آنے والی میریا ڈالسنگ ہی تھی' اسے دیکھ میں خوشی سے اچھل پڑا۔ میریا ڈائسنگ بدستور سنجیدہ تھی۔

میں چھپ کر تمہارے پاس آئی ہوں۔" اس نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"اوہ میریا' یہ تمہارے لئے مناسب نہیں تھا۔"

"نواز پلیز' میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو' میرے لئے کیا مناسب ہے اور کیا غیر مناسب' تم اس بارے میں الجھن میں نہ پڑو۔ اس بارے میں میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" میریا حسب معمول خشک انداز میں بولی اور میں عجیب و غریب نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کہو۔" میں نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہیں ایک جگہ بلایا جائے گا۔ ممکن ہے میں وہاں موجود ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ میں وہاں موجود نہ ہوں۔ تمہیں ایک انجکشن لگایا جائے گا جو بے ہوشی کا انجکشن ہو گا۔ اس کے بعد وہ تمہیں کہیں لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتی کہ وہ لوگ تمہیں کہاں لے جائیں گے' لیکن بہر صورت کسی لمبے سفر کا پروگرام معلوم ہوتا ہے۔ تم ان کے چنگل سے نکلنے کی آخری کوشش کر سکتے ہو۔"

"کس طرح؟" میں نے سوال کیا۔

"جو انجکشن تمہیں دیا جائے گا وہ بے ہوشی کا ہو گا' لیکن اگر میں نے تمہیں وہ انجکشن نہ بھی دیا تب بھی ڈاکٹر یا کسی دوسرے آدمی کو وہ انجکشن میں ہی فراہم کروں گی۔ لیکن جو انجکشن تمہارے بدن میں لگے گا وہ بے ہوشی کا انجکشن نہیں ہو گا بلکہ وہ سادہ پانی ہو گا۔ تم بے ہوش ہونے کی اداکاری کرو گے اور پھر جب وہ تمہیں لے کر جائیں اور جس جگہ بھی پہنچیں تو تم موقع پا کر پہلی فرصت میں ان کے چنگل سے بھاگ نکلنا خواہ کچھ بھی ہو جائے۔"

"خوب لیکن میں تنہا ہوں۔"

"ہاں میں اسی کا بندوبست کر کے آئی ہوں۔" میریا نے کہا اور اپنے لباس میں سے اس نے ایک چھوٹا سا آٹومیٹک پستول نکالا اور میری طرف بڑھا دیا۔ پھر وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"اس میں آٹھ گولیاں ہیں نواز۔ اور بس اس سے زیادہ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔"

"اوہ میریا------ میریا------ اس سے زیادہ کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن افسوس میں جواب میں تمہیں کچھ نہ دے سکوں گا۔"

"خدا حافظ۔" میریا نے کہا اور مسکرائے بغیر باہر نکل گئی۔ اس کے چہرے پر یا آنکھوں میں نرمی کا ہلکا سا تاثر نہیں تھا۔

اس لڑکی کے کردار سے میں بے پناہ متاثر تھا' لیکن بہرحال کیا کرتا ہاں زندگی میں اگر کوئی موقع فراہم ہوا تو میں دل و جان سے اس کی مدد کروں گا۔ میں نے سوچا تھا۔ بہرحال میریا باہر نکل گئی تھی۔ تب میں نے اس کے دیئے ہوئے آٹومیٹک پستول کو بڑی احتیاط سے لباس میں چھپا لیا۔

اور پھر میں بیٹھ گیا۔ اب میرا ذہن انہی معاملات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس وقت دن کے تقریباً" ڈھائی بجے تھے جب چند افراد مجھے لینے آئے۔ اس وقت تک دوپہر کا کھانا بھی نہ ملا تھا یعنی رات ہی کو جو کچھ کھا لیا تھا وہی چل رہا تھا اور مجھے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ بہر صورت بھوک پیاس کا ذکر تو حماقت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی ہے۔ میں ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

آنے والے مجھے لئے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گئے' جہاں چار آدمی موجود تھے لیکن ان درمیان میریا ڈالسنگ کو دیکھ میں نے سکون کی سانس لی۔

"مسٹر نواز ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ یہاں کب تک قید رہیں گے' بہرحال آپ کا طبی معائنہ کے لئے آپ کو طلب کیا گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' ویسے میں بالکل تندرست ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً" ہوں گے۔ لیکن ممکن ہے آپ کو کوئی تکلیف ہو گئی ہو' ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ آپ چاق و چوبند رکھیں۔"

"مناسب ہے' جیسا آپ حکم دیں۔"

"براہ کرم آپ اس میز پر آجایئے۔" اس شخص نے کہا' جو شاید ڈاکٹر تھا کیونکہ دوسرے لمحے اسٹیتھوسکوپ لے کر میرے حلق' چہرے اور سینے کا معائنہ کرنے لگا۔ انہوں نے میری آنکھیں بھی کھول دیکھیں۔ بظاہر وہ یہی تاثر دے رہے تھے کہ جیسے وہ ڈاکٹری معائنہ کر رہے ہوں۔

"مسٹر نواز آپ طبی لحاظ سے درست ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ ٹینوریا کا ایک انجکشن لیں' وہ آپ کو جملہ بیماریوں سے محفوظ رکھے گا۔"

"مناسب' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس کی بجائے اگر مجھے خوراک مہیا کی جاتی رہے تو بہتر ہے' میں نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا۔"

"اوہ یقیناً" یہ کسی کی غفلت کا نتیجہ ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے مسٹر جینگو کی یہی ہدایات ہوں بہرصورت آپ کو کھانا فراہم کر دیا جائے گا کیونکہ یہ انسانی فرض بھی ہے۔"

"ہاں مناسب ہے کہ آپ اس انسانی فرض کو پورا کر دیں ورنہ میں دوبارہ اس کا تذکرہ بھی نہ کروں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"براہ کرم چند ساعت انتظار کریں۔" اس شخص نے کہا پھر میریا ڈالسنگ کو دیکھ کر بولا۔

"مس میریا انجکشن لگا دیجئے۔"

"بہت بہتر۔" میریا نے کہا اور پھر اس نے ان لوگوں کے سامنے ہی ایک انجکشن کی سیل توڑ سرنج میں بھر کر میری جانب بڑھی۔ اس نے اپنے مخصوص سرد لہجے میں مجھ سے بازو آگے بڑھانے کے کہا اور میں نے بازو آگے بڑھا دیا۔ میریا ڈالسنگ نے مجھے انجکشن دے دیا تھا اور پھر وہ سرنج لئے کمرے سے باہر نکل گئی۔ انجکشن کی شیشی بھی اس نے ساتھ ہی رکھی تھی گویا وہ اپنے خلاف کوئی چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ویسے اس بے چاری نے میرے لیے یہ دوسرا بڑا رسک لیا تھا۔ یوں بھی باتیں اگر یکجا ہو جاتیں تو اس کی شخصیت فوری طور پر مشکوک سمجھی جا سکتی تھی۔

میں نے چند ساعت تو آنکھیں کھولی رکھیں اور پھر اس قسم کا اظہار کرنا شروع کیا جیسے میری پلکیں جا رہی ہوں۔ وہ لوگ بغور میرا جائزہ لے رہے تھے اور پھر چند ساعت کے بعد میں نے اپنی گردن طرف گرا دی۔ سانسوں کو میں نے اس طرح بے ترتیب کر لیا تھا جیسے وہ بے ہوشی کے دوران جاتی ہیں گویا میں مکمل اداکاری کر رہا تھا۔

تب وہ لوگ میرے نزدیک آ گئے۔ "مسٹر نواز۔" ان میں سے ایک نے مجھے جھنجھوڑا۔

"مسٹر نواز ـــــ" دوسرے نے آواز دی۔ اور پھر تیسرے نے ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر جڑ دیا۔ کافی زوردار تھپڑ تھا۔ لیکن برداشت تو کرنا ہی تھا۔ میں نے اس پر بھی کوئی اظہار نہ کیا تو ان میں سے ایک نے کہا۔

"ٹھیک ہے' کام ہو چکا ہے۔"

"پھر اب؟" دوسرے نے سوال کیا۔

"بس تیاریاں کرو۔ اب زیادہ وقت بھی نہیں ہے۔ ٹھیک ساڑھے پانچ بجے اسٹیمر پہنچ جائے گا اور راستہ بھی اچھا خاصا ہے۔"

"اوکے سر۔" کسی نے جواب دیا اور پھر شاید ان میں سے ایک یا دو باہر نکل گئے۔

تھوڑی دیر بعد مجھے ایک اسٹریچر پر ڈالا گیا۔ میں بدستور دم سادھے ہوئے پڑا تھا اور کچھ لوگ اسٹریچر لئے کر چل پڑے۔ اسٹریچر کو کسی بند وین میں رکھا گیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے اردگرد کون کون ہے۔ لئے آنکھوں میں ہلکی سی جھری بھی پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ آنکھیں بند کئے کئے سخت کوفت ہو رہی تھی۔

لیکن بہرحال برداشت کرنا تھا۔ لہٰذا وین میں اور وہ بھی چلتی ہوئی وین میں کوئی حرکت کرنا حماقت تھی۔ اس کے رک جانے کا انتظار ضروری تھا۔ چنانچہ میں دم سادھے پڑا رہا اور پھر میں نے اس کی رفتار ست پڑتی محسوس کی۔

وین رک گئی اور میں نے گہری سانس لی' یہ آخری موقع تھا۔ اس کے بعد نہ جانے کیا پوزیشن ہو۔ ما ترلوکا تک پہنچنے کا خواہش مند ضرور تھا۔ لیکن ان لوگوں کا قیدی بن کر نہیں' بلکہ آزاد انسان کی حیثیت سے یہیوں کے کسی قافلے کے ساتھ یہاں تک باآسانی پہنچا جا سکتا تھا۔ اس طرح تو میں کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

بہرحال وہ سب نیچے اترنے لگے اور اسی وقت موقع تھا۔ آستین میں چھپا ہوا پستول نیچے سرک آیا اور میرے ہاتھ کو چھونے لگا۔ اب میں کسی بھی لمحے اسے نکال سکتا تھا نیچے اترنے کے بعد انہوں نے اسٹریچر گھسیٹا اور پھر اسے دو آدمیوں نے پکڑ لیا اور وہاں سے چل پڑے۔ باہر آنے کے بعد سمندر کا شور صاف سنائی دے رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور یہی کاروائی کا وقت تھا۔ چنانچہ میں نے بازو تھوڑا سا ہلایا اور پستول میری مٹھی میں آگیا اور
دوسرے لمحے میں نے نپی تلی چھلانگ لگا دی۔ اسٹریچر خالی ہو گیا تھا۔
اس کے ساتھ ہی کچھ آوازیں ابھریں۔ میں نے ایک لمحے میں ماحول کا جائزہ لے لیا۔ تقریباً
آدمی تھے۔ کچھ کرنا ضروری تھا۔ اس لئے میں نے یونہی اندھادھند ایک فائر جھونک دیا اور اس کے ساتھ
ایک چیخ ابھری اور وہ سب زمین پر گر پڑے۔

"وہ فائر کر رہا ہے۔" کسی نے چیخ کر کہا۔

"اوہ۔ مارنا نہیں ہے' پکڑو۔" کسی دوسرے نے کہا۔ لیکن اٹھنے کی ہمت کسی کو نہیں ہوئی اور
ان سے کافی دور نکل آیا۔ لیکن دوسرے لمحے مجھے غلطی کا احساس ہوا۔ میں نے غلط سمت اختیار کی تھی۔ اس
وقت وین کی طرف جانا مناسب تھا۔ وین ہی فرار کے لئے عمدہ ثابت ہو سکتی تھی۔

وہ مجھے قتل نہیں کرنا چاہتے تھے' لیکن بہرحال مجھے پکڑنے کے لئے زخمی ضرور کر سکتے تھے اس
اپنا بچاؤ بھی ضروری تھا۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ کہیں ان کی توجہ وین کی حفاظت کی طرف مبذول
ہو جائے۔

بہرحال میں نے ایک ریت کے ٹیلے کی آڑ لے لی اور پھر وہاں سے دو اور فائر کر دیئے۔ آٹھ گولیاں
تھیں' ان کا استعمال بھی نہایت احتیاط سے کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ دوسری طرف
افراتفری مچی ہوئی تھی۔ وہ لوگ چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو ہدایات دے رہے تھے اور اب وہ اپنی پوزیشن
بدل رہے تھے۔

میں نے وین کے پار سے اندازہ لگایا' اور پھر ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ پھر میں نے اندھادھند
فائر کئے اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ ایک لمبی دوڑ لگا کر بالآخر میں وین کے نزدیک پہنچ گیا۔

اور دوسرے لمحے میں وین کے اندر تھا' میں دعا مانگ رہا تھا کہ چابی وین کے اگنیشن میں موجود ہو
اور نہ جانے یہ دعا کس دل سے نکلی تھی چابی اگنیشن میں لگی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

دوسرے لمحے میں نے وین اسٹارٹ کر لی۔ لیکن اسی وقت عقب سے میرے سر پر قیامت ٹوٹ
پڑی۔ ایک ضرب' دوسری ضرب اور پھر تیسری اس کے بعد نہ جانے انہوں نے کھوپڑی کا کیا حشر کیا
کوئی اندازہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ یکے بعد دیگرے تین ضربوں نے کام تمام کر دیا تھا۔

اور جب تک موت نہ آئے' ہوش آنا یقینی ہے۔ بعض لوگ ایسے سخت جان ہوتے ہیں کہ موت کو
بھی کافی مشکلات پیش آتی ہیں۔ گو میرا سر شدید تکلیف کا شکار تھا لیکن ہوش آگیا۔

بدن کے نیچے آرام دہ بستر تھا اور چھت پر روشن فانوس در و دیوار کسی ہسپتال کے ہی معلوم ہوتے
تھے' سر پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ لیکن ---- لیکن یہ ہلتا ہوا ہسپتال۔ ہاں زمین ہل رہی تھی۔ ذہن کو
یکجا کیا' اور آوازوں کا اندازہ کیا۔ پھر کچھ اور ذہن صاف ہوا تو گزرے ہوئے واقعات یاد آئے

ہلتی ہوئی زمین کے بارے میں اندازہ لگا لیا۔
یقیناً" میں سمندری سفر کر رہا تھا۔ پھر چوٹ کے بارے میں اندازہ لگایا۔ سر کی خاصی ٹھکائی ہو گئی
تھی۔ لیکن میں ان کے ہاتھ لگ گیا' یہ برا ہوا تھا۔ دیر تک میں خاموش پڑا حالات پر غور کرتا رہا۔
نہ جانے کتنی دیر گزر گئی اور پھر کمرے کے ہلنے کی رفتار سست ہو گئی۔ سر چکرانا شروع ہو گیا تھا۔
پھیل گیا اور اس کے تھوڑی دیر کے بعد اس کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے بے ہوش رہنا ضروری
سمجھا تھا' اب جو ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ کیوں اداکاری کی جائے۔ چنانچہ میں نے آنے والوں کو
دیکھا چار آدمی تھے۔

"اٹھاؤ۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ اور جس بیڈ پر میں لیٹا تھا۔ اسے اسٹریچر کی طرح اٹھا لیا گیا۔
مخصوص قسم کا بیڈ تھا۔ باہر آ کر صورتحال کا اندازہ ہوا۔ میں کسی لانچ پر تھا اور اب یہ لانچ ایک جہاز کے ساتھ
لگی ہوئی تھی جو کھلے سمندر میں تھا۔ بے شمار افراد لانچ سے جہاز پر منتقل ہو رہے تھے۔

میرا اسٹریچر بھی ایک چھوٹی کرین کے ذریعہ لانچ سے جہاز پر پہنچ گیا اور وہاں چند لوگوں نے اسے اٹھا
کر ایک کیبن میں پہنچا دیا۔ باہر نجانے کیا کیا ہوتا رہا..... پھر جہاز متحرک ہو گیا اور میں نے ایک نامعلوم منزل
کی جانب چل پڑا۔

غالباً" ترلوکا کی طرف۔

کئی گھنٹے اس کیبن میں گزر گئے لیکن کوئی میری طرف نہیں آیا تھا۔ اور پھر جب میں خود عاجز آگیا تو
میں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ سر میں تکلیف ضرور تھی لیکن ناقابل
برداشت نہیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ کیبن کے باہر راہداری تھی' جس میں اور بھی دروازہ
نظر آ رہے تھے۔ نہ جانے کس خیال کے تحت میں نے ایک کیبن کے دروازے پر دستک دی۔

دروازہ کھولنے والی ایک سیاہ نسل کی عورت تھی۔ لیکن اسکے نقوش بے حد دلکش تھے اور وہ بھرپور
جوان تھی۔ اگر سیاہ رنگ کو نظر انداز کر دیا جائے تو اسے ایک خوبصورت عورت کہا جا سکتا تھا۔

"ہیلو!"

"میں تمہارے سامنے والے کیبن کا مسافر ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے' آؤ اندر آ جاؤ۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔

"میرے سر میں زخم ہے' اور میں بھوکا بھی ہوں۔"

"بیٹھو' میں تمہارے لئے بندوبست کرتی ہوں۔" اس نے بڑے خلوص سے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ وہ
کیبن میں لگا ہوا ایک بٹن دبا رہی تھی اور پھر ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔ "کافی اور کھانے کے لئے کچھ لے
آؤ۔" عورت نے کہا اور وہ شخص سر جھکا کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مطلوبہ اشیاء آ گئیں اور میں
بھوکوں کی مانند ٹوٹ پڑا۔ میں نے اس شریف عورت کو بھی نہیں پوچھا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر جب میں خوب کھا چکا تب پیچھے ہٹا اور کرسی سے ٹک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

"سر کی چوٹ کا کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"زیادہ بہتر نہیں ہے۔"

"پٹی بدل دوں؟"

"ضروری ہے؟"

"ہاں' مناسب ہوگا۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ ایک فرسٹ ایڈ بکس اٹھا لائی۔ یہ ا
لگانے میں مجھے دقت نہیں ہوئی تھی کہ سیاہ فام عورت میرے بارے میں ساری تفصیل جانتی ہے۔ یقیناً
پر وہ جینگو کی ساتھی ہوگی۔ لیکن ایک بات تعجب خیز تھی۔ اس جہاز سے ان لوگوں کا کیا تعلق تھا۔
کیا ترلوکا کے ہاتھ مجرمانہ کارروائیوں کے لئے بھی پھیلے ہوئے تھے کسی مشن کو چلانا دوسری بات
لیکن اتنے وسیع اختیارات۔ کیا اس مشن کے پیچھے کوئی اور سازش بھی ہے۔ کیا پورا جہاز ترلوکا کے قبضے
ہے۔

بہرحال ذہن زیادہ سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ عورت میرے سر کی پٹی کھولنے لگی۔ اور
اس نے نہایت مہارت سے میرے سر کی دوبارہ بینڈیج کر دی۔

"اگر ذہن منتشر ہو تو انجکشن دے دوں؟"

"بے ہوش کرنا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں' اب اس کی ضرورت نہیں ہے' اور پھر انجکشن سے بے ہوش کرنے کا تجربہ تو
ہو چکا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"تمہاری معلومات لامحدود ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں خود بھی لامحدود ہوں۔"

"ہاں اندازہ ہوتا ہے۔"

"بولو انجکشن لوگے' تمہاری طبیعت درست ہو جائے گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور اس نے ایک انجکشن نکال لیا اور پھر
میرے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

"چند ساعت کے لئے آنکھیں بند کر کے ذہن کو خالی کر لو' بے حد سکون محسوس کرو گے۔" اس نے
اور میں نے اس کی ہدایات پر عمل کیا در حقیقت انجکشن کا اثر لاجواب تھا۔ پورے بدن میں توانائی دوڑ
تھی اور بڑا سکون محسوس ہو رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد یوں محسوس ہوا جیسے کوئی تکلیف ہی نہ ہو' میں
آنکھیں کھول دیں۔ وہ میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

"تمہارا شکریہ خاتون۔"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں اب جاؤں؟"

"تمہاری مرضی پر منحصر ہے' دل چاہے تو بیٹھو۔ تنہا کیبن میں جا کر کیا کرو گے؟"

"تمہیں ناگوار تو نہیں ہوگا۔"

"اوہ۔ ہرگز نہیں' میں بھی اپنے کیبن میں تنہا ہی ہوں۔"

"تعارف ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں' میرا نام لویا ہے۔ مشرقی گنی سے تعلق رکھتی ہوں۔ اور تمہارے بارے میں سب کچھ
ہوں۔ تمہارا نام نواز اصغر ہے۔"

"اوہ۔ چلو اچھا ہوا۔ اس طرح بہت سی باتیں صاف ہو گئیں۔"

"مثلاً؟"

"یہی کہ میرا پورا تعارف تم سے ہو گیا۔"

"ہاں۔"

"ترلوکا سے تمہارا بھی تعلق ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا تم اس کی تعلیمات سے متاثر ہو؟"

"میں اس کی پیرو کار ہوں۔"

"لیکن تم تو بالکل ہوشمند' میرا مطلب ہے کہ تہذیب کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔"

"ہاں میرے اوپر بیرونی ذمہ داریاں ہیں۔"

"بیرونی ذمہ داریوں سے کیا مراد ہے۔"

"کسی بھی مشن کو چلانے کے لئے ہر قسم کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترلوکا نے بیرونی امور
کے لئے بھی مجھے ہدایات دی ہیں اس لئے....."

"اوہ۔ تو ترلوکا کا کوئی مشن ہے؟"

"ہاں۔ ایک عظیم مشن۔"

"کمال ہے' اس کے بارے میں ہمیشہ ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیوں' آج تک تمہیں اس مشن کے بارے میں کسی نے نہیں بتایا۔"

"اسے ایک باقاعدہ مشن تو نہیں کہا جا سکتا۔"

"حالانکہ یہ ایک باقاعدہ مشن ہے۔"

"مجھے اس کے بارے میں کچھ بتاؤ گی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں۔ یہ ہمارا فرض ہے' ممکن ہے مسٹر جینگو نے فلسفے کی زبان استعمال کی ہو جو تمہاری سمجھ میں نہ آئی ہو۔"

"ہاں۔ ممکن ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ میں اس لڑکی سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

"میں اس موضوع پر زیادہ نہیں بول سکتی۔ چند موٹی موٹی باتیں تمہیں بتا دیتی ہوں۔ ترلوکا کا مشن انسانیت کی بھلائی کے لئے ہے۔ انسان پتھروں کے دور میں تھا' معصوم تھا' تہذیب نے اسے زندگی کے لئے بہتر سہولتیں مہیا کیں لیکن اس کی تخریب کاری بڑھ گئی۔ آج ساری دنیا جہنم کے دہانے پر ہے۔ انسان نے انسان کو فنا کرنے کے لئے کیا کیا اسباب پیدا کئے ہیں ہر ذی ہوش کو معلوم ہے۔ ایٹم ایک معمولی سا تجربہ ہوا تھا۔ تم بتاؤ اب وہ تجربہ پہلے سے لاکھ گنا زیادہ ترقی یافتہ ہو گیا ہے۔ ترقی کی دیوانگی نے انسانی زندگی کو کس قدر ارزاں کر دیا۔ کیا ہم اس تہذیب سے نفرت نہ کریں انسان تو ایک معصوم مخلوق تھا جسے تہذیب کے عذاب نے گھیر لیا ہے۔ پتھروں کے دور میں بھی اپنے جیسوں کے خون بہانے کے لئے ایسی کبھی کوئی چھوٹی موٹی بات ہوئی' چھوٹے پیمانے پر ختم ہو گئی۔ جس نے برائی کی بات اسی تک رہی۔ جنگوں میں کیا صرف گناہ گار مارے جاتے ہیں۔ پھر ہم اس تہذیب کا کیا کریں جس نے ہم سے ہمارا اطمینان چھین لیا ہے۔ آج جو ملک جتنا وحشی ہے اتنا ہی ترقی یافتہ کہلاتا ہے۔ کیا ہم اسی ترقی کے گن گائیں۔ بیماریوں کے علاج دریافت ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بیماریاں کہاں سے پیدا ہوئیں۔ عجیب ترقی ہے' عجیب دور ہے۔ پہلے روگ ایجاد کیا اور پھر اس کی دوا تلاش کرنے لگے۔ ترلوکا کی آواز اسی ترقی کے خلاف بلند ہوئی ہے۔"

"وہ کیا چاہتا ہے؟"

"اس کی خواہش ہے کہ انسان اتنا ہی معصوم ہو جائے جتنا تھا وہ منشیات کی غنودگی میں اسے سب کچھ بھول جائے۔ وہ ترقی کے اس دور کو ——— بدترین دور کو فراموش کر دے اور صرف اپنی زندگی گزارے تاکہ اس کے بعد کی جو نسلیں آئیں وہ امن پسند ہوں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"کیوں؟"

"جب تک انسانی نسل آتی رہے گی۔ تعمیر اور تہذیب کا عمل جاری رہے گا۔"

"ہم آنے والی نسلوں کو ہی سنوارنا چاہتے ہیں۔ جو نسلیں موجود ہیں وہ تو انتہائی دور تک جا چکی ہیں۔"

"اس طرح تو ترلوکا کا مشن بہت طویل ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"کیا ترلوکا اس مشن کی تکمیل تک زندہ رہے گا؟"

"مشن ہمیشہ زندہ رہتا ہے' اس کے پیرو اس کی موت کے بعد اس کے نام کو لے کر آگے بڑھیں گے۔" لویا نے جواب دیا۔

"لیکن اس مشن سے ترلوکا کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"فائدہ ——— ہر محب انسانیت کی اگر اپنی کسی کوشش سے دوسرے انسانوں کو بہتر زندگی حاصل ہو جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس کی زندگی کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ترلوکا یہ سب کچھ اپنے لئے تو نہیں کر رہا اسے آنے والی نسلوں کی بہتری کا خیال ہے۔"

"لیکن اسے مذاہب سے اختلاف کیوں ہے؟"

"اسے دنیا کے کسی خاص مذہب سے کوئی اختلاف نہیں ہے' مذاہب بہرحال انسان کے لئے بہتر تعلیمات لے کر آئے۔ لیکن انہوں نے کچھ ایسی ذمہ داریاں عائد کیں جنہیں پورا کرنا انسان کے بس سے باہر ہے۔ اخلاق و تہذیب کے وہ بوجھ مذاہب نے ہی ان پر لادے جس سے بغاوت کا احساس انسان کے ذہن میں ابھرا۔ تم مجھے بتاؤ دنیا کا کونسا مذہب ایسا ہے جس کے ماننے والے دنیا کی ہر برائی سے تائب ہو گئے ہیں۔ جب یہ مذاہب انسانوں کو برائیوں سے دور نہ کر سکے تو پھر انہیں تسلیم کیوں کیا جائے۔"

"لیکن ان میں مذاہب کا کیا قصور۔ یہ تو ماننے والوں کی غلطی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مقصد یہی ہے کہ وہ ذمہ داریاں ان لوگوں پر ڈال دی گئیں جو مذاہب کو خلوص دل سے تسلیم کرتے ہیں لیکن اذہان کو بدلنے کے لئے کوئی ایسا موثر ذریعہ اختیار نہیں کیا گیا جن سے مذاہب کی تعلیمات کارگر ہوتیں۔ اور ہم لوگ کوئی مذہب نہیں بھیج رہے' ہم صرف ذہنوں سے وہ کسل وہ کہولت اور وہ احساس ختم کرنا چاہتے ہیں جو مختلف چیزوں نے پیدا کئے ہیں۔ اور یہی ہمارا مشن ہے۔ گویا ہم نفسیاتی طرز پر وہ انقلاب لانا چاہتے ہیں جو عالم انسانیت کی بقا کے لئے بہت ضروری ہے اور نسل انسانی کے لئے بہتر ثابت ہو گا۔ ہم صرف انسانیت پر چھائے ہوئے اس جمود کو توڑنا چاہتے ہیں جس نے انسان کی زندگی پر مذہب تقدس اور ذمہ داریوں کے لامحدود بوجھ ڈال رکھے ہیں۔"

"لیکن کیا اس طرح تم نسلوں کو تباہ نہیں کر رہے؟" میں نے برے سے لہجے میں کہا۔

"یہ تو تہذیب کی سوچ ہے' آنے والی نسلیں ہمارے اس کارنامے کو سراہیں گی۔ جب وہ اپنے نزدیک اس خوف کا ماحول نہ دیکھیں گی تو ہمارے اس مشن کو سراہیں گی۔"

"یہ صرف تمہارا خیال ہے لویا۔ ہر دور اپنی علیحدہ سوچ لے کر آتا ہے اور وہ صرف اسی سوچ کے سہارے زندہ رہ سکتا ہے جو سوچ اسے وقت عطا کرتا ہے۔ اگر نسل انسانیت تمہاری دی ہوئی کہولت کا شکار ہو گئی تو پھر اس کی تباہی بالکل نزدیک آ جائے گی۔ وہ دنیاوی آفات کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہے گی اور منشیات کی غنودگی اسے موت کے نزدیک پہنچا دے گی اور تمہاری دی ہوئی عنایتیں لوگوں کو موت کے لئے گندی نالیاں نصیب کریں گی۔ ان کے اعضاء مفلوج اور ذہن بے کار ہو کر رہ جائیں گے اور اگر تم اسے ہی نسل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انسانی کی بہتری سمجھتی ہو تو صرف چند افراد تک تمہاری کوشش بار آور ثابت ہو گی۔"

"یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکے گا۔" لویا نے کہا۔

"ٹھیک ہے لویا ہم بھی اس آنے والے وقت کا انتظار کریں گے اور دیکھیں گے کہ ترلوکا اپنے مشن میں کہاں تک کامیاب ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر نواز۔ لیکن بہرصورت جو کچھ کہا گیا ہے کیا آپ اس سے اختلاف کر سکتے ہیں؟"

"ہاں مجھے اس سے شدید اختلاف ہے۔ خاص طور سے مذاہب کی توہین میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔"

"اور آپ اسی لئے مسٹر جینگو کے مخالف ہیں؟"

"ہاں۔"

"بہرصورت مسٹر جینگو عجیب و غریب فطرت کے مالک ہیں۔ آپ کے لئے ـــــ صرف آپ کی ذات کے لئے انہوں نے فرانس میں اپنے مشن کا ایک حصہ نامکمل چھوڑ دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں ہم سب نے فرانس سے اپنا مشن ختم کر دیا ہے اور اب واپس امریکہ جا رہے ہیں۔"

"امریکہ؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیا اس جہاز کے ذریعے؟"

"نہیں۔ مسٹر جینگو سفر کے لئے کیا ذرائع اختیار کریں گے یہ تو صرف وہی جانتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے لیکن جہاز کا سفر کہاں تک ہے؟"

"بہت سی باتیں بتانے کی مجھے اجازت نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم نے جس ماحول میں گفتگو کی ہے۔ اس کے تحت تم دوستانہ انداز برقرار رکھو گے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن جو باتیں بتانے کی اجازت ہے، وہ باتیں تو میں پوچھ سکتا ہوں۔"

"ہاں ہاں پوچھو، میں اس کا فیصلہ خود کر لوں گی۔" لویا نے کہا۔

"جینگو خود بھی فرانس سے چل پڑا ہے؟"

"ہاں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"اسی جہاز پر موجود ہے۔"

"اسی جہاز پر؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"تو کیا ٹیم کے سارے افراد چل پڑے ہیں؟"

"ہاں۔ وہ سب واپس جنوبی امریکہ کا رخ کر رہے ہیں۔"

"تو جہاز کا سفر کتنا طویل ہے؟"

"اس کے بارے میں تم یقین کرو میں خود بھی نہیں جانتی۔" لویا نے جواب دیا اور پھر ایک انگڑائی لے کر بولی۔

"مسٹر نواز میری مانو تو مخالفت چھوڑ دو، کیا فائدہ ہو گا، خود پر بلا وجہ اتنی ساری ذمہ داریاں عائد کر لی ہیں۔ زندگی سے لطف اٹھاؤ تمہیں اپنی سانسوں پر کوئی اختیار نہیں ہے تو یہ چند لمحات جو باقی ہیں انہیں ان خوشیوں میں کیوں نہ گزارو جو انسانی طلب کا خاصہ ہے۔"

"کیا ہر انسان کی طلب ایک ہی ہوتی ہے خاتون لویا؟"

"نہیں۔ طلب تو مختلف ہوتی ہے، لیکن فطرت تقریباً" یکساں......"

"تمہیں یقین ہے اس بات پر؟"

"ہاں۔" لویا یقین سے بولی۔

"طلب مختلف ہوتی ہے تو تم یقین کرو لویا، میری طلب صرف یہ ہے کہ میں ترلوکا کو اس مشن سمیت فنا کر دوں۔ اسے کسی ایسے گہرے غار میں دفن کر دوں کہ اس کا وجود فنا ہو جائے۔"

"اوہ ـــــ اوہ ـــــ تم بہت سخت الفاظ استعمال کر رہے ہو مسٹر نواز۔ میرا خیال ہے اب ہمیں اس گفتگو کو یہیں ختم کر دینا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ذہنی طور پر تمہارے ان الفاظ سے متاثر ہونا نہیں چاہتی۔ ممکن ہے اس کے بعد ماحول خراب ہو جائے۔"

"تم چاہو تو پورے جہاز کی سیر کر سکتے ہو، تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"خوب۔ اس اطلاع کا شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور اس کے کیبن سے باہر نکل آیا۔

لویا سے خاصی دلچسپ باتیں معلوم ہوئیں۔ اگر میں امریکہ کی طرف سفر کر رہا تھا تو یہ بھی میرے مشن ہی کا ایک حصہ تھا۔ ترلوکا سے قریب ہونا چاہتا تھا ایک آزاد حیثیت سے، لیکن اگر اس حیثیت سے بھی اس کے پاس جاتا تو بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ جینگو مجھے میری اصلاح کے لئے لے جا رہا ہے، اب دیکھنا یہ تھا کہ ترلوکا میری اصلاح کرتا ہے یا میں خود اس کی اصلاح کئے دیتا ہوں۔

لویا کے کیبن سے نکل کر ایک لمحے کے لئے میں نے اپنے کیبن میں جانے کی سوچی، لیکن پھر میں نے سوچا کہ اندر جانے سے کیا فائدہ، جب جہاز پر گھومنے پھرنے کی اجازت ہے تو پھر دیکھوں تو سہی کہ اس جہاز میں جینگو کا قبضہ کہاں تک ہے۔ چنانچہ میں راہداری سے چلتا ہوا دوسرے حصے میں آ گیا اور پھر وہاں سے عرشے پر پہنچ گیا۔ یوں بھی یہ بات مجھے معلوم ہو چکی تھی کہ جینگو بھی اسی جہاز پر موجود ہے، ممکن ہے اس سے ملاقات بھی ہو جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عرشہ پر کچھ سمجھ نہیں آسکا۔ بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے یہ بات نہیں کہی جاسکتی تھی کہ سب جینگو کے آدمی ہیں۔ پھر جینگو نے یہ رسک کیوں لیا تھا۔ مجھے اپنی منزل کے بارے میں نہیں بتایا لیکن یہاں تو میں کسی سے بھی پوچھ سکتا تھا' یہ کوشش کروں یا نہ کروں؟ میں نے سوچا۔

مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک درمیانی عمر کا آدمی ریلنگ سے ٹکا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ میں اسے کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ لیکن بوڑھے نے مجھے لفٹ نہیں دی۔ تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا، وہ چونک کر پلٹا۔ "آپ شاید ذہنی طور پر بہت مصروف تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام لوئیس پاسکل ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"میں ایشیائی ہوں اور میرا نام نواز اصغر ہے۔" میں نے کہا۔

"گیارہ بج کر بیس منٹ۔" بوڑھا گھڑی دیکھ کر بولا۔

"جی؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ واقعی وقت کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکتا' دراصل آسمان ابر آلود ہے۔" بوڑھے نے گردن اوپر اٹھا کر کہا۔

"غالباً" آپ اونچا سنتے ہیں۔" میں نے اس بار کافی تیز لہجے میں کہا۔

"ممکن ہے ہو جائے۔ بظاہر تو بارش کے آثار نہیں۔ میں ماہر موسمیات ہوں۔" بوڑھا خوش اخلاقی سے بولا۔

"بہت بہتر——— شکریہ۔" میں جھلائے ہوئے انداز میں پلٹا' اور کسی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ ایک سریلی سی ہنسی میرے کانوں میں گونجی۔ "بال بال بچ گئی۔" وہ پیچھے ہنستی ہوئی بولی۔

"سوری" میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"آپ غالباً" جھلا گئے تھے۔ میں پیا سے آپ کی گفتگو سن رہی تھی۔"

"اوہ۔ یہ آپ کے پیا ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں انہی کے پاس آرہی تھی۔ آپ کو ان سے مصروف گفتگو دیکھ کر رک گئی؟"

"بے چارے اونچا سنتے ہیں۔" میں نے افسوس ظاہر کیا۔

"سنتے ہی کہاں ہیں۔ کچھ نہیں سنتے۔"

"اوہ۔ لیکن آپ انہیں آلہ سماعت کیوں نہیں استعمال کراتیں؟"

"ان کے لئے بیکار ہے۔"

"افسوس ہوا۔ آپ لوگ کہاں جارہے ہیں؟"

"پیا عجیب انسان ہیں۔ انہیں بے تکے قسم کے ایڈونچر پسند ہیں مجھے اس سفر کے بارے میں کچھ نہیں پتا۔ بس پیرس سے جہاز میں سوار ہوئے ہیں اور مجھے کچھ نہیں بتایا گیا کہ کہاں جارہے ہیں۔ لیکن اب اکتا گئی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"آخر انسان کو معلوم تو ہو کہ وہ کہاں جارہا ہے؟"

"تو آپ کو معلوم نہیں ہے۔"

"قطعی نہیں۔"

"آپ نے کسی سے پوچھا بھی نہیں؟"

"پوچھوں گی بھی نہیں۔ میرے ذہن پر جھلاہٹ سوار ہے۔"

"بہتر ہے آرام کریں۔" میں جھلائے ہوئے انداز میں پلٹ پڑا۔

"ارے ارے مسٹر——— مسٹر پلیز سنئے تو سہی' میں آپ کے ساتھ....." لیکن میں نے اس کے الفاظ بھی نہیں سنے اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

سر میں درد ہونے لگا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں؟ دفعتاً" ایک آدمی میرے قریب پہنچ گیا۔ "مسٹر نواز! آپ کا ناشتہ آپ کے کیبن میں موجود ہے۔"

"اوہ۔ تم کون ہو؟"

"آپ کا خادم۔" اس نے جواب دیا۔ وہ دبلا پتلا سا آدمی تھا۔

"ٹھیک ہے بھاگ جاؤ۔"

"مسٹر جینگو کی ہدایت ہے کہ آپ اپنے کیبن میں واپس جائیں۔"

"بھاگ جاؤ۔" میں غرایا۔

"لیکن مجھے ہدایت ملی ہے کہ....." اس نے کہنا چاہا لیکن دوسرے لمحے میں نے اس کا گریبان پکڑ کر ایک گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر جڑ دیا۔ اور وہ چاروں شانے چت جا پڑا' اور پھر وہ جلدی سے اٹھ کر ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔

سر کا درد کچھ اور بڑھ گیا تھا لیکن میں کیبن میں واپس نہیں گیا۔ اور جہاز کے دوسرے حصوں کی سیر کرنے لگا پھر اکتا کر کیبن کی طرف چل پڑا اور دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔

ایک میز پر ناشتہ ڈھکا ہوا رکھا تھا۔ بھنا ہوا گوشت اور کافی۔ بہت عمدہ خوشبو اٹھ رہی تھی۔ میرا دل راغب ہو گیا۔ ان کے قبضے میں تھا۔ جو کچھ بھی چاہتے کامیاب ہو سکتے تھے' اس لئے کسی چیز سے پرہیز حماقت تھی میں نے اطمینان سے ناشتہ کیا اور پھر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

نہ جانے یہ درد اس قدر کیوں بڑھ گیا تھا۔ ذہن بے قابو ہوتا جا رہا تھا۔ اور پھر جب اس تکلیف نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انتہائی شدت اختیار کرلی تو میں پریشان ہو کر باہر نکل آیا۔ ایک بار پھر میں نے لویا کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔

دروازہ کھل گیا۔ اور لویا نے مجھے دیکھ کر بڑے دلکش انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے۔ "آؤ۔ اندر آجاؤ۔"

"سوری لویا۔ میں تمہیں ایک تکلیف دینے آیا ہوں۔"

"آؤنا۔ باہر کیوں کھڑے ہو۔" اس نے بڑی اپنائیت سے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ "بیٹھو۔" اس نے میرے دونوں شانوں پر دباؤ ڈال کر مجھے بٹھالیا۔ "ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے۔؟"

"سر کی چوٹ زیادہ دکھ رہی ہے۔ اس کے لیے کچھ کرو۔"

"ایک منٹ۔" وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پھر اس نے اسی فرسٹ ایڈ بکس سے ایک انجکشن نکالا۔ سرنج میں کھینچ کر وہ میرے نزدیک آگئی اور اس نے انجکشن بڑے اطمینان سے میرے بازو میں انجکٹ کر دیا اس کے بعد اس نے ایک گولی مجھے کھانے کے لئے دی جسے میں نے بلا تعرض کھالیا۔

"لیٹ جاؤ۔ تھوڑی دیر لیٹ جاؤ' پر سکون ہو جاؤ گے۔" اس نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ بس نجانے کیوں کچھ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ اپنی سوچ سمجھ تقریباً ختم ہو گئی تھی۔ سر کا درد بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ میں لیٹ گیا اور آہستہ آہستہ میرے ذہن پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔

پھر جب آنکھ کھلی تو نجانے کیا وقت ہو رہا تھا۔ گھڑی تو میرے پاس تھی ہی نہیں۔ میں نے دیکھا لویا تھوڑے فاصلے پر ایک آرام کرسی پر دراز مطالعے میں مصروف تھی۔ مجھے جاگتے دیکھ کر وہ بولی۔

"اوہ جاگ گئے نواز۔" اس نے بدستور اسی انداز میں کہا جیسے وہ مجھ سے خاصی بے تکلف ہو۔

"ہاں۔"

"کیا کیفیت ہے اب؟"

"بالکل ٹھیک ہوں' لیکن وقت کیا ہوا ہے ابھی؟" میں نے سرسری لہجے میں پوچھا۔

"رات کے نو بجے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور میں چونک پڑا۔ اتنی دیر سویا تھا میں۔

"بڑی دیر سویا۔" میں نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے لویا کو مخاطب کیا۔

"ہاں۔"

جہاز کا سفر بدستور جاری تھی جس کا اندازہ یہاں پر بھی ہو جاتا تھا۔ "سوری لویا تمہیں میری وجہ سے خاصی تکلیف اٹھانا پڑی۔"

"ہاں بہرصورت تم نے میری مدد کی ہے۔"

"کوئی مدد نہیں کی اور پھر تم غیر تھوڑی ہو۔" اس نے کہا اور رسالہ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ "بھوک لگ رہی ہو گی۔" وہ بولی۔

"ہاں لگ رہی ہے۔ میرا خیال ہے میرے کیبن میں....."

"نہیں۔ کھانا یہیں آجائے گا۔ میں تمہیں اس وقت تک نہیں جانے دوں گی۔ جب تک کہ تمہاری طبیعت درست نہیں ہو جاتی۔"

"اوہ' نہیں لویا' میں تمہیں اس قدر تکلیف دینا نہیں چاہتا۔"

"کہتے رہو' کہتے رہو۔ جو دل چاہے کہتے رہو۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا اور کیبن سے باہر چلی گئی۔ میں اس کے اس انداز پر غور کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹرے خود اپنے ہاتھوں میں اٹھائے اندر داخل ہو گئی اس میں کھانا موجود تھا۔

"بیٹھو' میں نے بھی ابھی کھانا نہیں کھایا۔" اس نے کہا اور میرے سامنے ہی بیٹھ گئی۔

بہرصورت اب وہ اس قدر بے تکلفی پر آمادہ تھی اور اس انداز میں اپنائیت کا اظہار کر رہی تھی کہ میں منع کرتے ہوئے بھی عجیب سا ہی لگ رہا تھا۔ چنانچہ اس کے ساتھ کھانے بیٹھ گیا اور پھر ہم دونوں نے مل کر کھایا۔ لویا نے کھانے کے برتن اٹھائے اور باہر نکل گئی اس کے بعد وہ کافی لے کر آگئی تھی۔

خوش ذائقہ کافی پینے کے بعد اس نے میری جانب دیکھا اور عجیب سے لہجے میں بولی۔

"نواز کیا ضروری ہے کہ تم اس کیبن میں تنہا رہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"یہیں رہو۔ میں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گی۔ تم بالکل بے فکر رہو۔" لویا نے کہا۔

"نہیں لویا جب میرا کیبن موجود ہے تو اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"لیکن وہاں تم تنہا رہتے ہو۔"

"تو پھر؟"

"مجھے اجازت دو تو میں وہاں آجاؤں؟"

"تمہیں تکلیف ہو گی لویا۔"

"پھر وہی تکلیف تکلیف۔ اس لفظ کو سنتے سنتے تو میرے کان پک گئے ہیں۔" اس نے کہا اور میں لاجواب ہو کر اس کی صورت دیکھنے لگا پھر اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "بس تم سو جاؤ۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"نہیں لویا۔ میں یہاں نہیں سو سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم انسانی فطرت میں تبدیلیاں کرنے کے خواہشمند ہو۔ لیکن میں کہہ چکی ہوں کہ تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ اگر اعتماد کرتے ہو تو یہیں سو جاؤ۔" اس نے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انداز میں یہ بات کہی کہ میں کچھ خاموش سا ہو گیا۔

"میں تمہیں ایک انجکشن دیئے دیتی ہوں۔ اس سے تم آرام کی نیند سو سکو گے۔" اس نے کہا

"انجکشن لیتے لیتے بھی میری طبیعت بگڑتی جا رہی ہے لویا۔" میں نے کہا۔

"اس سے نہیں بگڑے گی۔" لویا اس بار اپنے سوٹ کیس کی جانب بڑھی تھی' اور پھر اس نے
میں سے ایک اور انجکشن نکال لیا۔ انجکشن سرنج میں کھینچ کر اس نے میرے بازو میں لگا دیا۔ اور میں ایک
گہری سانس لے کر لیٹ گیا بلاشبہ میری آنکھیں بند ہونے لگی تھیں اور نجانے کتنی دیر تک میرے ذہن پر
غنودگی سی طاری رہی..... پھر جب میری آنکھ کھلی تو نہ نجانے کتنی رات گزر چکی تھی۔

لیکن خوفناک صورتحال واضح ہوئی وہ میرے لئے شدید ذہنی جھٹکا بن گئی۔ لویا میرے نزدیک ہی
میں لیٹی ہوئی تھی۔ میرے ہاتھ اس کے بدن سے لپٹے ہوئے تھے۔

لویا کا اس طرح میرے نزدیک لیٹ جانا ہر شبہے کو ختم کرتا تھا اور پھر اس کی اپنائیت کا انداز.....
دوسرے لمحے لویا نے دونوں بازو میری گردن میں حمائل کر دیئے۔

"نواز۔" اس کی آواز میں خمار تھا۔

"نواز۔" میرے ذہن میں اپنا نام گونجا۔ اور ایک اور دھماکہ ہوا۔ میں نواز ہوں ——— راجہ
اصغر ——— وہ جو برائیوں کے راستے کا راہی تھا۔ لیکن جسے اب برائیوں سے نفرت ہو گئی تھی۔

دوسرے لمحے میں ایک جھٹکے سے اس سے علیحدہ ہو گیا اور لویا کے چہرے پر حیرت کے نقوش ابھر
ہو گئے۔

"نواز۔" اس نے مجھے پکارا۔

"شکریہ لویا۔ اگر تم مجھے میرے نام سے نہ پکارتیں تو میں نہ جانے کہاں تک پہنچ جاتا۔ تم نے
جگا دیا۔"

"کیا کہہ رہے ہو ڈارلنگ۔" اس کا انداز اس قدر پرکشش تھا کہ ذہن قابو میں رکھنا مشکل ہو جا
لیکن میری نگاہوں میں جینگو کی مسکراہٹ ابھری جو میری شکست پر مسکرا رہا تھا۔

"ہاں لویا' میرا مذہب ناجائز قربت کی نفی کرتا ہے۔"

"ہر وہ چیز جو ہماری حاجت ہو' جائز ہے۔"

"تمہارے لئے' جینگو کے لئے ——— میرے لیے نہیں۔"

"نواز پلیز۔ میں عورت ہوں۔"

"نسوانیت کا وقار پیدا کرو۔"

"میں جوان ہوں نواز۔" وہ کراہی۔

"جوانی کا خراج پاکیزگی سے ادا کرو۔"

"دیکھو نواز۔ میرا انگ انگ خوبصورت ہے۔ کوئی بھی مذہب عورت سے نفی نہیں کرتا۔ دیکھو
میری طرف دیکھو۔"

"نہیں لویا۔ میرے مذہب کے کچھ اصول ہیں اور اب میں' ان اصولوں کو نہیں توڑنا چاہتا۔"

"میری توہین مت کرو' میں نے تو تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا۔" اس نے عاجزی سے
کہا

"میں نے دوسرے راستوں کا انتخاب کیا ہے لویا۔ مجھے اجازت دو۔"

"میں اس وقت جینگو کے لئے نہیں' اپنے لئے تمہیں مانگ رہی ہوں۔"

"اور میں اپنی ذات کی فلاح چاہتا ہوں۔"

"نواز پلیز ——— پلیز۔" وہ میری طرف لپکی اور میں نے نہایت نرمی سے اسے اپنے ہاتھوں سے
روک لیا۔

"تم نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے لویا۔ میں اس کا ممنون ہوں۔ لیکن میں زندگی کی اس
پستی میں دوبارہ نہیں گرنا چاہتا۔ جس سے نہ جانے کونسا جذبہ مجھے نکال لایا ہے۔" میں نے اسے پیچھے ہٹاتے
ہوئے کہا۔

"فطرت کی طلب کو تم پستی سمجھتے ہو نواز۔" لویا نے عجیب لہجے میں کہا اور میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔
اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہاں لویا' میں مسلم ہوں اور میرے مذہب میں اس وقت تک کوئی عورت جائز نہیں ہے جب کہ
وہ میری بیوی نہ ہو۔ لویا برے لوگوں کے درمیان ہونے کے باوجود میں نجانے کیوں تمہیں ایک اچھی لڑکی
سمجھنے لگا ہوں۔ میرے دل میں تمہاری عزت ہے کیونکہ تم نے بڑی اپنائیت سے مجھ سے گفتگو کی ہے۔
ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میری چھوٹی سی خواہش کا احترام کرو۔ لویا میں کوئی پاک فطرت انسان نہیں
میرے سر کا آخری بال گندگی اور غلاظت میں ڈوبا ہوا ہے۔ لیکن اب میرے ذہن میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔
میں ان غلاظتوں سے نکلنے کا خواہشمند ہوں اور یہ تحریک میرے اندر جینگو ہی نے پیدا کی ہے۔"

"جینگو نے؟" لویا حیرت سے بولی۔

"ہاں۔"

"مگر کیسے؟"

"اس نے میرے مقدس مذہب کا مذاق اڑایا تھا۔ اور میں جس نے ساری زندگی کبھی مذہب کے
بارے میں سوچا بھی نہیں کلبلا کر رہ گیا تھا۔ میرے اندر ایک روح بیدار ہو گئی تھی لویا جس نے مجھے سمجھایا
کہ اب جبکہ میں دنیا کے تمام سرد و گرم سے گزر چکا ہوں۔ کیوں نہ مذہب کی چاشنی سے بھی لطف اندوز
ہوں اور لویا یہ احساس میری روح کی اس بے چینی کو دور کرتا ہے جس نے زندگی کے ہر لمحے میں میرا پیچھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاری رکھا۔ مجھے محسوس ہوتا ہے لویا میں جس نروان کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ وہ تو میرے اندر ہی کہیں موجود تھا۔ ہاں میں اپنی منزل سے بھٹکا ہوا تھا' سکون میرے اندر تھا اور میں باہر کی دنیا میں سکون تلاش کر رہا تھا۔ لیکن اب جب سے جینگو نے میری روح کو جھنجھوڑا تب سے مجھے احساس ہوا کہ میں تو آج تک حماقت کر رہا ہوں۔ لویا مذہب سے عقیدت کا احساس مجھے سکون بخشتا ہے اور یہ میرے مذہب کا نمایاں حکم ہے کہ مجھے ہر اس چیز سے گریز کے ساتھ ساتھ پرہیز بھی کرنا ہوگا۔ جو میرے مذہب میں جائز نہ ہو۔ اس گریز میں عورت بھی شامل ہے وہ عورت جو اپنی بیوی نہ ہو۔ میں تمہاری توہین نہیں کرنا چاہتا۔ بلاشبہ تم جسمانی طور پر دنیا کی حسین ترین عورت ہو' میں تمہارے خوبصورت بدن کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں' لیکن تھوڑی دیر کے لئے جذبات پر قابو پاؤ اور میرے مسئلہ پر بھی غور کرو۔ مجھے یقین ہے تمہیں مجھ سے ہمدردی ہوگی۔

لویا کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے خجالت کے آثار نظر آئے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹی اور دور بیٹھ گئی۔ وہ پشیمان سی تھی۔ میں نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر سکون کی گہری سانس لی اور پھر میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ آیا اور اس کے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"تم جینگو کی طرف سے میری دشمن ہی سہی لویا لیکن اگر اس واقعے کے بعد بھی تم مجھے دوست رکھو گی تو میں تمہاری دل سے عزت کروں گا۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"نواز تم یہاں سے چلے جاؤ۔ پلیز نواز تم یہاں سے چلے جاؤ۔ جاؤ اپنے کیبن میں چلے جاؤ۔"

"بہتر ہے لویا۔ تم مجھے معاف نہ کر سکیں' مجھے اس کا افسوس ہے۔" میں نے شانے ہلائے اور دروازے کی جانب پلٹا۔ تب عقب سے مجھے لویا کی آواز سنائی دی۔

"نواز۔" اور میں رک گیا' پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آگئی۔ پھر اس نے میرا بازو پکڑا اور میرے کان کے نزدیک ہونٹ لا کر بولی۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں نواز' بلکہ میرے دل میں تمہارے لئے عزت پیدا ہو گئی ہے۔ کردار بہرحال ایک حیثیت رکھتا ہے۔ آئی ایم سوری۔ لیکن میں کیا کرتی' مجھے جینگو کی طرف سے یہی ہدایت تھی بہرصورت میں اپنی ناکامی کا اعلان کر دوں گی۔ اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن تم اپنے دل میں مت سوچنا کہ میں تمہاری دوست نہیں ہوں۔"

اور میں نے اس کے دونوں بازو پکڑ لئے۔ "شکریہ لویا۔ اس وقت جو کوئی بھی مدد کرے گا میں ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔ میں نے کسی برے کام میں کسی کی مدد نہیں چاہی لویا اور اب اچھائیوں کی طرف بڑھتے ہوئے بھی میں کسی سے مدد مانگنا نہیں چاہتا۔ لیکن جس مسئلہ میں تم اور ہم ملوث ہیں۔ اس مسئلہ میں اگر تم اپنی ہمدردی بھی میرے ساتھ روا رکھو تو بلاشبہ میری ذہنی مدد ہوگی۔"

"میں تیار ہوں نواز' اور تمہارے ساتھ ہوں۔ بس اب تم جاؤ اور اپنے کیبن میں آرام کرو۔"

نے کہا۔

"میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے کم سے کم ملنے کی کوشش کرو۔ یوں اظہار کرو جیسے تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔"

"ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں لویا۔" میں نے اس کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پھر اس کے کیبن سے باہر نکل آیا۔ چند ساعت کے بعد میں اپنے کیبن میں تھا۔

حالات واقعی پریشان کن تھے' دراصل میرا ذہن یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے عملی طور کیا کرنا چاہئے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ فی الوقت میں ان کے قبضے میں آگیا ہوں۔ لیکن اگر میں ان کے درمیان سے نکلنے کی کوشش میں کامیاب ہو جاتا تو اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے۔

یہ احساس بار بار میرے ذہن کو کچوکے دے رہا تھا۔ میں ہر قیمت پر ترلوکا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ آزاد رہ کر پہنچتا تو میرے کام میں مجھے زیادہ آسانی ہوتی لیکن جس انداز میں مجھے یہ لوگ لے جا رہے تھے وہ بھی بہرحال میرے لیے زیادہ دل خوش کن نہیں تھے۔

جینگو کی انتہائی کوشش تھی کہ وہ مجھے غلاظت میں ڈبو دے اور اس کے بعد یہ ظاہر کرے کہ انسان گندگی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا یا پھر جس چیز کو میں گندگی سمجھتا ہوں وہ درحقیقت گندگی نہیں ہے بلکہ انسان کی سب سے اہم ضرورت ہے اور میں اسی بات کو تسلیم کرنے سے منکر ہوں۔ میرے دل میں مذہب کا احساس اس انداز میں بیدار ہوا تھا کہ اب مجھے اس سے اندرونی طور پر محبت ہو گئی تھی۔ میں اپنے آپ کو ایک گناہگار کی حیثیت سے دیکھتا تھا اور مذہب میرے نزدیک ایک ایسی مقدس چیز تھی جس کے نزدیک میں جا کر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مجھے اس کے تقدس کے زخمی ہونے کا احساس ہوتا تھا۔ مجھ جیسے گناہگار لوگ مذہب کے تقدس تک نہیں پہنچ سکتے۔

لیکن بہرصورت مذہب کا اعتراف ایک ایسے محبت کرنے والے کی حیثیت سے جو اپنی محبت کا اظہار نہ چاہتا ہو۔ میرے ذہن کے گوشے گوشے میں پیدا ہو گیا تھا۔ اور اب دنیا کی ان چند چیزوں سے ایک عجیب سی کراہیت کا احساس ہوتا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جینگو کی فراہم کردہ آسانیوں سے اتنا فائدہ اٹھاتا کہ جینگو خود بھی مجھ سے تنگ آ جاتا۔

نجانے کب تک میں اسی انداز میں سوچتا رہا' پھر رات ہو گئی۔ کھانے کو دل نہ چاہ رہا تھا۔ اس لئے میں نے کوئی توجہ نہ دی اور کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر کے لیٹ گیا۔

صبح کو جاگا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ بھوک لگی تھی' چنانچہ میں دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔

لویا سے جو بات چیت ہوئی تھی' اس کے بعد سے بظاہر تو یہی محسوس ہوتا تھا کہ لویا نے میری باتوں کو زیادہ محسوس نہیں کیا' ویسے اب تک وہ میری مددگار ثابت ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے دروازہ اندر سے کھول لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن دروازہ باہر سے بند تھا اور میں متعجب رہ گیا۔ کوئی تبدیلی ہوئی ہے میں نے سوچا۔
دستک دینے پر چند ساعت کے بعد دروازہ کھلا۔ باہر چار آدمی موجود تھے۔

"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"ناشتہ ملے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ملے گا انتظار کرو۔" اس شخص نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور دروازہ بند کرنے لگا۔ لیکن میں نے دروازے میں پاؤں اڑا دیا۔

"تمیز سے گفتگو کرو، میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ڈپٹ کر کہا اور وہ شخص ایک لمحے کے لئے بوکھلا سا گیا۔

"کیا بات ہے؟"

"کیا مجھے قید کر دیا گیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں تم اس کیبن سے باہر نہیں نکل سکتے۔"

"لیکن کیوں؟"

"اس لئے کہ تم مسٹر جینگو کی مراعات سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے ہو۔" اس شخص نے کہا جسے میں نے ڈانٹا تھا۔

"کیا فائدہ؟"

"ناجائز فائدہ۔"

"کیا مطلب؟"

"کیوں کیا، کل تم نے کچھ لوگوں سے مل بیٹھنے کی کوشش کی تھی۔ تم اس سفر کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا چاہتے تھے۔"

"تو کیا جینگو کے نزدیک یہ بہت بری بات تھی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں!"

"کیوں؟"

"اگر جینگو نہ چاہے تو تمہارے لئے یہ بات ممکن نہیں ہے۔" اسی شخص نے جواب دیا۔

"میں جینگو پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اس سے کہو کہ وہ آج تک اپنی ہر کوشش میں ناکام رہا ہے اور آئندہ بھی ناکام رہے گا۔" وہ چاروں غصیلے انداز میں میری شکل دیکھنے لگے تھے۔ پھر ان میں ایک نے مجھے زور سے دھکا دیا اور دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ مجھے ان کی اس بدتمیزی پر سخت غصہ آ رہا تھا لیکن پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

دراصل اس احساس نے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلا دی تھی کہ جینگو میری طرف سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے بسی کا شکار ہو گیا ہے اور یہ میری کامیابی تھی کہ جینگو نے مجھے قید کر دیا تھا۔
لیکن میں تہیہ کر چکا تھا کہ کسی بھی صورت میں اس بدبخت کی بتائی ہوئی غلط راہوں پر نہیں چلوں گا۔ تب میرے دل میں ایک عزم جاگ اٹھا اور اس عزم نے مجھے بڑا سکون دیا تھا۔ وہ بے چینی اور وہ تردد جو میرے ذہن میں جاگزیں ہو گیا تھا۔ اس عزم کے احساس کے ساتھ خود بخود دور ہو گیا۔ جب بھی میں اپنا تجزیہ کرتا مجھے ساری باتیں بے حد عجیب لگتیں۔
میں اس جہاز پر خوفناک ہنگامہ برپا کر سکتا تھا۔ ایسا ہنگامہ جس میں جینگو کو ناقابل برداشت نقصان اٹھانا پڑتا۔ لیکن میں اس برے انسان کو برائیوں کی کامیابی کے سلسلے میں زچ کر دینا چاہتا تھا اور اس کے لئے ضروری تھا کہ خاموشی سے سفر کیا جاتا۔
مجھے یقین تھا کہ جینگو مجھے زندہ رکھے گا۔ کیونکہ اس پر اپنے دعوے کو سچ کر دکھانے کا بھوت سوار تھا چنانچہ فکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔
میں لیٹ گیا اور اس کے بعد میں نے تمام احساسات کو ذہن سے کھرچ پھینکا، ہاں اگر کوئی احساس تھا اپنے وطن کا، سردارے، کا ہراتا کا اور اس میریا ڈالسنگ کا، جس نے ان مشکل حالات میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر میری مدد کی تھی۔
ان لڑکوں کا خیال میرے ذہن میں بار بار آ رہا تھا۔ سردارے نہ جانے کیا کر رہا ہو گا۔ ممکن ہے وہ ابھی [illegible] میں ہی [illegible] کھڑا ہوا ہو۔ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو یقینی طور پر بڑی احمقانہ حرکت ہو گی جسے میں بھی پسند نہیں کروں گا۔ اگر وہ مجھ تک پہنچ گیا تو میں اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھوں گا اور اگر میں اسے نظرانداز کرنے میں ناکام رہا تو اسے مشورہ دوں گا کہ وہ بھی اب ان ساری باتوں کو چھوڑ کر زندگی کی اس حسین سرزمین حقیقت کی جانب آ جائے کہ برائیاں کبھی روح کا سکون نہیں بن سکتیں۔ روح کا سکون درکار ہے تو ببولوں کی کانٹوں بھری راہوں پر قدم بڑھائے جائیں وہ راہیں جو تقدیر نے مجھے عطا کر دی تھیں۔ مصائب کی شدید دھوپ میں روح کو بالیدگی مل رہی تھی اور پھر ابھی مصائب شروع ہی کہاں ہوئے تھے۔ ابھی تو ابتداء تھی۔
صبح کا ناشتہ تو نہ ملا البتہ دوپہر کو کھانا آیا۔ میں کسی قسم کی شکایت یا تعرض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے دشمن سے دوستی کا تصور ہی حماقت ہے۔ چنانچہ میں نے خندہ پیشانی سے کھانا وصول کر لیا اور جو کچھ تھا اسے بھرو شکر سے کھایا۔ بہرصورت، کھانا اتنا برا بھی نہیں تھا۔
خوب اچھی طرح شکم سیر ہونے کے بعد میں پھر بیٹھ گیا۔ ویسے اس بات کا مجھے احساس تھا کہ یہ قید فعلاً مجھے خاصی اکتا دے گی اور اگر جہاز پر میں ایسی کوئی کوشش نہیں کرتا تو کم از کم آزادی تو حاصل تھی۔
اور دفعتاً میری آنکھوں کو نیند کے دباؤ کا سا احساس ہوا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کم بخت لوگوں نے پھر کوئی چکر چلا دیا تھا۔ شاید نئی ناکامی کے تحت وہ کوئی اور کاروائی کرنا چاہتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیند کا دباؤ بڑھتا ہی گیا اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ کھانے کی کسی چیز میں کوئی گڑ بڑ تھی اور یہ احساس لئے میں آہستہ آہستہ بستر پر لیٹتا چلا گیا اور چند ساعت کے بعد بے خبر ہو گیا۔

زندگی ایک مخصوص دائرے میں گھوم رہی تھی' جینگو اپنی سی ہر کوشش کر رہا تھا نجانے اس نے اس کو بھی کیا سوجھی تھی کہ مجھ جیسے آدمی سے بیر لگا بیٹھا تھا۔ گو حالات ابھی تک اس کے حق میں تھے لیکن صرف اس حد تک کہ وہ مجھ پر قابو حاصل کئے ہوئے تھا۔

لیکن یہ بات شاید اس کے علم میں بھی نہ ہوگی کہ جب میں اس پر قابو پاؤں گا تو اسے اپنی زندگی کے سب سے بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ وہ یہ سوچے گا کہ مجھ سے ضد کر کے اس نے اچھا نہیں کیا۔ اگر ایک آدمی ترلوکا کے مشن میں اس کا ہم زبان نہ ہوتا تو اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ لیکن جینگو ضد کا مظاہرہ کر رہا تھا اور ہر حال میں ضد کا نتیجہ تو برا ہی ہوتا ہے۔

میں ایک بار پھر جاگا اور میری کیفیات پہلے سے مختلف نہ رہیں۔ چند ساعت تو ذہن منتشر رہا اس کے بعد مجتمع ہو گیا تو میں نے گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچا نجانے اب کیا کیفیت ہے۔ ہمارا جہاز کہاں تک پہنچ چکا ہے۔

میں نے محسوس کرنے کی کوشش کی کہ جہاز کے اسی کیبن میں ہوں یا کہیں اور ہوں تو احساس ہوا کہ جس جگہ میں موجود ہوں وہ کسی جہاز کا کیبن نہیں ہو سکتا۔ اتنا کشادہ اور حسین کیبن شاید دنیا کے کسی بھی جہاز میں نہ ہو۔

یہ ایک آراستہ بیڈ روم تھا۔ انتہائی حسین پیمانے پر آراستہ' جس بستر پر میں لیٹا ہوا تھا اس پر کم از کم دس آدمیوں کی گنجائش تھی۔ گدے اتنے نرم تھے اور اس پر بچھے ہوئے پلنگ پوش اتنے دبیز تھے کہ ان کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا تھا۔ بڑے بڑے اونچے دروازوں پر قیمتی پردے لٹکے ہوئے تھے' ایک جانب ایک انتہائی حسین عورت کا مجسمہ سر پر روشنی کی گیند اٹھائے کھڑا تھا۔ اور گیند کے اس بوجھ سے اس کی گردن خم ہوئی جا رہی تھی۔

دوسری طرف دیوار پر نیاگرا آبشار کی ایک حسین پینٹنگ آویزاں تھی ڈیکوریشن کا دوسرا سامان بھی اس طویل و عریض بیڈ روم میں موجود تھا۔ چنانچہ اس بات کا اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوئی کہ یہ کسی عمارت کا بیڈ روم ہے۔

لیکن میں کہاں ہوں؟ چند ساعت میں سوچتا رہا۔ پھر ایک دم سر کے درد کا خیال آیا۔ ماتھے پر ہاتھ لے جا کر پٹیاں ٹٹولیں تو انہیں غائب پایا۔ دوسرے لمحے میں نے سر کی اس چوٹ کا اندازہ کیا اور یہ محسوس کر کے حیران رہ گیا کہ اب اس چوٹ کی جگہ کھرنڈ جما ہوا ہے۔ لیکن یہ سب اچانک؟

آہ ــــــ کاش میرے پاس گھڑی ہوتی' کیا میری بے ہوشی کچھ طویل ہو گئی تھی' اتنی طویل کہ کا زخم کھرنڈ بن جائے' ان لوگوں سے کوئی بات بعید بھی نہیں تھی۔ ممکن ہے مجھے طویل عرصے تک بے ہوش ہی رکھا گیا ہو۔ انہوں نے محسوس کیا ہو کہ میں ان کے لئے خطرہ بن سکتا ہوں۔ چنانچہ اس بات کا اندازہ لگانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میری بے ہوشی کو کتنا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہاں جسمانی طور پر اگر میں خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا تو مجھے حیرت ہوتی تھی کیونکہ میرے اندر ذرا سی بھی کمزوری نہیں تھی۔

بے ہوشی کے دوران کھانے پینے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا لیکن پھر بھی میرے بدن میں توانائی کہاں سے آئی اور اس بات کا میں کوئی اندازہ نہ لگا سکا تھا۔

میں ہمت کر کے بستر سے اتر آیا۔ دیکھوں تو سہی پردے کے دوسری طرف کیا ہے۔ ممکن ہے اس سے کوئی اندازہ ہو سکے۔

لیکن پردے ہٹانے کی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ نہ جانے وہ کس طرح کھلتے تھے' میں انہیں غور سے دیکھنے لگا۔

پردے نہایت نفیس سسٹم پر تھے۔ میرے کھولنے کی کوشش کارگر نہ ثابت ہوئی تب میری نگاہ اس سفید بٹن پر پڑی جو پردوں کے نزدیک دیوار پر تھا۔ میں نے بٹن پر انگلی رکھ دی اور پردے کے دو حصے میوزک کی حسین آواز کے ساتھ دونوں طرف سرکنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی سریلی آواز میں صبح کا گیت سنائی دینے لگا۔ خوبصورت آواز والی مغنیّہ سورج کی کرنوں کا پیغام دے رہی تھی۔

اور باہر کا منظر اجاگر ہو گیا۔ پردے ہٹنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا تھا کہ میں تو بے پناہ بلندی پر ہوں۔ انتہائی بلند و بالا عمارتیں نیچے نظر آ رہی تھیں۔ چاروں طرف بلند و بالا عمارتوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔

اور عمارتوں کے اس عظیم الشان شہر کو دیکھتے ہی نیو یارک کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ تو کیا میں نیو یارک پہنچ گیا ہوں۔ میں نے سوچا اور پھر کھرنڈ میری سمجھ میں آ گیا۔ میں نے بے ہوشی کے عالم میں طویل سفر کیا ہے۔ کافی دیر تک میں اس بڑی کھڑکی کے سامنے کھڑا رہا۔ بس عجیب سا عالم تھا۔

پھر اچانک اپنے عقب میں مجھے آہٹ سنائی دی اور میں نے پلٹ کر دیکھا' جینگو تھا۔ سبز رنگ کے ایک لبادے میں ملبوس' جو انتہائی چمکدار تھا۔ پیشانی پر سنہری رنگ کی ایک پٹی بندھی ہوئی جس کے درمیان ایک بیش قیمت ہیرا جگمگا رہا تھا۔ میں نے اس کے عقب میں دیکھا۔ لیکن خود کار دروازہ بند ہو گیا تھا اور جینگو تنہا ہی آیا تھا۔

"راجہ نواز اصغر۔" اس نے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوابوں کا راہی جینگو۔" میں نے بھی اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوابوں کا نہیں بلکہ حقیقت کا سب سے بڑا پرستار۔" جینگو گردن ایک طرف ٹیڑھی کر کے بولا اور پھر آہستہ سے چلتا ہوا اس چوڑے صوفے کی جانب بڑھ گیا جو ایک طرف پڑا ہوا تھا۔

"حقیقت سے بھاگنے والے دوسرے کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں جینگو۔ بلاشبہ تمہارا مشن بر سر عام ہے لیکن بہرحال تم اس کے لئے وہ سہارے بھی ضروری سمجھتے ہو جو غیر قانونی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوتے ہیں۔"

"صرف اس لئے الزامات لگانا چاہتے ہو راجہ نواز اصغر کہ تم میرے اقدامات سے یا ہمارے
سے منسلک نہیں ہو اس سے بڑھ کر یہ کہ تم ہمارے مسلک سے متفق نہیں ہو' بہتر یہ ہے کہ تم دل کی
بھڑاس نکال لو اور اس کے بعد ٹھنڈے دل سے مجھ سے گفتگو کرو میں اب بھی تم سے مصالحت اور ٹھنڈے
ذہن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا بات کرنا چاہتے ہو جینگو' تم میری باتوں سے لاجواب ہو گئے تھے تم نے یہ نظریہ پیش کیا تھا
اس میں وہ استدلال نہیں دے سکے تھے جو مجھے مطمئن کر دیتا۔ ہاں مجھ جیسے انسان کے ذہن میں مذہب
بہت زیادہ عقیدت نہیں تھی اور اس بات کو تم بہتر طور سے جانتے ہو کیونکہ تم میرا ماضی کھنگال چکے ہو
لیکن تمہاری گفتگو سے میرے دل میں مذہب سے محبت اور عقیدت پیدا ہوئی۔ میں اس کے لئے تمہارا
گزار ہوں اور جب انسان کے دل میں مذہب سے محبت اور عقیدت پیدا ہوتی ہے تو پھر اس کی آنکھوں
کوئی دوسرا رنگ نہیں چڑھ سکتا۔ اس بات کو مکمل طور پر ذہن میں رکھنا جینگو۔" میں نے تیز لہجے میں کہا
"میرے دوست یہاں بھی تم غلط فہمی کا شکار ہو۔ تمہارا خیال تھا کہ میں تمہاری باتوں سے لاجواب
ہو گیا تھا۔"

"ہاں بالکل۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی راجہ نواز اصغر' میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ تمہیں سوچنے کا
دوں اور تم جو اچھے خاصے حقیقت کے راستے پر چلنے والے انسان تھے جس انداز میں بھٹک گئے ہو
خواہش تھی کہ تم اپنے راستے پر واپس آجاؤ۔"

"جینگو اگر تقدیر مجھے یہ راستہ عنایت کر دے جس پر میں اتفاقیہ طور پر بلکہ حادثاتی طور پر چلا
ہوں تو تم یقین کرو کہ میں اپنی زندگی کی ہر سانس ان لمحات پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔"

"گویا تمہاری آنکھوں پر تہذیب کی جو تہہ چڑھی ہے اب اس کا اترنا مشکل ہے۔"

"ہاں جینگو' میں نے کہا نا کہ میں اپنی ساری زندگی کو بے کار سمجھتا ہوں سوائے ان لمحات کے جب
میری رگوں میں زندگی دوڑی ہے۔"

"بہر صورت میں نے کوشش کی بلکہ محنت بھی کی کہ تم صحیح راستے پر واپس آجاؤ لیکن یوں لگتا
جیسے تمہاری واپسی ممکن نہیں ہے۔"

"میں ہر قیمت پر تمہارا یہ بھرم توڑنا چاہتا ہوں جینگو۔"

"تم میرا بھرم کیا توڑو گے نواز۔ میں خود تمہارا بھرم توڑ کے رکھ دوں گا کیونکہ یہ میری عزت کا
ہے۔"

"تم کس بھرم کی بات کر رہے ہو جینگو؟"

"اس بھرم کی جو تم نے خود پر نیکیوں کی صورت میں چڑھایا ہوا ہے اور اس میں عورت سے اجتناب
بھی شامل ہے۔"

"ہاں۔ کیونکہ میرا مذہب مجھے کسی غیر عورت کے ساتھ وقت گزارنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

"لیکن میں تمہیں اس کے لئے مجبور کر دوں گا نواز۔ اس وقت کیا تم خودکشی کر لو گے؟"

"نہیں۔ لیکن تم مجھے مجبور نہیں کر سکو گے۔" میں نے انتہائی ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا اسے بھی تمہاری غلط فہمی نہ کہا جائے۔"

"کہہ سکتے ہو صرف اس لئے کہ اپنے خیال میں تم نے مجھے قید کیا ہوا ہے۔ لیکن اپنے اقدامات پر
میں قادر ہوں۔"

"میں تم سے مزید بحث نہیں پسند کروں گا۔ تم اس وقت نیویارک میں ہو۔ اس کے بعد تمہاری
آخری منزل لاس اینجلز ہو گی۔ کیلی لاس کی سیاہ پہاڑیاں جو شہری آبادی سے بہت دور ہیں لیکن جو اس لئے
مقدس ہیں کہ ترلوکا کا مسکن ہیں۔ وہاں تمہیں ترلوکا کے حضور پیش کیا جائے گا اور پھر تم زندگی بھر اس بات پر
پچھتاتے رہو گے کہ تم نے اپنے عظیم محسن جینگو سے اس ترش اور تند لہجے میں گفتگو کی تھی۔"

"وہ کیوں جینگو؟"

"ترلوکا کے قدموں میں تمہیں نروان ملے گا۔"

"کیا وہ نروان کا سوداگر ہے؟"

"ہاں اس کے پاس نروان ہی نروان ہے۔"

"میرا خیال مختلف ہے جینگو۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ماحول کا مفرور ہے۔ تہذیب کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ اس لئے پہاڑیوں میں جا چھپا ہے۔"

"اس کا فیصلہ اس سے ملنے کے بعد ہی کر سکو گے۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اس لئے اس کے سلسلہ میں بحث ملتوی۔"

"چلو ٹھیک ہے' اب رہیں دوسری باتیں۔"

"وہ بھی کرو۔"

"یہ بات تم نے اب تک نہیں بتائی کہ پیرس میں اس وقت تمہاری مدد کس نے کی تھی جب تم پیسے
پیسے کو محتاج تھے۔"

"میں نے اس وقت بھی ضروری نہیں سمجھا تھا اور اس وقت بھی یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔"

"کیا میں اس سے یہ اندازہ قائم نہیں کر سکتا کہ تم بھوک سے مجبور ہو کر بھٹک گئے تھے۔" جینگو
نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا مطلب؟"

"تم نے کسی ناجائز ذریعہ سے وہ رقم نہیں حاصل کی۔"

"پھر؟"

"جیب تراشی یا پھر جوا۔ دونوں آسان ترین طریقے ہیں جن کے ذریعہ دولت حاصل کی جاسکتی ہے اور راجہ نواز اصغر کی تاریخ میرے ذہن میں ہے۔"

"ممکن ہے ایسی کوئی بات ہو جینگو' لیکن کیا تمہیں بتانا ضروری ہے۔"

"ہاں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان ایک معاہدہ ہے' میں نے تم سے کہا تھا نیک ذرائع سے انسان سکون نہیں پاسکتا۔ ضرورت پوری کرنے کے لئے برائیوں کا سہارا ضروری ہے۔"

"اپنا محاسب میں خود ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ضمیر کی جنگ ہار گیا تو ترلوکا کی پیروی کروں گا۔"

"بات معاہدے کی ہے' تم اپنے محاسب نہیں ہوسکتے۔ بہت سے لوگ خود کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ میرا مطمئن ہونا ضروری ہے۔"

"میں ضروری نہیں سمجھتا' تمہیں اعتماد کرنا ہوگا۔"

"چلو کرلیا۔ لیکن تم نے ایک بات اور بھی کہی تھی۔"

"وہ کیا؟"

"تم نے کہا تھا کہ اگر میں روشن ضمیر ہوں تو معلوم کرلوں کہ وہ رقم تم نے کہاں سے پائی تھی۔"

"ہاں مجھے یاد ہے میں نے کہا تھا۔"

"تو شاید تمہیں یہ جان کر خوشی ہو کہ میں معلوم کرچکا ہوں۔ یوں بھی مجھے اس شخصیت کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہوچکی ہیں۔ جس نے تمہیں سہارا دیا تھا اور جو شاید اس کے بعد بھی تمہیں سہارا دیتا رہا ہے۔" جینگو نے کہا اور یک لخت میرا دل دھڑک اٹھا۔

کیا اس بدبخت کو بے چاری میریا ڈالسنگ کے بارے میں معلوم ہوچکا ہے۔ میں نے سوچا' میں اس کی شکل دیکھنے لگا تھا۔ جینگو کے ہونٹوں پر مکارانہ مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"کیا خیال ہے نواز۔ کیا وہ شخصیت تم سے مخلص تھی؟"

"میں نہیں جانتا۔ جینگو تم کس شخصیت کی بات کررہے ہو۔ ممکن ہے یہ بھی تمہاری کوئی چال ہو اور تم کسی کے سر کوئی الزام تھوپنا چاہتے ہو۔"

"دیکھو دوست جینگو میں بے شمار برائیاں ہیں۔ وہ برائیاں جو تہذیب اور معاشرے میں بری سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمہارے معاشرے کے مطابق کچھ اچھائیاں بھی ہیں۔ میں شخصیتوں کو گھیراؤ نہیں کرتا۔ مجھے اتنی قدرت حاصل ہے کہ جسے ناپسند کروں اسے موت کے گھاٹ اتار سکوں۔ ایسی حالت میں ایک قادر شخص الزامات لگانے کی مذموم سی کوشش نہیں کرسکتا۔ میں نے کوئی الزام نہیں لگا

عملی ثبوت کے ساتھ اس شخصیت کو منظر عام پر لایا ہوں جس نے میرے خلاف سازش کرکے اس وقت تمہاری مدد کی جب تم حالات کے ہاتھوں بھٹک کر واپس بھی آسکتے تھے۔ اس طرح وہ میرے افکار سے باغی ثابت قرار پائی۔ خاص طور سے اس لئے بھی کہ وہ خود بھی اس گروہ کی نمک خوار تھی' اور میں چونک پڑا' اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ جینگو کا اشارہ میریا ڈالسنگ کی طرف ہی تھا' مجھے شدید ... ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے میں نے خود کو سنبھالا اور ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "نجانے تم نے کس بے وقوف کو پھانس لیا۔"

"ملاقات کروگے اس بے وقوف سے؟" جینگو نے کھلنڈرے انداز میں کہا۔

"ضرور بلاؤ۔" میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا' اور جینگو نے ایک ہاتھ بلند کردیا۔ میں نے اب ...کے سرخ دستانے کو دیکھا جس کے پورے آگے سے چھپے تھے اور ان میں سوراخ نظر آرہے تھے۔

یہ صرف میرا اندازہ تھا کہ جینگو اس وقت نہتا نہیں ہے' بلکہ اپنے بچاؤ کا انتظام کرکے آیا ہے' لیکن ہاتھ اٹھانے سے اس کا مقصد حل ہوگیا' گویا دیکھنے والے بھی موجود ہیں اور وہ اس کے کسی بھی ...ے پر میرا بدن چھلنی کردیں گے۔

"جینگو۔" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں۔"

"تمہارے دستانے خوب ہیں۔"

"اوہ۔ ہاں۔" اس نے بے اختیار ہاتھ نیچے کردیا۔

"گھبرا کیوں گئے؟"

"نہیں میں اعتراف کرچکا ہوں۔"

"کس بات کا۔"

"تمہاری حسین صلاحیتوں کا۔"

"کیا تمہیں داستانوں کی تعریف پسند آئی ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں تمہاری ذہانت۔"

"اس میں ذہانت کی کیا بات ہے۔"

"تم بے مقصد باتوں سے پرہیز کرتے ہو' اور دستانوں کا ذکر بے مقصد ہی نہیں ہے۔"

"کیا ہے یہ؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"جدید ترین اسٹین گن جو ایک بیٹری سے منسلک ہے اور ایک ہلکا سا بٹن دبانے سے یہ پانچوں ...ننھے ننھے زہریلے تیر اگل سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک چھوٹا سا تیر اگر کسی کے بدن میں پیوست ...تو اس کا پورا بدن بہہ جاتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"خوب۔ خوب۔ مائی ڈیئر جینگو تمہاری یہ کوشش تمہارے ذہن کے خوف کا اظہار
ہے، تمہیں اس بات کا احساس ہے کہ تم جن راستوں کے راہی ہو وہ غلط اور مجرمانہ ہیں اور پھر تم اسی تہذیب
و ترقی کی مخالفت کر رہے ہو جس کے ایک عطیے سے تم اپنی زندگی کی حفاظت کر کے آئے ہو۔"

"ہاں ہاں بالکل صحیح کہا تم نے، لیکن میرے دوست زہر کو زہر مارتا ہے، تمہاری اس ترقی کو تمہارے
ہی ہاتھوں تباہ ہونا پڑے گا۔ ہم صرف زبان اور الفاظ سے اپنے مشن کو کامیاب بنائیں گے اور تمہیں
تمہارے ہاتھوں سے ماریں گے تاکہ دکھی انسانیت سکون پذیر ہو سکے۔"

"اچھی منطق ہے، جان بچانے کی کوشش اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔" میں نے حقارت سے کہا

"چلو ٹھیک ہے، اگر تم اس انداز میں سوچ رہے ہو تو یہی سہی لیکن ہمارا موضوع دوسرا تھا اس
بارے میں پھر گفتگو کر لیں گے بلکہ میں تو تم سے گفتگو ہی نہیں چاہتا کیونکہ تمہارے الفاظ میں ترلوکا کی توہین
ہوتی ہے ہاں اس شخصیت سے مل لو جس کے بارے میں ہم ابھی گفتگو کر رہے تھے۔" جینگو نے ایک طرف
اشارہ کیا اور کوئی کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں...... ساکت و جامد رہ گیا۔

یہ میریا ڈالسنگ تھی۔ اس لباس اور اس انداز میں وہ جس قدر حسین لگ رہی تھی۔ اس کا تصور
بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اتنی حسین عورت بلاشبہ میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی میں اس کے چہرے سے نگاہ
نہیں ہٹا سکا۔

پھر جینگو کی آواز نے ہی مجھے چونکایا تھا۔ "بڑے تعجب سے دیکھ رہے ہو نواز، کیا تم اسے پہچان نہیں
سکے۔"

میں سنبھل گیا اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میری یہ حرکت میرے لئے فائدہ مند ہی ثابت ہوگی
چنانچہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں میں نہیں پہچان سکا۔"

"اس طرح تم ایک برائی کے مرتکب ہو رہے ہو، تم اپنی محسن کو پہچاننے سے انکار کر رہے ہو۔"
مکار جینگو نے کہا۔

"میری محسن؟"

"میریا ڈالسنگ۔ وہ بدنصیب عورت، جو ترلوکا کے قدموں تک پہنچنے سے قبل ملعون ہو گئی۔"

"لیکن یہ میری محسن کیسے ہو گئی۔"

"میریا۔" جینگو نے اسے آواز دی۔

"یس مسٹر جینگو۔"

"تم اسے جانتی ہو؟"

"یس مسٹر جینگو۔" میریا نے اسی انداز میں جواب دیا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ میریا کی
گردن سیدھی تھی۔ وہ صرف سامنے دیکھ رہی تھی اور اس کی حسین آنکھیں پتھرائی ہوئی سی لگ

"کون ہے یہ؟"

"راجہ نواز اصغر۔" میریا نے جواب دیا۔

"گویا تم اسے جانتی ہو؟"

"ہاں۔ بخوبی۔"

"کس طرح مس میریا ڈالسنگ؟"

"میں اس کی مدد کر چکی ہوں۔"

"کب اور کس طرح؟" جینگو نے بدستور مکارانہ انداز میں پوچھا۔

"اس وقت جناب جب آپ نے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا اور اس کے پاس کھانے کے لئے کچھ بھی نہ
تھا میں نے اسے ہوٹل میں قیام کے لئے کچھ رقم دی تھی اور اس طرح یہ آپ تک پہنچنے میں کامیاب
ہوا۔"

"خوب۔ خوب۔" جینگو آہستہ سے ہنس پڑا۔ "کیا خیال ہے مسٹر نواز اصغر۔"

"جینگو میں اس بات سے واقف ہوں کہ تم ہپناٹسٹ ہو اور کسی کو ٹرانس میں لا کر تم اپنی پسند کے
الفاظ کہلوا لیتے ہو تو یہ زیادہ مشکل کام تو نہیں ہے۔"

"خیر اگر تم اس انداز میں محسوس کرتے ہو تو یہی سہی۔ لیکن اس نے جو کچھ کہا ہے وہ میرے الفاظ
نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ہر طرح سے ثبوت مل چکا ہے۔"

"میں اس سلسلے میں تم سے مزید گفتگو کرنے کو تیار نہیں ہوں مسٹر جینگو اب بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"وہی تو بتانے جا رہا ہوں میرے دوست، سنو یہ لڑکی کیسی لگتی ہے تمہیں؟"

"میرے خیال میں یہ ایک مظلوم لڑکی ہے جو تمہارے گندے اور فاسد مقاصد کے لئے مجبوراً کام
کر رہی ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے میں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں۔"

"خوب۔ خوب۔ تو یہ مظلوم لڑکی آج رات تمہاری خواب گاہ کی زینت بنے گی۔"

"جینگو تم بارہا مجھے آزما چکے ہو۔ کیا تم نے میرے کردار میں کوئی لچک پائی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو
پھر یہ حماقتیں کیوں کر رہے ہو۔ تم جانتے ہو میں تمہیں ذرا بھی اہمیت نہیں دیتا۔"

"دو گے۔ ضرور دو گے۔ میں جانتا ہوں اس نے اس وقت تمہاری پوری پوری مدد کی تھی جب تم
بری طرح حالات کا شکار ہو گئے تھے۔ اس نے تمہیں ایک ہوٹل میں ٹھہرایا اور ہمیں اطلاع دے دی تاکہ
تمہاری پوزیشن بھی صاف رہے۔ اس طرح اس نے کافی چالاکی کا ثبوت دیا تھا اور ہم واقعی اس کے بارے میں
کچھ نہیں سوچ سکے تھے۔ اور پھر دوسری خوفناک سازش اس نے اس وقت کی جب تمہیں بے ہوش کر کے لایا جا
رہا تھا۔ اس وقت اس نے تمہیں انجکشن دیا تھا لیکن وہ نہیں جو دیا جانا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہیں پستول بھی فراہم کیا جس سے ہمارا ایک آدمی ہلاک اور دو زخمی ہوگئے۔ ان واقعات کے بعد تم خود ہی بتاؤ راجہ نواز اصغر کہ کیا یہ کسی رحم یا رعایت کی مستحق ہے؟"

"یہ سب نری بکواس ہے' سب میرے اپنے ذرائع تھے۔"

"ایک سفید جھوٹ۔" جینگو مسکرایا۔

"بہرحال اس کے باوجود وہ نہیں ہوسکے گا جو تم چاہتے ہو۔"

"وہی ہوگا۔ وہی ہوگا۔ دراصل اس لڑکی کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی ہے۔ اور اگر آخری بار تم انکار کرو گے تو اسے تمہاری نگاہوں کے سامنے ہی گولی مار دی جائے گی۔" جینگو نے کہا اور میرے بدن میں سرسراہٹیں دوڑنے لگیں۔ میریا اب بھی اسی طرح کھڑی تھی۔

مجھے اس پر شدید رحم آیا۔ بے چاری مظلوم لڑکی جو ساری زندگی کسی کے لئے اپنے آپ کو مارتی رہی۔ اور بالآخر میری وجہ سے موت کا شکار ہو رہی تھی۔ میں نے پریشان نگاہوں سے جینگو کو دیکھا۔

"لیکن ایک حل ہے۔" چالاک جینگو جلدی سے بولا۔ "اگر تم اسے اپنی عورت کی حیثیت سے قبول کرلو۔ اگر تم اس کو اپنالو تو تمہارے لئے اس کی جاں بخشی کی جاسکتی ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔ جینگو۔"

"ہرگز نہیں۔"

"لیکن ایک بات تو بتاؤ جینگو۔"

"ضرور پوچھو میرے دوست۔"

"تم مجھے اس طرف راغب کرکے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔"

"تمہارے اس احساس کو توڑنا چاہتا ہوں کہ تم کوئی پارسا انسان ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ بعض اوقات انسان اپنی مرضی سے وہ سب کچھ نہیں کرتا جس سے وہ بچنا چاہتا ہے کیونکہ وہ مختلف کمزوریوں کا مجموعہ ہے' اور اسے مجبور ہونا پڑتا ہے۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔"

"کیوں۔ کیوں نہ ہوئی۔"

"تم مجھے سخت طریقے سے مجبور کر رہے ہو۔ یہاں بھی ایک مذہبی بچت ہے اگر کسی کی زندگی بچانے کے لئے ایک برائی کرنی پڑ رہی ہے تو مذہب اس کی اجازت دیتا ہے۔"

"کوئی راستہ اختیار کرلو۔ میں صرف تمہارا غرور توڑنا چاہتا ہوں۔" جینگو نے کہا اور پھر خشک لہجے میں بولا۔ "اب جواب دو' کیا ارادہ ہے۔ کیا میں اشارہ کروں کہ اس لڑکی کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔"

"نہیں۔" میں نے بھاری لہجے میں جواب دیا اور جینگو کے ہونٹوں پر وہی مکارانہ مسکراہٹ جاگ

"گویا تم تیار ہو۔"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"کوئی مکاری نہیں چلے گی۔ ہم بہت باخبر ہیں۔ تمہاری ایک ایک حرکت ہماری نگاہ میں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے جینگو' لیکن میں تم سے اس بے بسی کا انتقام لوں گا۔ اس بات کو یاد رکھنا۔"

"یاد رکھوں گا' وعدہ کرتا ہوں۔ آنے والا وقت دیکھو' وہ کیا کہانی سناتا ہے۔" جینگو نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا یہ بدستور تمہارے ٹرانس میں رہے گی؟" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ پھر لطف ہی کیا آئے گا۔ یہ تو باہمی تعاون کا معاملہ ہے۔ ممکن ہے وہ تم پر احسان نہ کرے۔"

میرے حلق سے غراہٹیں نکلنے لگیں اور جینگو قہقہے لگاتا ہوا اس کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ میریا کی کیفیت تھی۔ میریا ڈالسنگ اس قدر حسین نظر آرہی تھی کہ دماغ ماؤف ہوا جا رہا تھا۔ لیکن اس کے اندر سے ایک آواز اٹھ رہی تھی۔ یہ گناہ ہے۔ گناہ گار زندگی میں ایک اور گناہ کا اضافہ نہ کیا جائے' ——— لیکن جینگو اس بے گناہ لڑکی کو ہلاک کردے گا۔

اچانک میریا کے منہ سے ایک خوفزدہ سی آواز نکلی۔ اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اور پھر اس کی نگاہیں مجھ پر آٹکیں۔

"نواز۔" اس کے منہ سے ایک سسکی سی نکلی۔

"بیٹھو میریا۔" میں نے تھکی تھکی آواز میں کہا اور وہ چند قدم آگے بڑھی پھر اس نے اپنے لباس کو دیکھا۔

"سوری نواز۔ لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"کس میں؟"

"یہ لباس میری پسند نہیں ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے کہا۔

"کمبخت ——— کمبخت جینگو کو سب کچھ معلوم ہوگیا ہے۔ اسے سب کچھ معلوم ہوگیا ہے۔ اس کے اندر شیطان چھپا ہوا ہے۔ اس نے میری قوت ارادی سلب کرلی' اور میری زبان نے سب کچھ

"مجھے معلوم ہے میریا' بیٹھو۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور وہ سر جھکا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے نزدیک آگیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس نے ---- اس نے بڑے گھناؤنے منصوبے بنائے ہیں نواز میں تم سے شرمندہ ہوں
تمہاری اس پریشانی کا باعث بھی میں ہی بنی۔"

"میریا، تمہیں اس کے ارادے معلوم ہیں؟"

"ہاں۔ اس نے مجھے بتایا تھا۔" وہ شرمندہ لہجے میں بولی۔

"تمہیں اپنے یہاں آنے کا طریقہ معلوم ہے؟"

"ہاں۔ لیکن میری قوت ارادی اس کے قبضے میں تھی۔"

"اب بتاؤ میریا، میں کیا کروں؟"

"میری آخری بات مانو گے نواز۔" اس نے کہا۔

"ضرور میریا بتاؤ۔"

"مجھے مرجانے دو نواز۔ میں اب اس زندگی سے تھک گئی ہوں ---- براہ کرم مجھے مرجانے د
اس کی بات نہ مانو۔ چاہے وہ مجھے قتل کردے۔ یہ میرے اوپر تمہارا احسان ہوگا۔ میں ---- میں اپنی پ
نہیں کرتی۔ اب تک میری خوش نصیبی تھی کہ میں کسی ابوالہوس کے ہتھے نہیں چڑھی۔ ورنہ ان
نزدیک عزت و عصمت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ لیکن اب میری خوش بختی ساتھ نہیں دے رہی۔ اگر تم
چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں تھا لیکن میں تمہارا عزم توڑنے کا باعث بن رہی ہوں۔ یہ بات....

"میریا۔" میں نے اسے تعجب سے دیکھا۔

"ہاں نواز۔ میری موت قریب ہے، میں مر رہی ہوں نواز۔ دل سے ایک حسرت تو نکل جائے
ساری حسرتیں دل ہی میں لئے مرگئی تو قبر میں بھی سلگتی رہوں گی۔ میں بدنصیب تمہیں چاہنے لگی ہ
نواز۔ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ حالانکہ میں نے پوری زندگی خود کو زندوں میں شمار نہیں کیا
لیکن انسان بہت کمزور ہے۔ خود اس کے احساسات اس کے بس میں نہیں ہیں۔ نہ جانے اس مردہ دل
زندگی کہاں سے داخل ہوگئی۔ تمہارا عزم۔ تمہارا کردار میرے دل میں گھر کر گیا ہے۔ میں نے ساری زند
میں کسی کو دلچسپی کی نگاہ سے پہلی بار دیکھا ہے۔ لیکن میرے پسندیدہ کردار کو ٹھیس نہیں پہنچنی چاہئے۔ تم
رہو نواز جو ہو۔"

میریا کے الفاظ میرے ذہن پر ہتھوڑوں کی مانند برس رہے تھے۔ میرے دل کی عجیب سی کیفیت
رہی تھی۔ میں ذہنی طور پر شدید الجھ گیا تھا۔ اور پھر میں کھڑا نہ رہ سکا۔ میں اس کے نزدیک ہی صوفے پر
گیا۔

کیا کروں۔ کیا نہ کروں؟ پھر میرے دل سے ایک آواز نکلی۔ میرے معبود۔ میرے پروردگار
عرصہ کے بعد، گندگی اور غلاظت کے ڈھیر سے تیرا نام بلند ہوا ہے تو جو گناہ گاروں کو بھی نہیں بھولتا
رحیم اور معاف کرنے والا ہے، میری رہنمائی کر، مجھے روشنی دکھا۔ میں کیا کروں میرے معبود۔ میرے

...کیا کروں؟ میرے سینے میں گولے اٹھ رہے تھے اور میری آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔
اور اس نے مجھے مایوس نہیں کیا جسے میں نے پکارا تھا۔ اس نے میری آواز سنی اور میری مدد کی۔
...نگاہوں میں بجلیاں سی کوندنے لگیں بلاشبہ یہ خیال میری ذہانت نے نہیں پیدا کیا تھا۔ یہ ایک غیبی امداد
...جو میرے ذہن میں اتری۔ اور یہ صرف غیبی اشارہ تھا۔

ہاں یہ تو ساری الجھنوں کا حل تھا، یہ تو تمام مشکلات کا حل تھا جو میرے لئے پیدا ہوگئی تھیں۔

"میریا۔" میں نے اسے پکارا۔

"ہوں۔" وہ جیسے کسی گہرے کنوئیں میں بولی ہو۔

"تم جرمن ہو۔"

"ہاں۔ کیوں؟"

"اور تمہارا مذہب؟"

"عیسائی ہوں۔"

"میریا کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟"

"ایں۔" میریا اس طرح اچھل پڑی جیسے پاؤں کے نیچے بچھو آگیا ہو۔

"ہاں میریا بولو، جواب دو۔ مجھ سے شادی کرو گی؟"

"نواز۔ یہ ---- یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"اگر تمہیں یہ بات ناپسند ہو تو پورے خلوص اور اعتماد سے کہہ سکتی ہو، میں ذرہ برابر محسوس نہیں
...ں گا۔"

"نواز، کیا میں اس قابل ہوں؟" اس نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

"ہاں میریا تم ہو ---- اور ہو جاؤ گی۔ تمہارے اندر جو کمی ہے اسے دور کیا جائے گا۔"

"نواز میں اس قابل نہیں ہوں۔"

"اگر تمہارے ماضی میں کوئی داغ ہے میریا تو اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم میں دل سے اسے
...ل کروں گا۔"

"لیکن میری حیثیت، کیا تم اسے بھی بھلا دو گے نواز؟"

"ہاں۔ میں صرف تمہاری ذات کو یاد رکھوں گا۔"

"تو پہلے میرے بارے میں سن لو نواز۔ حالات نے مجھے ان لوگوں کے درمیان دھکیل دیا۔ لیکن
...مریم کی قسم، میں پاک ہوں۔ میں جسمانی طور پر کبھی آلودہ نہیں ہوئی۔ میں خدا کو جواب دوں گی۔"

"خدا کی قسم میریا۔ مجھے اعتماد ہے، مجھے یقین ہے۔"

"جن مجبوریوں نے میرے ماضی میں داغ لگائے۔ وہ کس حد تک تمہارے علم میں آچکی ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"اگر تم انہیں قبول کرو گے تو' میری اس سے زیادہ خوش بختی اور کیا ہوگی۔"

"ابھی تو ہمیں بہت سے کٹھن مراحل سے گزرنا ہے میریا۔ ابھی تو میں تم سے تمہاری محبت کی بہت بڑی قیمت وصول کروں گا۔"

"میں اپنے بدن کی کھال اتار کر تمہیں دے دوں گی نواز۔ آہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری تقدیر یوں اچانک بن جائے گی۔ اس ایک لمحے کے تصور سے تو میں سو بار زندگی پا کر مرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"تو پھر میرے بارے میں بھی سن لو میریا۔ خدا کی قسم' جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اس میں ایک نکتہ بھی جھوٹا نہیں ہوگا۔ سچائی کی قسم میریا جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا۔ میں پاکستان کے ایک چھوٹے سے قصبے سرائے عالمگیر کا باشندہ ہوں۔ ایک کسان کا بیٹا' جسے اس کی زمین نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ زمین مجھ سے ناراض ہو گئی تھی میریا۔ تب میں نے خودکشی کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن وہاں سے نواز کے اندر شیطان نے دخول کر لیا۔ پانی کے قریب ایک نئے نواز نے جنم لیا اور میں منشیات کا ایک اسمگلر بن گیا۔ میں نے سفر شروع کر دیا میریا۔ اور اس سفر میں بے شمار لوگ میرے ہاتھوں موت کی نیند سو گئے۔ میں نے لاتعداد جوانیوں کو پامال کیا۔ اور آج بھی میری اربوں روپے کی دولت بینکوں میں جمع ہے۔ لیکن میرے ضمیر نے کبھی سکون نہیں پایا۔ یہ سرکش ہمیشہ میری نئی ذات کا باغی رہا۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر اس نے مجھے صاف راستوں پر لا کھڑا کیا۔ میرے دل میں مذہب کے پیار نے جنم لیا۔ میں نے اپنی ساری دولت خود پر حرام کر لی اور آوارہ گرد بن گیا اور یہی آوارہ گردی مجھے جینگو تک لے آئی۔ یہ میں ہوں میریا۔ اور اس میں سرمو جھوٹ نہیں ہے۔"

"آہ نواز۔ میرا دل گواہی دیتا تھا کہ تم کوئی بڑے انسان ہو۔ تمہارا کردار معنی خیز ہے۔ میرا دل گواہی دیتا تھا۔" میریا وفور انبساط سے بے خود ہو کر بولی۔

"نواز خود کو گندی نالی کا کیڑا سمجھتا تھا میریا۔ لیکن جس دن سے اس کے دل میں خدا جاگا اس نے خود کو بہت قیمتی تصور کیا۔ اور اب جب میں اپنی ذات کو تمہاری تحویل میں دے رہا ہوں۔ میں اپنی ذات کی قیمت وصول کروں گا میریا۔ ایک ایسی قیمت جو تمہارے تصور سے باہر ہوگی۔"

"یہ قیمت تم مجھ سے وصول کرو گے نواز۔"

"ہاں میریا تم سے۔"

"مجھے اس قابل پاتے ہو؟"

"ہاں۔ تم وہ قیمت مجھے ادا کر سکتی ہو۔"

"تو بتاؤ کیا ہے وہ قیمت؟"

"میرا مذہب قبول کر لو۔" میں نے کہا اور میریا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی تمکنت کھیل رہی تھی اس کا سارا وجود گلابی ہو گیا تھا۔

"تم مجھے اپنے مذہب کے قابل پاتے ہو نواز۔"

"تمہارے اندر اگر کوئی کمی ہے تو میرا مذہب قبول کرنے کے بعد پوری ہو جائے گی۔"

"آہ کیا واقعی میں اس سعادت کے قابل ہوں۔"

"کیا تم اس بات پر تیار ہو میریا؟"

"اگر تم مجھے اس قابل سمجھو تو۔ میری اس سے زیادہ خوش بختی اور کیا ہوگی۔ آہ میں کتنی خوش نصیب ہوں۔"

"تو اٹھو' آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ میں اسے باتھ روم میں لایا۔ میرے سینے میں محبت کے طوفان اٹھ رہے تھے۔ میرے کانوں میں عجیب سی آوازیں گونج رہی تھیں جیسے چڑیاں صبح کا گیت گا رہی ہوں۔ جیسے جیسے.....

اور پھر میں نے میریا کو وضو کرنے کا طریقہ بتایا اور اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ پھر میں نے خود وضو کیا اور اس کے بعد ہم دونوں باہر آ گئے۔ تب میں نے اسے کلمہ پڑھایا۔ اور میریا نے خلوص دل سے بار کلمہ پڑھ کر خدا کی وحدانیت اور رسول کے برحق ہونے کا اعتراف کیا اور مسلمان ہو گئی۔

"میں تمہارا اسلامی نام زیب النساء تجویز کرتا ہوں۔۔۔۔۔ زیب۔" میں نے کہا اور اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔

"خدا مجھے یہ نام راس لائے۔"

"زیب النساء میں خلوص دل سے تمہیں اپنے نکاح میں قبول کرتا ہوں۔ قبول کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میریا' اب تم میری بیوی ہو۔"

"آہ نواز۔۔۔۔ آہ....." میریا فرط مسرت سے رو پڑی۔ اور میرے سینے میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔ میں نے اسے بازوؤں کے حلقے میں کس لیا تھا۔ "آہ کس قدر خوش نصیب ہوں میں مجھے اتنا بڑا مقام مل جائے گا میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"خوش نصیب تو میں بھی ہوں زیبی۔ مجھے وہ سب کچھ مل گیا جس کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔"

دیر تک ہم خوشیوں میں ڈوبے رہے اور پھر میں نے کہا۔ "زیبی مذہب کے کچھ ارکان ہوتے ہیں۔"

"مجھے بتاؤ۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نماز۔"

"یہ کیا ہوتی ہے؟"

"عبادت۔"

"اوہ۔ تو پھر؟"

"بد بختی سے میں نماز سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔ لیکن آؤ اسے یاد کریں' اس نے ہمیں کتنی بڑی مشکل حل کر دی ہے۔ تم میری پیروی کرو۔" اور ہم دونوں قبلہ رو ہو بیٹھے جس کا تعین میں نے خود کر لیا تھا۔

اور میرے ذہن کے دریچے کھل گئے۔ دریائے جہلم میں جس مسجد کا عکس نظر آتا ہے اس میں میں نے کئی بار نماز پڑھی تھی۔ میرے ذہن میں اس مسجد کا تصور جاگ اٹھا تھا۔ اور وہ قرآنی آیات مجھے یاد آ چلی گئیں۔ میرا میری پیروی کر رہی تھی۔ اس طرح ہم نے شکرانے کے نفل ادا کئے اور پھر میں میرا کر کر حجلہ عروسی میں آ گیا جسے ہمارے دوست جینگو نے ترتیب دیا تھا اور اب کوئی جھجک نہیں تھی۔ زیبی اب میری بیوی تھی اور ان لمحات میں جو سکون تھا' جو تقدس تھا۔ وہ مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ بھی پر سکون تھی اور اب میرے اندر ایک نئی ذمہ داری کا احساس بیدار ہو گیا تھا۔

"نواز۔" زیبی نے مجھے پکارا۔

"میری زندگی۔" میں نے اسے خود میں جذب کر لیا۔

"اب کیا سوچا ہے نواز۔"

"بہت کچھ سوچیں گے زیبی' پریشان نہ ہو۔"

"نواز۔ مجھے اچانک زندگی سے محبت ہو گئی ہے' اب میرے خواب کوئی اور رخ اختیار کر گئے جینگو میرا بد ترین دشمن بن گیا ہے' مجھے کیا کرنا چاہئے نواز؟"

"تمہارا قیام کہاں ہے زیبی؟"

"اسی عمارت میں۔"

"عمارت کی تفصیل مجھے بتاؤ۔"

"رہائشی عمارت ہے' یہ فلور پورا ان کے پاس ہے۔"

"یہ نیویارک ہے نا؟"

"ہاں۔"

"زیبی! بظاہر ہمارے پاس اپنی بچت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن بہت سے معاملات خدا ہو جاتے ہیں۔ ہمیں حالات کا انتظار کرنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے' میں ان کے درمیان رہوں۔"

"زیبی' اس کے بعد تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا تم نیویارک میں کہیں روپوش ہو سکتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں اگر چاہوں زیبی تو میں بھرپور جد و جہد کر سکتا ہوں اور ان لوگوں کے نرغے سے نکل بھی سکتا ہوں لیکن میں ترلوکا کو فنا کرنے کا خواہشمند ہوں۔ اور یہ جذبہ میرے ذہن میں شدید ہے۔ اس لئے ابھی عرصہ میں ان لوگوں کی قید میں رہوں گا۔"

"لیکن تم ان کے درمیان مجبور ہو نواز۔"

"میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں زیبی' بہرحال اتنا مجبور بھی نہیں ہوں۔ بس خود کو حالات کے سہارے چھوڑ رکھا تھا۔ لیکن اب میں تنہا نہیں ہوں۔" میں نے پیار سے اسے دیکھا اور زیبی مسکرا دی۔

"پھر کیا کرو گے نواز؟"

"مجھے میری بات کا جواب دو۔"

"کون سی بات؟"

"تم کسی بھی طرح چالاکی سے ان کے درمیان سے نکل جاؤ اور خود کو کہیں روپوش کر لو' میں ان سے نمٹ لوں۔"

"لیکن میں تمہاری طرف سے فکر مند رہوں گی۔"

"میں نے تمہیں عبادت کا طریقہ بتایا ہے۔"

"ہاں۔"

"بس عبادت کر کے میری سلامتی مانگتی رہنا۔"

"کیا تم لاس اینجلز تک جاؤ گے؟"

"ہاں جاؤں گا۔"

"اور اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آ گیا.....؟"

"ایک سال تک میرا انتظار کرنا زیبی۔ زندہ رہا تو اس دوران ضرور لوٹ آؤں گا اور اگر اپنی اس لڑائی میں کام آ گیا۔ تو زیبی ہمارے مذہب میں ایک گنجائش بھی ہے۔ ایک سال کے بعد تم چار ماہ اور دس دن میرے موت کے سوگ میں گزارنا اور اس کے بعد اپنی زندگی کے لئے کوئی بہتر ذریعہ تلاش کر لینا۔ تم نکاح بھی کر سکتی ہو۔" میں نے کہا اور زیبی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو نواز۔"

"دراصل زیبی ہمیں کبھی حقیقت کی طرف سے آنکھیں نہیں بند کرنی چاہئیں۔ میں تنہا ہوں اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے ساتھ صرف میرے ایمان کی قوت ہے۔ جبکہ ترلوکا کے بارے میں تم اچھی طرح جانتی ہو۔ لیکن عزم اس وقت تک مجھے سکون سے نہ بیٹھنے دے گا جب تک کہ میں ترلوکا کو فنا نہ کر دوں یا خود فنا ہو جاؤں۔"

"افسوس نواز میں تمہیں اس کام سے روک بھی نہیں سکتی۔ وہ دنیا میں جس طرح برائی پھیلا رہا ہے جس طرح غلاظتوں کو ابھار رہا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکی تباہی میں سمجھتی ہوں ہر اچھے انسان کا فرض ہے، لیکن تمہاری تنہائی کا تصور کر کے وحشت بھی ہوتی ہے۔"

"میں نے کہا نا زیبی تم میری فکر نہ کرو۔ یوں بھی میرا آخری فیصلہ ہے اور میں تمہیں ایک شوہر کی حیثیت سے حکم دیتا ہوں کہ میری ہدایت پر عمل کرنا۔"

زیبی رونے لگی اور میں دیر تک اسے تسلیاں دیتا رہا۔ پھر اس نے آنسو خشک کر لئے۔ رات اپنی آخری منازل طے کر رہی تھی۔ جب سورج کی روشنی نمودار ہوئی تو اس نے مجھ سے جانے کی اجازت چاہی۔

"جینگو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں صبح کو واپس اس کے پاس پہنچ جاؤں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے زیبی تم جاؤ۔ لیکن اب تمہاری انتہائی کوشش یہی ہوگی کہ تم یہاں سے نکل کر روپوش ہو جاؤ۔"

"جب تم واپس آؤ گے نواز تو میں تمہیں کیسے تلاش کروں گی۔"

"میں خود تمہیں تلاش کرلوں گا۔ میں یہاں کے اخبارات میں اعلان کراؤں گا اور تم مجھ تک پہنچ جانا۔ لیکن زیبی اب تمہیں اپنا خیال میرے لئے رکھنا ہوگا۔ تم اس انداز میں روپوش ہونا کہ کسی بھی صورت تم ان کے ہاتھ نہ لگو ورنہ اچھا نہ ہوگا۔"

"میری جانب سے تم بے فکر رہنا نواز اور نہ ہی مجھے تلاش کرنے کی کوشش کرنا۔ ہاں اگر تمہیں کوئی خطرہ محسوس ہو تو تم اپنے طور پر کوئی کاروائی کر سکتے ہو۔"

"بالکل ٹھیک، میں تم سے اسی مدد کا طالب ہوں زیبی۔" میں نے جواب دیا اور زیب النساء دیر تک آنسو بہاتی رہی۔

"افسوس نواز۔ افسوس یہ خوشی یہ بے پایاں خوشی ملی بھی تو کس قدر مختصر سے وقت کے لئے" اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں زیبی یہ الفاظ ادا نہ کرو بلکہ خدا سے دعا کرو یہ الفاظ مختصر نہ ہوں۔ ہاں ان میں ایک وقفہ ضرور آ رہا ہے لیکن زیبی وقفے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"ٹھیک ہے نواز مجھے بھروسہ ہے سچائی اتنی آسانی سے نہیں مرتی۔" اس نے کہا اور پھر لباس درست کرنے لگی۔ "میری طرف سے مطمئن رہنا نواز اب میری زندگی کا محور صرف تم ہو۔ میں

ہوں گی تو تمہارے لئے باقی ساری باتیں میں ذہن سے فراموش کر چکی ہوں اور اب تمہارے علاوہ میرے ذہن میں کوئی اور احساس باقی نہیں ہے۔"

"تمہارے یہ الفاظ مجھے ہمیشہ تقویت بخشیں گے زیبی۔ خدا حافظ۔" میں نے کہا اور وہ بھی مجھے ی انداز میں خدا حافظ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں ایک عجیب و غریب احساس کا شکار ہو گیا۔ اچانک ہی یہ کیا ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں بے شمار لڑکیوں کو ٹھکرا دیا تھا جو بلاشبہ رحم کی مستحق تھیں اور انہوں نے دل سے میرے قرب کی تمنا کی تھی۔ لیکن میں تو دنیا میں کسی پر اعتبار ہی نہیں کرتا تھا اور اب جب ذہن میں ایک اعتبار جاگا تھا' ایک اعتماد جاگا تھا جو مذہب کہلاتا ہے تو مذہب نے میرے اوپر ایک اور ذمہ داری سونپ دی تھی۔ کیسی انوکھی ذمہ داری تھی وہ۔ بھلا میں اور شادی۔ یہ تصور میں نے کبھی نہیں کیا تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ زندگی کبھی کسی منزل تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔

لیکن ایک منزل مل گئی تھی اور یہ منزل ایسی تھی جسے میں نے کسی مجبوری کے تحت نہیں اپنایا تھا۔ میں چاہتا تو اپنی بات پر اڑا رہتا------ ٹھیک ہے زیب النساء نے میری مدد کی تھی۔ اس نے اپنی زندگی کی وجہ سے خطرے میں ڈالی تھی لیکن بہرصورت ایسی تو بے شمار لڑکیاں میری زندگی میں آئی تھیں۔ لیکن نے کبھی کسی کی پذیرائی نہیں کی۔ میں اس کی موت بھی گوارا کر لیتا۔ لیکن اس بدلی ہوئی زندگی کو نئے اروں کی تلاش تھی اور میرے ذہن میں کچھ نئے تصورات جاگے تھے۔ ان تصورات کے سہارے زندگی انداز میں گزرتی ہے یہ دیکھنا تھا۔

کافی دیر گزر گئی۔ میں انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا کہ اس خوبصورت کمرے کا دروازہ کھلا اور آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک آدمی ہاتھ میں ٹرے لئے ہوئے تھا۔ خلاف معمول وہ لوگ ے ساتھ بڑے اچھے انداز میں پیش آئے۔

"ناشتہ کیجئے جناب۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"شکریہ۔ جینگو کہاں ہے۔"

"موجود ہیں اور ناشتے کے بعد آپ سے ملاقات کے خواہشمند ہیں۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"لیکن میں اس سے کہاں مل سکتا ہوں۔"

"آپ ناشتہ کر کے تیار ہو جائیں۔ مسٹر جینگو اسی عمارت میں موجود ہیں میں آپ کو ان کے پاس لے جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی ل رکے رہے پھر باہر نکل گئے۔

پھر جونہی میں ناشتے سے فارغ ہوا وہ دوبارہ پہنچ گئے۔ "کیا آپ تیار ہیں' مسٹر جینگو آپ سے ملاقات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے خواہش مند ہیں۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ میرے اندر بڑا اعتماد تھا اور میں اب ہر مول لینے کے لئے تیار تھا۔ عمارت بے حد خوبصورت تھی۔ ہر حصہ قیمتی چیزوں سے آراستہ تھا۔

جس کمرے میں جینگو نے مجھ سے ملاقات کی وہ حسن میں بے مثال تھا وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا بھی مسکرانے لگا۔ ویسے جینگو اپنے اسی لباس میں تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری جانب سے غافل تو نہیں ہوا

"ہیلو نواز۔" اس نے میرا خیر مقدم کیا۔

"ہیلو جینگو۔"

"تمہارے انداز میں نرمی نظر آ رہی ہے نواز۔ بہرحال تم نے ایک اچھا فیصلہ کیا اور میں نے وقت تمہیں دوستانہ ماحول میں ہی بلایا ہے۔"

"شکریہ جینگو۔"

"بیٹھو نواز۔" اس نے کہا' وہ ایک ایسی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جس میں بہت سے بٹن لگے ہوئے تھے میں اسکے قریب ہی بیٹھ گیا۔ ویسے میری نگاہیں اس سسٹم کا جائزہ لے رہی تھیں جس کے ذ گولیاں برسا سکتا تھا۔ وہ سرخ دستانے اب بھی اس کے ہاتھ میں تھے' جن کے دہانے اسٹین گن کی نال نے جینگو کے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھے ہوئے تھے اور وہ کافی مستعد نظر آ رہا تھا۔

"اب بھی تمہارے خیالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی نواز۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا تمہیں اس کا بات کا یقین نہیں ہوا کہ معاشرے کے سارے اصول فرسودہ ہیں۔ اور انسان مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔"

"معاشرہ اپنی جگہ درست ہے جینگو' رہی انسان کی بات تو اسکی کمزوری کے اعتراف نے مجھے نہیں۔"

"بے مقصد ضد ہے نواز' اور خاص طور سے اب تم نے مجبور ہو کر وہ سب کچھ نہیں کیا جو تم کرنا چاہتے تھے۔"

"اب بھی وہی باتیں دہراؤ گے جینگو' کیوں نہ ان ساری باتوں کو یہیں چھوڑ دو۔"

"چھوڑ دوں گا۔ بس یہ میری ضد تھی جو پوری ہو گئی اور اب مجھے تم سے کوئی اختلاف نہیں؟"

"اور میریا ڈالسنگ سے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے سارے قصور معاف کر دیئے گئے۔ میں اسی قسم کا آدمی ہوں۔ حالانکہ اس نے اعتماد کو دھوکہ دیا' لیکن وہ کام کر کے جس کی مجھے شدت سے خواہش تھی اس نے اپنے گناہ دھو دیئے میں نے اسے خلوص دل سے معاف کر دیا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا جینگو۔ کیا میری ایک درخواست قبول کر لو گے؟"

"ہاں ہاں کہو' میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

"چند لمحات کے لئے میریا کو بلوا دو۔ میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تھوڑی دیر کے بعد سہی' کیا وہ بہت پسند آئی ہے تمہیں؟"

"ہاں۔"

"وہ لڑکی جنسی معاملات میں صفر تھی۔ نہ جانے کس طرح تم نے اسے بیدار کر لیا۔ بہرحال میں نہیں مبارکباد دیتا ہوں۔"

"شکریہ' لیکن اسے....."

"بلوا دوں گا۔"

"ابھی۔ اس کے بعد ہم گفتگو کریں گے۔"

"اچھا ایک منٹ۔" جینگو نے کہا اور پھر کرسی پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ چند ساعت کے بعد ایک آواز ابھری۔

"یس مسٹر جینگو۔"

"میریا ڈالسنگ کو بھیج دو۔"

"او کے سر۔" جواب ملا اور جینگو نے سوئچ آف کر دیا۔ پھر وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"معاشرے کا بھوت کب تک تمہارے ذہن سے اتر جائے گا۔"

"جس وقت تم مجھے قائل کر دو گے۔"

"یہ کام اب ترلوکا خود کرے گا۔ میں بہت جلد تمہیں اس کے پاس لے جاؤں گا۔ اپنا کام میں انجام دے چکا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے' اس وقت تک کے لئے اس موضوع کو جانے دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور اسی وقت پھر ایک کلک کی آواز سنائی دی اور جینگو نے سوئچ آن کر دیا۔ جو اس نے پہلے دبایا تھا۔

"مسٹر جینگو۔"

"ہاں کہو' کیا بات ہے۔"

"مس میریا ابھی تھوڑی دیر قبل کار لے کر کہیں گئی ہیں۔ کیا کسی کو ان کی تلاش میں بھیجا جائے۔"

"نہیں۔ جب واپس آ جائیں تو ان سے کہنا مسٹر نواز سے مل لیں۔"

"بہتر جناب۔" جواب ملا اور میرے ذہن نے خوشی کا نعرہ لگایا۔ زیبی ان کے نرغے سے نکل گئی۔ میرا چہرہ مسرت سے سرخ ہو گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بہرحال مسٹر نواز' میں آپ کے اندر بہت سی تبدیلیاں پا رہا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ میری کوشش کارگر رہی۔ میریا ہمیشہ کے لئے آپ کو دے دی گئی آپ اسے اپنے تصرف میں رکھیں۔ دراصل ہم ہر قیمت پر آپ کو چاہتے ہیں۔"

"آپ کا خیال غلط ہے مسٹر جینگو' میں آج بھی آپ سے' آپ کے مسلک سے نفرت کرتا ہوں اور آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ آپ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

"میریا کے سلسلہ میں۔"

"ہاں۔ اسی کا ذکر کر رہا ہوں۔"

"اوہ مسٹر نواز' کیا آپ اس بات سے انکار کریں گے کہ آپ نے میریا کو اس حیثیت سے قبول نہیں کیا۔"

"انکار کروں تو؟"

"اس کا انتظام بھی کر لیا گیا ہے' سامنے دیکھئے۔" جینگو نے کہا اور دوسرا بٹن دبایا اور سامنے لگے ہوئے اسکرین پر روشنی پڑنے لگی اور پھر اس روشنی میں کچھ تصویریں نظر آئیں۔ غالباً" کوئی پروجیکٹر چل رہا تھا۔ اور پھر زیبی اور میں نمایاں ہو گئے۔ ہماری ساری حرکات کی ایک خاموش فلم تیار کر لی گئی تھی۔ میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فلم ختم ہو گئی۔ اور جینگو نے بٹن بند کر کے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا۔

"اس فلم کی موجودگی میں تم اس بات سے انکار کرو گے۔" اس نے سوال کیا۔

جینگو تم انتہائی احمق انسان ہو' اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں اور تم نے میری خلوت کی جو فلم تیار کی ہے یہ بھی ایک گھناؤنا جرم ہے۔ تمہاری حماقت کا اظہار تمہاری اس مسرت سے ہوتا ہے۔ تم ایک بار پھر اس فلم کو دیکھو اور بتاؤ کیا تم دنیا کے سب سے بڑے احمق نہیں ہو۔ میں نے یہاں بھی تمہیں شکست دی ہے' جینگو یہاں بھی تم نے میرے ہاتھوں شکست کھائی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔" جینگو کسی قدر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں۔ تم نے اس فلم میں میری اور میریا کی حرکات پر غور نہیں کیا یا پھر میرے مذہب کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔ میریا اب میریا ڈالسنگ نہیں بلکہ اب اس کا نام زیب النساء ہے' اور وہ میری بیوی ہے اور ہمارے مذہب میں صرف بیوی حلال ہوتی ہے اس نے میرا مذہب قبول کیا جس کا مظاہرہ تم دیکھ چکے ہو' اس کے بعد اس نے عبادت کی۔ چنانچہ میں اپنے مسلک پر سختی سے کاربند ہوں اور تم نے یہاں ایک بد ترین شکست کھائی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔" جینگو دھاڑتا ہوا دونوں ہاتھ اپنی کرسی کے ہتھوں پر پٹخ کر بولا۔

"اور تمہیں کبھی اس کی اجازت نہیں دوں گا جینگو کہ تم میری بیوی کی کوئی ایسی فلم تیار

فلم تباہ کرنا ہو گی۔"

"بکواس مت کرو۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں تم دونوں کے چیتھڑے اڑا دوں گا۔" جینگو نے خونخوار انداز میں کہا۔ اس کے دونوں ہاتھ اب بھی کرسی کے ہتھے پر رکھے ہوئے تھے اور بدن میں ہلکی ہلکی لرزش تھی۔ شاید وہ بے پناہ غصے کا شکار تھا۔ اور یہی وقت تھا جب میں اپنی آخری کوشش پر عمل کرتا۔

دوسرے لمحے میں نے بیٹھے بیٹھے جینگو پر چھلانگ لگائی اور سب سے پہلے میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کلائیوں پر جما دیئے تاکہ وہ کرسی کے ہتھوں پر ہی جمے رہیں اور اس کے بعد میں نے جمناسٹک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جسم کو اوپر اٹھایا اور قلابازی کے سے انداز میں پلٹا۔ پھر نے اپنی دونوں ٹانگوں سے اس کی گردن کو جکڑ لیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ جینگو کرسی پر بیٹھا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ اس کی کلائیوں پر رکھے تھے اور ان کا پورا وزن جینگو کے ہاتھوں پر تھا۔ تب میں نے اپنے بدن کو دوسری جانب گرا دیا اور اپنی ٹانگوں سے جینگو کی گردن میں قینچی بنالی۔ جینگو کے ہاتھ میرے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں تھے اور میں دونوں ٹانگوں سے اس کی گردن دبا رہا تھا۔

جینگو انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا ایک ہاتھ آزاد ہو جائے تو وہ اس بیٹری کا سوئچ آن کر دے جس سے اسٹین گن استعمال ہو سکتی تھی۔ لیکن میری یہی کوشش تھی کہ میں اسے آزاد نہ ہونے دوں۔

میری رانیں انتہائی سختی سے اس کی گردن دبا رہی تھیں اور یہ میری زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تھا جو میں انتہائی نامساعد حالات میں انجام دے رہا تھا۔ لیکن میرے اندر جو ایک روحانی قوت پیدا ہو گئی تھی بلا شبہ وہ میری معاون تھی۔

جینگو حالانکہ ایک تندرست و توانا آدمی تھا۔ لیکن اس وقت وہ اپنی پوری کوشش کے باوجود اپنے ہاتھوں کو میرے ہاتھوں سے یا اپنی گردن کو میری رانوں سے بچا نہیں پا رہا تھا۔ حالانکہ اگر وہ ذرا سی بھی کوشش کرتا تو اپنے آپ کو بچا سکتا تھا۔ لیکن بہرحال یہ بات اس کے ذہن میں نہ آئی اور وہ صرف اپنی گردن کو جھٹکے اور ہاتھوں کو نکالنے کی کوشش کرتا رہا۔ میں اپنی رانوں سے اس کی گردن رگڑ رہا تھا اور چند ساعت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ جینگو کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی ہے۔

پھر جب میں نے اس کی شکل دیکھی تو خود بھی حیران رہ گیا۔ جینگو کی زبان باہر لٹک رہی تھی اور اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ میری رانوں کی گرفت میں اس نے دم توڑ دیا تھا۔ انسانیت کو آزادی دلانے والا ایک بدترین شخص موت کا شکار ہو گیا تھا۔ معاشرے کا دشمن بالآخر میرے ہاتھوں فنا ہو گیا تھا۔ میرا دل خوشی سے ناچنے لگا۔

مجھے یقین تھا کہ ابھی تک اس کے ساتھیوں کو اس جدوجہد کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لئے نکل جانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن یہ فلم' یہ پروجیکٹر بھی میں یہاں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس فلم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں میری عزت پوشیدہ تھی۔

میں نے کرسی کے ہتھوں پر لگے ہوئے بٹنوں کو دیکھا۔ اس بٹن کا اندازہ نہ ہو سکا جس سے پروجیکٹ آن ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے یکے بعد دیگرے سارے بٹن دبا دیئے اور دیوار میں ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور بے شمار شعلے لپکے۔ شاید کچھ غلط بٹن دب گئے تھے۔ دوسرے لمحے ریشمی پردے نے آگ پکڑ لی۔ اور پھر آگ اس شدت سے بھڑکی کہ پورا کمرہ جہنم بن گیا۔ میں اس جہنم سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا شعلوں کی تپش مجھے جلائے دے رہی تھی پھر ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بے شمار خوفزدہ آوازیں بھی۔

"آگ ——— آگ لگ گئی۔ مسٹر جینگو یہیں ہیں۔" کسی نے کہا اور اس سے قبل کہ میں دروازے کے سامنے سے ہٹتا بہت سے لوگ چیختے ہوئے میرے اوپر آپڑے۔

☆ ☆ ☆

دھواں گہرا سیاہ دھواں میرے حلق میں بھر رہا تھا۔ لیکن میں ہوش میں تھا کسی کے ہاتھ میری ٹانگ آ گئی اور وہ مجھے گھسیٹتا ہوا باہر کھینچ لے گیا۔ خوفناک افراتفری مچی ہوئی تھی۔ نہ جانے کس طرح کسی کی ٹھوکر میرے سر پر پڑی اور میرے حواس تاریکیوں میں جا سوئے۔ میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

زندگی تھی تو ہوش بھی آنا ہی تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میری آنکھیں کھل گئی ہیں لیکن ——— لیکن چاروں طرف گہری تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ شاید رات ہے گہری سیاہ رات۔ لیکن میرے احساسات جاگ رہے تھے۔ ذہن بھی کسی اذیت کا شکار نہیں تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ میں ان کے جال سے نکل نہیں سکا تھا۔

پھر کچھ اور محسوس کیا تو اندازہ ہوا کہ اس بار...... میرے بدن کے نیچے کوئی نرم بستر نہیں ہے بلکہ کھردری سخت زمین تھی جو خاصی ٹھنڈی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے چاروں سمت ٹٹولا' کچھ بھی نہیں تھا۔ لیکن یہ سیاہ رات۔

دفعتاً" مجھے ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا اور میں چونک پڑا۔ کوئی نزدیک ہی موجود تھا۔ پھر کچھ بے ہنگم مردانہ قہقہے اور اس کے بعد ایک آواز۔

"ڈارلنگ تم کتنی خوبصورت ہو"

"اوہ تم بھی تو"۔

"یہ ساری دنیا ہی خوبصورت ہے"۔

"ہم اس دنیا میں حسن سمیٹنے آئے ہیں۔ آؤ میرے نزدیک آجاؤ ڈارلنگ" مستی میں ڈوبی ہوئی آواز اور اس کے بعد کچھ اور عجیب سی آوازیں۔ کیا تاریکی میں میرے نزدیک کوئی اور بھی موجود ہے۔ میں ٹٹول ٹٹول کر ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا۔

"اوہ۔ یہ تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا؟"

"چوٹ لگ گئی تھی" جواب ملا اور میں نے عجیب سے انداز میں سوچا۔ اگر کوئی میرے نزدیک ہی ہے تو مجھ سے بے خبر کیوں ہے۔ یا پھر ——— یا پھر' اوہ۔ ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا اور اس نے میرے ذہن میں سنسنی سی دوڑا دی۔

کہیں ایسا تو نہیں میری بینائی کھو گئی ہو۔ میں اندھا تو نہیں ہو گیا۔ اس بھیانک خیال کے ساتھ ہی بدن میں جھرجھری سی آ گئی اور میں نے اسی دم زمین کا سہارا لیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتا رہا اور آہستہ آہستہ میں نے محسوس کیا میں اندھا نہیں ہوں۔ کیونکہ جب آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں تو مجھے کچھ کچھ نظر آنے

خاصی کشادہ جگہ تھی جہاں میں موجود تھا۔ لیکن اس جگہ کے خدوخال واضح نہیں تھے۔ تب پھر اچانک میری آنکھیں بند ہو گئیں۔

انتہائی تیز روشنی پھیل گئی تھی۔ بالکل ایسی جیسے چھپے ہوئے سورج کو عریاں کر دیا گیا ہو اور یہ روشنی بائیں سمت سے آ رہی تھی۔ مجھ سے ایک مخصوص فاصلے پر بے شمار لوگ موجود تھے۔

بوڑھے' جوان' مرد' عورتیں ——— ایک سے ایک حسین شکل و صورت کا مالک۔ ان میں بھانت بھانت کے لوگ شامل تھے۔ ان کا تعلق کسی ایک ملک سے نہیں تھا لیکن تعجب خیز بات یہ تھی کہ شاید اس پوری جگہ لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ سب کے سب برہنہ بدمستیوں میں مصروف تھے۔ چرس اور دوسری منشیات کا دھواں بلند ہو رہا تھا..... لیکن حیرت کی بات تھی کہ ان کی بو مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی رنگین فلم کا منظر نمایاں ہو گیا ہو لیکن وہ تصویریں نہیں تھیں جیتے جاگتے لوگ تھے۔ لیکن مجھ سے ان کا مخصوص فاصلہ کیوں ہے؟ میں نے سوچا۔ ان مناظر سے اب اتنا اجتناب تو نہیں برت سکتا تھا کہ اپنی جگہ سحر زدہ ہو کر رہ جاتا۔ یہ سب کچھ غیر اخلاقی تھا۔ لیکن اندازہ تو لگانا چاہیے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں ان میں...... شامل تو نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن یہ دیکھنے کا خواہش مند ضرور تھا کہ مجھے دیکھ کر ان پر کیا رد عمل ہوتا ہے۔

لیکن دفعتاً" میں کسی چیز سے ٹکرایا اور گرتے گرتے بچا۔ کوئی ٹھنڈی دیوار تھی۔ میں نے تحیر خیز انداز میں اسے ٹٹولا اور پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ میرے اور ان کے درمیان موٹے شیشے کی دیوار تھی۔

روشنی میں' میں نے اس دیوار کو دیکھا۔ اوپر چھت تک چلی گئی تھی اور خاصی لمبی چوڑی تھی۔ بڑا طلسمی منظر تھا۔ دوسری طرف ہونے والی بدمستیاں بڑی ہیجان خیز تھیں۔ ہر عمر کے لوگ موجود تھے لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہ سب بینائی سے محروم ہوں۔ کسی کو کسی سے اجتناب نہیں تھا بلکہ وہ ایسی ایسی گھناؤنی حرکتیں کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے کہ انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جائے۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر دیوار کی جانب سے توجہ ہٹا کر اپنے قید خانے کا جائزہ لینے لگا۔ ایک بار پھر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ قید خانہ ایک غار کی شکل میں تھا۔ چاروں طرف ناہموار کھردری سی دیواریں تھیں۔ سخت پتھریلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔

کیا یہ کارخانہ کسی پہاڑی غار میں تراشا گیا ہے' یا پھر کسی عمارت کو یہ حالت دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن چٹانیں جس انداز میں بکھری ہوئی تھیں اور غار جس قدر کشادہ تھا' اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ یہ انسانی ہاتھوں کی کاریگری نہیں ہے۔ ایک بار پھر میں نے دیوار کے دوسری طرف دیکھا۔ دوسری طرف کا حصہ بھی غار ہی تھا۔ گویا اس غار میں درمیان سے شیشے کی دیوار کا حصہ علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن یہ روشنی کہاں سے میں نے جائزہ لیا۔ روشنی قدرتی نہیں تھی لیکن ایسی ایسی جگہوں سے پھوٹ رہی تھی جو نگاہوں سے پوشیدہ تھی۔ یہی روشنی شیشے کی دیوار سے چھن کر اسی جانب آ رہی تھی۔ لیکن شیشے کی دیوار کے پیچھے کا یہ منظر گھناؤنا تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں کے اغراض و مقاصد اور ان کے خیالات سے تو میں پہلے ہی سے واقف تھا۔ چند ایسی جگہوں پر ان کی بدکاریوں کے وہ نمونے دیکھ چکا تھا جو بہر صورت مہذب کہلاتی تھیں۔ چنانچہ جو کچھ نہ ہوتا' کم تھا۔

میں نے اس جانب سے منہ پھیر لیا۔ یہ مناظر تو میرے لیے اس وقت دلکش تھے جب میں عمل کی اس زندگی میں نہیں آیا تھا۔

چند ساعت میں وہیں کھڑا رہا۔ میرا خیال تھا کہ وہ لوگ بھی مجھے دیکھ رہے ہوں گے کیونکہ شیشے کی دیوار سے روشنی چھن کر اس جگہ کو بھی منور کر رہی تھی۔ اس کے بعد میں آگے بڑھ گیا۔

سوچا یہ تھا کہ ذرا اندازہ تو لگاؤں کہ میں نیویارک کے کون سے حصے میں ہوں۔ اس طویل و عریض غار کا کوئی دروازہ تو ہو گا اور دوسری بات یہ کہ یہ پہاڑیاں کس جگہ واقع ہیں۔ چنانچہ میں اس وسیع غار کے اس حصے کی جانب بڑھ گیا جہاں کسی قدر تاریکی نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ میں اس دھبے کے نزدیک پہنچ گیا اور میرا اندازہ درست تھا۔

وہ غار کا دہانہ ہی تھا۔ میں بے تکان اس دہانے میں داخل ہو گیا جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ فکر کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے لیکن یہ دہانہ کہیں باہر نہیں نکلتا تھا بلکہ ایک لمبی سی سرنگ تھی جو دور تک چلی گئی تھی۔

میں اس سرنگ میں آگے بڑھتا رہا اور سرنگ خاصی لمبی ثابت ہوئی اور جس جگہ اس کا اختتام ہوا' اسے دیکھ کر بھی میں حیران رہ گیا۔

ایک چوکور ہال تھا جس میں گول گول دروازے لگے ہوئے تھے اور دروازوں سے غالباً" دوسری جانب جایا جا سکتا تھا۔ ہال میں چاروں طرف صوفوں کا ایک سیٹ لگا ہوا تھا۔ درمیان میں قیمتی قالین بھی بچھا ہوا تھا اور ان صوفوں پر پانچ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔

میں نے ان لوگوں کی شکلیں دیکھیں۔ دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک غالباً" جاپانی تھا۔ تین کسی سفید ملک کے باشندے معلوم ہوتے تھے اور دو افریقی تھے۔ یہ پانچوں کسی گہری سوچ میں گم تھے۔ میرے قدموں کی چاپ سن کر انہوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ بڑی قنوطیت تھی ان کی نگاہوں میں ان میں سے جاپانی نے مسکرا کر مجھے خوش آمدید کہا۔

آیئے۔ تشریف رکھئے۔

میں نے تعجب سے انہیں دیکھا تھا۔ پھر میں آہستہ سے ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

"تشریف رکھئے۔ تکلف کیا؟" جاپانی نے ایک بار پھر کہا اور دوسرے لوگ بھی اسی انداز میں سمٹ گئے جیسے کسی مہمان کی آمد پر پذیرائی کے طور پر کیا جاتا ہے۔ میں ایک لمحے کے لیے الجھا پھر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بدقسمتی سے ہم لوگ آپس میں متعارف نہیں ہیں" ایک شخص نے کہا اور دوسروں نے اس کی تائید کی۔

"میں آپ لوگوں سے تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ہم تین آسٹریلیا کے باشندے ہیں۔ یہ ہمارے دوست ہیں جن کا تعلق افریقہ سے اور یہ ایشیائی ہیں۔ یعنی جاپان کے باشندے۔ میرا خیال ہے' ناموں کے بارے میں گفتگو بے سود ہے آپ کا تعلق کہاں سے ہے"۔

"میں بھی ایشیائی ہوں" میں نے جواب دیا۔

"خوب' بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ تشریف رکھئے' میں ان لوگوں کے اس رویے سے حیران ہوا دیکھ کر ان لوگوں کو کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ میں بھی بے فکری سے ان کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"سگریٹ پیش کیا جائے؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"چرس بھرا سگریٹ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم لوگوں میں سے کوئی چرس نہیں پیتا"۔

"ارے کیوں؟" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"ہم لوگ اپنی عمر کی وجہ سے اس کے متحمل نہیں ہو سکتے"۔

"خوب۔ لیکن میں آپ لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں"۔

"ضرور"۔

"آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"تجسس ایک فطری چیز ہے۔ انسان ایک دوسرے کے بارے میں بہت کچھ جان لینے کا خواہاں ہوتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ میرا نام ہاورڈ ہے۔ نبراسکا یونیورسٹی میں فلسفے کا پروفیسر ہوں۔ اور میں نے فلسفہ پر دس کتابیں لکھی
جو دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہیں"۔

"تب پھر آپ یہاں کیا کر رہے ہیں مسٹر ہاورڈ؟"

"اپنا سارا فلسفہ ڈبونے آیا ہوں اور اس بات کا اعتراف کرنے کے لیے آیا ہوں کہ میں اول درجہ
کا گدھا ہوں"۔

"خوب' کیوں؟"

"اس لیے کہ فلسفے کی تصانیف میں میں نے دنیا کو جو کچھ بتایا ہے' اس عظیم فلسفی کے چند الفاظ کے
آگے ہیچ ہو گیا ہے' جس کا نام ترلوکا ہے"۔

"خوب' تو آپ نے اس کی پیروی اختیار کر لی ہے؟"

"ہاں' میرے عزیز۔ انسان کو کسی فلسفے کی ضرورت کیوں نہیں ہے۔ اس کے ننھے سے ذہن کو الجھا
دینا حماقت ہے"۔

"اور تہذیب کے اقدار؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے بارے میں ڈاکٹر ڈنہام تمہیں بتائیں گے" اس نے دوسرے شخص کی طرف اشارہ کیا۔
ایک معمر اور سنجیدہ شکل کا انسان تھا۔

"میرا خیال ہے مسٹر' آپ کا بھی کوئی نام تو ہوگا؟" اس نے میری جانب دیکھا۔ "ہاں! میرا نام ڈ
ہے۔ لیکن آپ کو نام کی ضرورت کیوں پیش آگئی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ذہنوں کو پیچھے لے جانے میں وقت لگے گا"۔

"وقتوں کا احساس نہیں ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یہ ساری الجھنیں خود بخود فنا ہو جائیں گی"۔

"یہاں میرا نام نواز اصغر ہے"۔

"تو میں کہہ رہا تھا کہ آئیے آپ کو عملی تجربہ کرایا جائے' آئیے" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دوسر
بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر وہ ایک دروازے کی جانب بڑھ گئے۔ میں بھی ا
ساتھ تھا۔ اس دروازے سے بھی ایک سرنگ دور تک چلی گئی تھی اور سرنگ کے دہانے پر ہوا
جھونکے ہمارے استقبال کے لیے تیار تھے۔

دہانے سے باہر ایک چھوٹا سا درہ نظر آ رہا تھا۔ جہاں عجیب و غریب جھونپڑے نظر آ رہے
جھونپڑوں کے درمیان ننگ دھڑنگ لوگ چل پھر رہے تھے۔ ان کی داڑھیاں اور بال بڑھے ہو
عورتیں بھی لباس سے عاری تھیں اور خاموشی سے اپنے چھوٹے موٹے کاموں میں مصروف تھ
کسی طرف پڑا ہوا تھا کوئی کسی طرف۔ وہ سب عامیہ انداز میں چلتے ہوئے آگے بڑھ آئے اور پھر ا

ایک نے انگلی کے اشارے سے ایک مرد کو نزدیک بلایا اور وہ ہم تک پہنچ گئے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام ------ میں اپنا نام بھول چکا ہوں"۔

"چلو ٹھیک ہے' یہی بتا دو تم اپنی عملی زندگی میں کیا تھے" پروفیسر ہاورڈ نے کہا۔

"عملی زندگی میں ------ میں ایک ملک کا وزیر داخلہ تھا" اس شخص نے جواب دیا اور میں چونک
کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا تم نے ملک کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا تھا؟"

"یہ بات تو آپ خود سوچ سکتے ہیں جناب کہ وزیر داخلہ کے کیا فرائض ہوتے ہیں؟"

"لیکن تم نے اپنے خیالات و افکار چھوڑ کر یہ زندگی کیوں اپنائی؟"

"اس لیے کہ مجھے جو کچھ کرنا پڑا' جب میں نے اس کا تجزیہ کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ میں نے بلاوجہ
اپنی ذات پر بے شمار بوجھ لاد رکھے ہیں۔ حالانکہ زندگی ختم ہو جانے کے لیے ہے۔ اگر میں بہت سارے بوجھ
اٹھائے مرجاتا تو دنیا مجھے کیا دیتی۔ میں نے اپنا تجزیہ کیا تو محسوس ہوا کہ بہت سارے لوگ میرے اس
...ے کی وجہ سے تکالیف کا شکار ہوئے۔ تبھی میں نے سوچا کہ کچھ نہیں ہے۔ زندگی اتنی ہی آزاد ہونی
چاہیے۔ اب جب ہم خود کو پتھروں کے دور میں محسوس کرتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ بے شمار بوجھ
لاد کر ہم نے خود اپنے ساتھ ظلم کیا ہے۔ روح کی آزادی بے حد ضروری ہے"۔

"سمجھے مسٹر نواز؟" ہاورڈ نے میری جانب دیکھ کر سوال کیا اور میں ہنس پڑا۔

"خوب یہ تو تمہارے پڑھائے ہوئے طوطے ہیں"۔

"یہ بات نہیں' میرے دوست"۔

"پھر کیا بات ہے؟"

"ان میں سے ہر شخص حقیقت کا متلاشی تھا اور بالآخر اس وادی میں آ کر انہوں نے حقیقت پا لی

"گویا حقیقت اسی وادی تک محدود ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ آج اس وادی میں ہے' کل پوری دنیا نروان پا لے گی"۔

"آپ لوگوں نے نروان پا لیا ہے؟"

"ہاں۔ آؤ آگے آؤ" ہاورڈ نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ یہاں میرا ذہن شدید الجھ
رہا تھا۔ لیکن بہرحال میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کارخانہ کتنے علاقہ میں پھیلا ہوا ہے۔ ویسے میرے ذہن میں ایک
اور خیال تھا۔ وہ یہ کہ اب میں نیویارک میں نہیں ہوں اور راستے میں میں نے ہاورڈ سے سوال کر ہی دیا۔

"مسٹر ہاورڈ' یہ کون سا علاقہ ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیلی لاس"۔

"ترلوکا کی جنت؟"

"ہاں۔ تم نے خود ہی اسے نام دے دیا۔ جنت کا تصور مذہب نے دیا ہے۔ لیکن اس تصور کی گہرائیوں میں دنیاوی بوجھ سے آزادی کا احساس پنہاں ہے اور جسموں کی آزادی کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہر انسان روح کا تابع ہے چنانچہ اس کی طلب روح کی آزادی ہے۔ چنانچہ ترلوکا نے اس وادی میں روحوں کو آزادی دی ہے"۔

"خوب۔ یہ برہنگی روح کی آزادی کی تشہیر ہے"۔

"ہاں میرے دوست' یہ سب دنیاوی بوجھ سے آزاد ہیں۔ ہماری تحریک کسی کے خلاف نہیں ہے ہم تو صرف روح کو دعوت دیتے ہیں اور اگر روحیں ہم سے متاثر ہوتی ہیں تو ہم میں آ ملتی ہیں ورنہ نہیں...... اس کے تو ہم خلاف ہیں"۔

وہ ایک اور غار کے نزدیک رک گیا اور پھر اس نے اشارے سے سب کو اندر آنے کے لیے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی ہال میں کھڑے تھے' جس کا منظر تھوڑی دیر قبل میں نے دیکھا تھا فضا منشیات کے دھوئیں سے اٹی ہوئی تھی۔ جو چہرے یہاں نظر آ رہے تھے' وہ اتنے غیر سنجیدہ نہیں تھے لیکن اس وقت یوں لگ رہا تھا جیسے انہوں نے سب کچھ بھلا دیا ہو۔ تہذیب و اخلاق کی جو بے حرمتی ہو رہی تھی' روح اسے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے ایسے ایسے گھناؤنے مناظر دیکھے کہ دنگ رہ گیا بوڑھے مفکر میرے ساتھ تھے اور اپنی دانست میں مجھے متاثر کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے انہوں نے رک کر دو چار آدمیوں سے سوالات بھی کیے اور جو جواب ملے' وہ اتنے شرمناک تھے کہ میں نہیں کر سکتا۔ بہرصورت میری طبیعت اندر سے متلا رہی تھی۔ میں انسانیت کی اس بے حرمتی کو برداشت نہیں کر رہا تھا اور میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات آ رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کارخانے کو آگ لگا دوں' تباہ کر دوں اس پورے ماحول کو جہاں یہ انسانیت سوز ماحول ہے۔

بہرصورت کافی دیر تک ان لوگوں کے درمیان گھومنے پھرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ لوگ ایک عجوبہ سمجھ کر دیکھ رہے تھے۔

"مسٹر ہاورڈ۔ اس جگہ موجود لوگوں کی کیا حیثیت ہے؟"

"کوئی حیثیت نہیں۔ تم سب آزاد ہو۔ بھوک لگے تو کھانا کھاؤ۔ یہاں خوراک کا معقول بندوبست ہے۔ یہاں کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جس جگہ چاہو گھومو پھرو اور جہاں نیند آئے پڑ کر سو رہو تمام تر زندگی تمہارے لیے موجود ہے جو پتھروں کے دور میں تھی۔ ترلوکا کی طرف سے یہاں آنے والے شخص پر کسی بھی پابندی کا اطلاق نہیں ہوتا"۔

"ٹھیک------ تو کیا اس آزادی سے بدعنوانیاں نہیں پھیلتیں؟"

"پھیلتی ہیں۔ حادثے بھی ہوتے ہیں' لیکن ان حادثوں کی روک تھام بھی لوگ خود ہی کر لیتے ہیں۔ ... کسی کے لیے کچھ نہیں کرتا اور کیوں کرے۔ پرانے وقت کا انسان ان پابندیوں سے آزاد تھا اور آج کا ..."

"لیکن دوسرے لمحے میں نے اچھل کر ہاورڈ کی گردن پکڑ لی اور ہاورڈ چونک پڑا۔

"اگر یہ بات ہے ہاورڈ' تو اس بدلے ہوئے وقت کا لطف اٹھاؤ" میں نے اسے شانے پر رکھ کر زمین ...دیا اور پھر میں نے اس کی پنڈلی پر ایک خوفناک ٹھوکر ماری۔ ہاورڈ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ درد سے ...لگا۔ دوسرے لوگ بری طرح بھاگے تھے۔ میں کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا تھا۔

ہاورڈ اپنی چیخیں نہ روک پا رہا تھا۔ وہ بے بسی سے زمین پر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ "میں اس پورے ...نے کو اس کی حماقتوں کی بھٹی میں جھونک دوں گا ہاورڈ۔ محسوس کرو' تہذیب نے ہر شخص کے لیے کچھ ...ل ترتیب دی ہیں۔ دوسری شکل یہ ہے جو تمہارے سامنے ہے" میں نے نفرت سے کہا اور وہاں سے ...بڑھ گیا۔

میری پریشانیاں عروج پر تھیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ ایسا پراسرار ماحول تھا کہ --- حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ نہ جانے یہ پہاڑیاں کہاں تک پھیلی ہوئی ...

بہرحال میں ان کے درمیان بھٹکتا پھرا۔ سورج چمک رہا تھا اور تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن ...ں کے چپے چپے میں یہی پھیلے ہوئے تھے۔ جس کا جو دل چاہتا تھا' کر رہا تھا۔ بہت سے لوگ لباسوں میں ...ے' بہت سے لباس سے عاری۔ کوئی کسی کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"پھر میں نے چار نوجوانوں کو دیکھا۔ وہ آگ جلائے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آنکھیں بند تھیں۔ ...کے قریب کھڑا ہو گیا۔ چند ساعت تک وہ اسی طرح بیٹھے رہے۔ پھر انہوں نے آنکھیں بند کیے کیے ...بڑھائے اور آگ میں ڈال دیے۔ لیکن جو ہونا تھا' وہی ہوا تھا۔ ان چاروں کی دہشت زدہ چیخیں ...یں۔ پھر وہ دہشت سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ وہ اپنے اپنے ہاتھوں کو سہلا رہے تھے۔ پھر وہ ایک ...کی شکل دیکھنے لگے۔ مجھے ان کی حماقت پر ہنسی آ رہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے بھائی؟" میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا۔

"لیکن تم کون ہو پوچھنے والے؟"

"جاننا چاہتا ہوں کہ کیا کر رہے تھے؟"

"کالا جادو سیکھ رہے تھے" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"خوب۔ سیکھو------ سیکھو" میں نے کہا اور وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔

...واقعی زندگی پر بے زاری طاری ہونے لگی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ یہاں تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو کچھ بھی دیکھ رہا تھا' وہ انوکھا تھا۔ ترلوکا نے اتنے اعلیٰ پیانے پر یہ سب کچھ کیا ہوگا۔ اس کا مجھے کوئی اندا
نہیں تھا۔

ہپیوں کی بے پناہ تعداد یہاں موجود تھی اور میں ان کے درمیان بھٹکتا پھر رہا تھا۔ سورج اب
ڈھلوان پر تھا۔ ایک جگہ میں نے پھلوں اور کھانے پینے کی دوسری چیزوں کے انبار دیکھے۔ قرب وجوار م
کوئی نہیں تھا۔ مجھے بھوک محسوس ہو رہی تھی چنانچہ میں ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہاں سے کچھ پھل اٹھا
میں نے پیٹ کا دوزخ بھرا اور وہاں سے تھوڑے فاصلے پر موجود ایک چھوٹی سی جھاڑی کے پاس جا بیٹھا۔
میں تنہا بیٹھا ہوا تھا کہ چند ہی ساعت کے بعد ایک دراز قامت لڑکی میرے سامنے آ گئی۔ اس کی ا
چھبیس ستائیس سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ لباس چیتھڑوں کی شکل میں بدن پر جھول رہا تھا اور چہرہ گرد آلود
البتہ اس کے خدوخال خاصے حسین تھے۔

"ڈ لیکس ہے میرا نام" وہ دھم سے میرے نزدیک بیٹھ گئی۔

"کیا چاہتی ہو؟"

"بدن میں اینٹھن ہو رہی ہے۔ لباس کاٹنے کو دوڑ رہا ہے۔ آہ" اس نے اپنے بدن کا مختصرا
نوچ کر پھینک دیا۔

"غیر مناسب جگہ آئی ہو' بھاگ جاؤ"۔

"کیوں' میں ناپسند ہوں؟"

"ہاں"۔

"ٹھیک ہے' کوئی اور سہی۔ ضرورت تو پوری کرنی ہی ہے" وہ ایک گہری سانس لے کر ا
جنس۔ عورت' ضرورت اگر یہ شکل اختیار کر جائے تو کیا انسان جی سکتا ہے۔ درحقیقت یہ موت ک
کرنے کی ایک سازش ہے۔ جب زندگی کی آرزو ہی مٹ جائے تو پھر موت یا زندگی کیا حیثیت ر
بڑے خوفناک عزائم تھے ان لوگوں کے۔

لیکن اس منحوس ماحول میں رہ کر کیا ذہن کی چولیں نہیں ہل جائیں گی۔ آخر مجھے یہاں ا
مقصد تو ہوگا۔ میں نے ترلوکا کے نائب کو قتل کر دیا ہے۔ کچھ تو انتقام لیا جائے گا مجھ سے۔ میں ا
اس اذیت کا کیا کروں۔

کچھ کرنا ہوگا۔ میں نے پروفیسر ہاورڈ کے پاؤں توڑ دیے تھے۔ اس کے لیے بھی کوئی رد
بڑی عجیب بات تھی۔ چنانچہ کچھ اور ------ کچھ اور ------ اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا
پھر میں نے انہی غاروں کا رخ کیا تھا۔

کسی سمت یا راستے کا تعین تو فضول تھا۔ یونہی چلتا رہا اور نہ جانے کہاں پہنچ گیا۔ کچھ
لوگوں کو ایک میز کے گرد بیٹھے دیکھ کر میں رک گیا اور چند ساعت کے بعد ان کے قریب

وہ لوگ کسی گفتگو میں الجھے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر لباس بھی تھے اور وہ صاف ستھرے نظر آ
رہے تھے۔

"مسٹر پلیز" ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے انہیں غور سے دیکھا۔ چار عورتیں اور
مرد تھے۔ لڑکیاں چہروں سے نفاست پسند نظر آ رہی تھیں۔ ان کے چہرے بھی نرم اور صاف ستھرے

"جی فرمایئے" میں نے اس شخص کو جواب دیا جس نے مجھے مخاطب کیا تھا۔

"ذرا ایک مسئلہ الجھ گیا ہے' پلیز بیٹھ جایئے" اس نے کہا اور ایک کرسی میری طرف کھسکا دی۔ میں
ان سے بیٹھ گیا۔

"بات جنس پر ہو رہی تھی۔ مسٹر باکن کا کہنا ہے کہ جنس کے لیے کچھ مخصوص محرکات درکار ہوتے
لیکن میرا خیال اس سے کچھ مختلف ہے۔ ہم اسی بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔ کیا آپ ہماری راہنمائی کر
ہیں؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"مقصد یہ ہے کہ تہذیب کا عطیہ یعنی اخلاقی قدریں انسان کی ترتیب دی ہوئی ہیں اور لوگوں کا خیال
بلکہ میرے چند ساتھیوں کا خیال ہے کہ جنس لباس میں دلکش ہوتی ہے اور بعض مخصوص لمحات میں
ان اس کی طلب محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ بھوک چاہے کسی قسم کی ہو' یکساں ہوتی ہے
جب انسان بھوکا ہو تو کسی بھی جگہ بیٹھ کر کھانا کھا سکتا ہے"۔

"میں کہتی ہوں یہ ممکن نہیں ہے" ایک لڑکی نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ٹینا بحث نہ کرو۔ میں اس بات کو ثابت کر سکتا ہوں"۔

"ٹھہرو" اس نے کہا اور پھر کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے اطمینان سے اپنا لباس اتار دیا اور
یان میں پڑی ہوئی میز پر لیٹ گئی۔ اس نے اس انداز میں اپنے ہاتھ پاؤں کو جنبش دی کہ بلاشبہ اگر کوئی
بلت ہوتی تو ذہن پر قابو پانا مشکل تھا اور پھر وہ ایک ایک کی شکل دیکھنے لگی۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے سب کو
پ سونگھ گیا ہو۔ وہ سب اس کی جانب دیکھنے سے احتراز کر رہے تھے۔ تب ٹینا نے میری جانب دیکھا اور
تی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی۔ پھر اس نے دونوں بازو آگے بڑھا دیے۔

لیکن میں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور ٹینا کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی

"آہ' وہ واپس جا رہا ہے"۔

"تم ہار گئیں ٹینا" دوسرے مرد نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

"نہیں وہ جیت گئی۔ آہ۔ میں...... میں" ایک نوجوان بدحواسی سے بولا اور وہ ٹینا پر ٹوٹ پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسرے لوگ ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ میرا دماغ بھنا گیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ چیختا ہوا یہاں سے باہر نکلوں۔ اس وحشت خیز ماحول میں میرا دم گھٹ رہا تھا۔

"خدایا یہ کون ہیں' یہ کون سی نسل ہے' انسان اگر اس حد تک پہنچ جائے تو اس کے بعد۔۔۔ اس کے بعد؟"

میں تیزی سے دوڑنے لگا۔ غاروں میں میرے دوڑنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ اور پھر میں ایک دوسرے دہانے سے باہر نکل گیا۔ وہی سیاہ پہاڑیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ میں وحشت زدہ دوڑتا رہا۔۔۔۔۔ دوڑتا رہا۔ نہ جانے کتنی دور نکل آیا۔ قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔ میں کسی کتے کی طرح ہانپنے لگا اور پھر میں ایک جگہ زمین پر بیٹھ گیا۔

میرا سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا۔ ذہن پھٹا جا رہا تھا۔ اگر میری کیفیت پہلے سے مختلف نہ ہوتی تو اس ماحول کو۔۔۔۔۔ اس ماحول کو میں دلکش ترین ماحول سمجھتا۔ ایک ایسی جگہ جہاں انسان زندگی کی آخری سانس بھی گزار دے لیکن اب میری ذہنی حالت بدل چکی تھی۔ اور اب یہ سب کچھ مجھے زہر محسوس ہو رہا تھا۔ میں اس وحشت زدہ ماحول سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔

نہ جانے کب تک میں اسی طرح نڈھال پڑا رہا اور پھر میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ کوئی انسان کھڑا تھا۔ پالتی مارے دونوں ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ میں نے اور غور سے دیکھا۔

اس کے بدن پر انتہائی مختصر لباس تھا۔ صرف نچلا بدن ڈھکا ہوا تھا۔ اوپری بدن برہنہ تھا۔ نزدیک ہی آگ جل رہی تھی اور وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تب میں آہستہ آہستہ اٹھا اور اس شخص کی طرف چل پڑا۔

وہ اپنے گیان میں اتنا مصروف تھا کہ اسے میری آہٹ بھی محسوس نہ ہوئی۔ چند ساعت کے بعد اس نے اپنی بڑی بڑی سرخ آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھنے لگا۔ بڑا نرم چہرہ تھا۔ بے حد دلکش خدوخال۔ قد خاصا ہو گا۔ چہرے پر جلال تھا۔

چند ساعت وہ مجھے دیکھتا رہا اور اس کی آنکھوں میں ایسے تاثرات نظر آتے رہے جیسے وہ مجھے کسی سے دیکھ رہا ہو۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ میری آمد سے بے حد مسرور ہو۔

"آؤ بیٹھو" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ بڑی پرکشش آواز تھی اس کی۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"تھک گئے نا؟" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"ہاں میں تھک گیا ہوں لیکن تم کون ہو؟"

"ایک تھکا ہوا انسان جو خاموشی کی پناہ لیے ہوئے ہے"۔

"کیا تم ہندو ہو؟"

"میں انسان ہوں۔ اور ہر انسان تھکا ہوا ہے۔ ہم اس تھکن کو کہاں لے جائیں کچھ سمجھ میں آتا"۔

"میں نے تم سے تمہارے دھرم کے بارے میں پوچھا ہے"۔

"ہری کرشنا۔ ہری رام۔ یہی سمجھ لو"۔

"کیا تم بھی ترلوکا کے پجاری ہو؟"

"ترلوکا۔۔۔۔۔ وہ مورکھ کیا ہے' کچھ بھی تو نہیں۔ سنسار سے اکتا گیا تو پہاڑوں میں آ گھسا اور اب انسانوں کو نہ جانے کہاں لے جا رہا ہے"۔

"اوہ تو تم اس کے مخالف ہو؟"

"ہاں میں چاہتا ہوں کہ اس پاپی کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں۔ آگ میں بھسم کر دیا جائے اسے" وہ دانت پیس کر بولا۔

"پھر تم یہاں کیوں ہو؟"

"ہری کرشنا۔ ہری رام" اس نے غمزدہ انداز میں گردن جھکا لی۔

"لیکن مہاراج آپ ترلوکا کے دشمن کیوں ہیں؟"

"ارے اس نے سنسار کو دیا ہی کیا ہے۔ کچھ بھی تو نہ کر سکا پاپی کسی کے لیے۔ پاپی باتیں اتنی بڑی بڑی کرتا ہے اور عمل کچھ بھی نہیں۔ میں تو ایسے مورکھ کو کتے کی موت مار دینے کا حامی ہوں۔ جو سنسار میں کسی کو کچھ نہ دے سکے۔ ارے ٹھیک ہے اپنا جیون ہے ہی کیا' سنسار نے اس جیون پر اتنے بوجھ لاد رکھے ہیں' منش کو اتنا پریشان کر دیا ہے کہ من چاہتا ہے ساری دنیا بھسم ہو جائے تاکہ انسانوں پر سے کشٹ تو ہٹ جائے۔ انسان' بے چارہ انسان۔ نجانے کب سے ظلم کی اس چکی میں پس رہا ہے۔ آہ۔۔۔۔۔ میں اس زخمی انسانیت کے لیے کیا کروں؟"

"لیکن ترلوکا کے بھی تو یہی افکار ہیں" میں نے کہا۔

"ہاں افکار تو یہی ہیں۔ مگر وہ مورکھ بھی کسی کے لیے کیا کر سکتا ہے۔ سارے سنسار سے لڑنا تو اس کے بس کی بات نہیں ہے"۔

"تمہاری کیفیت عجیب ہے پنڈت جی مہاراج۔ تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا:

"کیا کرو گے میرا نام پوچھ کر' اپنی سوچو' تم یہاں کیوں آئے ہو اور اب اس ماحول میں تمہارے ذہن کی کیا حالت ہے؟"

"میں تمہارا نام جاننا چاہتا ہوں"۔

"میرا نام ترلوکا ہے" پنڈت نے جواب دیا اور میرے پورے بدن میں جیسے کرنٹ چھو گیا۔۔۔۔۔ ترلوکا ہے۔ مکاروں کا مکار ترلوکا۔۔۔۔۔ اوپر سے باتیں کیسی بنا رہا ہے۔ اس طرح اچانک اس سے ملنا کر حیرت بھی ہوئی تھی اور خوشی بھی اور چند ساعت اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خونخوار غراہٹ کے ساتھ کہا:

"ہوں۔ تو اسی لیے تم اپنی برائیاں کر رہے تھے"۔

"ہاں بالکل میں ہوں ہی اس قابل۔ مجھے شدت سے احساس ہے کہ میں نے سنسار کو صرف کشٹ دیا ہے۔ کسی کے لیے بھی تو کچھ نہیں کر سکا اس سنسار میں' پھر مجھے بتا میرے جینے کا فائدہ؟"

"کوئی فائدہ نہیں ہے ترلوکا لیکن تم نے جو یہ سب چکر پھیلا رکھا ہے' یہ مناسب نہیں ہے۔ ہاں یہ بتا کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟"

"ہاں تو مسلا ہے۔ تیرا نام نواز اصغر ہے"۔

"ٹھیک پہچانا ترلوکا اور میں وہی ہوں جس نے جینگو کو ہلاک کر دیا تھا" میں نے کہا۔

"موت آئی تھی سسرے کی' تیرے ہاتھوں مر گیا۔ جیون مرن تو ہے ہی اس سنسار میں۔ کون جانے کب مر جائے"۔

"میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں ترلوکا۔

"کرو۔ ضرور کرو۔ مگر ٹھہرو۔ کیا تم میرے ساتھ میری گپھا میں چلو گے؟"

"ضرور چلوں گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر آؤ" وہ اٹھ گیا۔ خاصا دراز قامت انسان تھا اور بڑے تنومند جسم کا مالک۔ اس کا بدن موٹا تھا لیکن ورزشی اور گٹھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ میرے ساتھ اس طرح چل رہا تھا جیسے میری وہ حیثیت ہی نہ سمجھتا ہو۔ اور پھر وہ ایک وزنی چٹان کے سامنے رک گیا۔

"اسے ہٹاؤ" اس نے کہا اور میں نے تعجب سے اس چٹان کو دیکھا جو کافی وزنی تھی اور اسے ہٹانا کم از کم ایک انسان کا کام نہیں تھا۔ میں نے چونک کر ترلوکا کی طرف دیکھا۔

"دیکھ کیا رہے ہو ہٹاؤ اسے" اس نے کہا اور میں نے چٹان پر قوت آزمائی کی لیکن چٹان ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔ ترلوکا ہنسنے لگا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا۔ "ہٹاؤ" اب زور لگاؤ" میں نے ایک بار پھر کوشش کی اور چٹان آسانی سے کھسک گئی۔

اس کے عقب میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا تھا۔ لیکن اس بات پر میں سخت حیران ہوا تھا کہ ترلوکا نے جونہی میرے شانے پر ہاتھ رکھا' چٹان اپنی جگہ سے کس طرح کھسک گئی۔ میری جگہ کوئی عام اور ذہن کا آدمی ہوتا تو بری طرح حیران ہو گیا ہوتا اور ممکن ہے وہ ترلوکا کا عقیدت مند بن جاتا لیکن میں نے اسے بھی کوئی تکنیک سمجھا تھا اور اس سے قطعی متاثر نہ ہوا۔

"ترلوکا دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ بھی ایک پتلی سی سرنگ تھی جس کے سرے پر ایک پتھر لگا ہوا تھا۔ ترلوکا نے اس دوسرے پتھر کو خود ہی ہٹایا اور اندر سے تیز روشنی پھوٹ پڑی۔ غار جتنی بھی تعریف کی جاتی' کم تھی۔ قیمتی قالینوں سے آراستہ' آرائشی سامان کی بہتات تھی لیکن جو چیز

سب سے پہلے مجھے نظر آئی' وہ عجیب و غریب تھی۔

یہ ایک بت تھا جس کی ٹانگیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں اور سر نیچے تھا۔ اس کے نیچے ایک تختی پڑی ہوئی تھی اور ایک ہندو اوتار کا نام لکھا ہوا تھا۔ میں ٹھٹھک گیا اور ترلوکا ہنس پڑا۔

"یہ ہندوؤں کے بھگوان ہیں" اس نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ کیونکہ شکل و صورت سے نام سے اور اپنے انداز سے وہ بھی ہندو نظر آ رہا تھا۔

"آؤ۔ آگے آؤ" اس نے کہا اور پھر مجھے ایک اسٹیچو کے پاس پہنچ گیا۔ اس میں کچھ عجیب و غریب چیزیں بنی ہوئی تھیں۔ جنہیں میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

"یہ بائبل کا ایک پاٹ ہے" اس نے کہا اور میرے بدن میں چنگاریاں سی دوڑ گئیں۔ بلاشبہ اس میں بائبل کا مذاق اڑانے کی کوشش کی گئی تھی۔

اور پھر دوسری کتابوں کی تشریحات پتھروں کی شکل میں کی گئی تھیں۔ لیکن ہر کتاب کا اور ہر بزرگ ہستی کا مذاق اڑایا گیا تھا اور ایک جگہ میں شدت غضب سے دیوانہ ہو گیا۔ میں نے ایک ایسی چیز دیکھی کہ میری روح لرز اٹھی تھی۔ میں خونی انداز میں اس کی جانب بڑھا۔

"ترلوکا یہ کیا ہے؟"

"مذہب اور شاید تمہارا مذہب" اس نے کہا اور میں غصے سے دیوانہ ہو گیا۔

"میں تجھے قتل کر دوں گا کتے۔ میں تجھے کتے ہی کی موت مار ڈالوں گا" میں اس پر ٹوٹ پڑا۔ میں نے پوری قوت سے اس کے سینے پر ٹکر ماری اور اس بھرپور وار سے ترلوکا کا حساب کتاب درست ہو جانا چاہیے تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک چٹان کی طرح اپنی جگہ جما ہوا کھڑا ہے۔ پھر میں نے اس پر گھونسوں کی بارش کر دی جس قدر مار سکتا تھا میں نے اسے چاروں طرف سے مارا لیکن ترلوکا کے قدم اپنی جگہ جمے ہوئے تھے وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی چٹان سے تراشا ہوا مجسمہ اپنی جگہ کھڑا ہو۔ مجھے اپنے ہاتھوں کے درد کا احساس نہیں تھا۔ بس میں دیوانوں کی طرح اسے مار رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں اسے مارتے مارتے تھک گیا۔ پھر میں نے اس...... کے بدن سے لپٹ کر اسے گرانے کی کوشش کی لیکن بھلا پہاڑ مجسمے بھی کہیں اپنی جگہ سے ہٹتے ہیں۔ ایک جذبہ' ایک جوش تھا جس نے مجھے اس وقت سوچ سمجھ سے عاری کر دیا تھا اور میں بہت ساری باتیں نہیں سوچ سکتا تھا۔ بس میرا دل یہی چاہ رہا تھا کہ میں ترلوکا کو فنا کر دوں لیکن بظاہر یہ کام آسان نہیں تھا۔

"اگر کسی مذہب کو تسلیم کرتے ہو تو میں تمہیں اس کا نام بتاؤں------ اس کا نام ہے طاقت۔ انسان ازل سے اس کا غلام چلا آیا ہے۔ جس کے بدن میں زیادہ قوت ہوئی' اس نے اپنے مقابل کو زیر کیا۔ فاتح رہا اور حکمران رہا۔ لیکن یہ طاقت اس جیسے ہی کسی انسان کے خلاف استعمال ہو اس کا درس تہذیب اور مذہب ہی دے سکتے ہیں۔ ہمارا اپنا ایک خیال ہے۔ وہ یہ کہ انسان کچھ بھی ہو' اسے اپنی فطرت میں آزاد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہنے کا حق حاصل ہے اور تمام جذبے اس کی کمزوریوں کا مظہر ہوتے ہیں۔ "آؤ میرے ساتھ آؤ" اس نے کہا۔

لیکن میں نے نفرت سے اسے دیکھا۔

"راجہ نواز اصغر جوش و جذبات میں دیوانوں کی سی حرکتیں نہ کرو' جو کچھ دیکھ چکے ہو' اس سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرو" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں۔۔۔۔۔ میں تجھے فنا کر دوں گا" میرے منہ سے جھاگ اڑ رہے تھے۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے کسی چیز سے کچل دیتا۔

"کر دینا۔ میں نے تجھے کب منع کیا ہے۔ لیکن اس وقت یہ بات کہنا جب تم یہ سب کچھ کرنے کے قابل ہو جاؤ۔ یوں بھی انسان کو پہلے عمل کی راہیں اختیار کرنی چاہئیں۔ اس کے بعد دعوے۔ تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو' کر چکے ہو۔ اگر مزید کی خواہش ہے تو آؤ' میں کھڑا ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں ہاتھ پاؤں نہیں ہلاؤں گا۔ تمہارے اندر جتنی قوتیں ہیں انہیں استعمال کرو۔ اور جب تھک جاؤ تو مجھے بتا دینا تاکہ میں تمہیں پھر سیدھی راہیں دکھانے کے لیے لے جاؤں"۔

"مجھے ان راہوں سے نفرت ہے ترلوکا۔ میں واپس جانا چاہتا ہوں" میں نے حقارت سے کہا۔

"نہیں میرے دوست' تم واپس نہیں جاؤ گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے" ترلوکا نے نرم لہجے میں کہا اور میرا ذہن دھواں دھواں ہو گیا۔

میں طاقت کے ذریعے اس شخص پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔ مجھے حیرت تھی حالانکہ اس کی جسامت غیر معمولی تھی کہ میری جدوجہد کا یہ نتیجہ ہوتا لیکن کم بخت نجانے کون سی مٹی کا بنا ہوا تھا۔ میں اسے بھرپور کوشش کے باوجود ٹس سے مس نہیں کر سکا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس وقت جو صورت حال اس کے تحت تھوڑی سی مکاری سے کام لینا ہو گا۔ یعنی پسپائی کا انداز اختیار کیا جائے اور اس کے بعد دیکھا جائے۔ چنانچہ میں نے گردن جھکا دی۔ ترلوکا میرا بازو تھپتھپا رہا تھا۔ تب اس نے کہا۔

"جذباتی نہ بنو نواز۔ آؤ بیٹھ کر باتیں کریں" ممکن ہے ہم اپنے مسائل کا کوئی حل تلاش کر لیں"

"میں نے ایک گہری سانس لی۔ میرا ذہن اس کے خلاف نفرت کے لاوے سے ابل رہا تھا لیکن

نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ صرف جذبات ہی ہر چیز میں معاون ثابت نہیں ہوتے۔ میرے ذہن میں جو

اسے بھلا کون مٹا سکتا تھا۔ لیکن اگر تھوڑی سی مصلحت سے کام لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

جو کچھ میں نے دیکھا تھا' اسے دیکھ کر میرا رواں رواں کانپ گیا تھا۔ میں ان سانسوں پر لعنت

تھا جو مذہب کی یہ توہین دیکھ کر بھی میرے سینے میں سمائی ہوئی تھیں لیکن میں خودکشی بھی نہیں کرنا چاہتا

پھر کچھ الفاظ میرے ذہن میں ابھر آئے۔

نمرود۔۔۔۔۔ فرعون۔ بڑی قوتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے ایسے عظیم الشان مظاہر

کہ انسانیت کانپ اٹھی تھی لیکن انہیں مہلت دی گئی تھی۔ پھر جب خدا نے ان کی رسی کھینچی تو وہ منہ کے بل پڑے ہوئے تھے۔

ممکن ہے ابھی اس کی رسی دراز ہو۔ اس لیے وقت کا انتظار کیا جائے۔ مجھے آمادہ پا کر ترلوکا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بعض فیصلے دیر سے کیے جاتے ہیں لیکن وہ مستحکم اور دیرپا ہوتے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ آؤ" اور میں نے قدم آگے بڑھا دیے۔

"کیلی لاس کی ان پہاڑیوں میں ترلوکا نے جو جال پھیلا رکھا تھا' اس کا تذکرہ تو اب طویل ہو جائے گا۔ ان پہاڑوں کو اس نے جدید ترین ملکوں کے آرائشی ایوانوں سے زیادہ سجا رکھا تھا اور ہر چیز یہاں مہیا تھی۔ بہرحال وہ مجھے غار کے ایک ایسے حصے میں لے گیا جو اپنی نظیر آپ تھا۔ اس قدر قیمتی ساز و سامان یہاں موجود تھا کہ دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تھیں۔ ۹

"بیٹھو" اس نے ایک آرام دہ نشست کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ میرے انداز میں تھکن تھی۔

اس کے باوجود کہ تم جسمانی طور پر میرے مقابل نہیں ہو لیکن تمہیں تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی ایک انسان مجھے زیر نہیں کر سکتا لیکن تم میرے نزدیک میرے نائب جینگو سے بہتر ہو۔ جسے تم نے قتل کر دیا"۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"راجہ نواز اصغر' وہ لوگ جو میرے لیے دلچسپی کا مرکز ہوتے ہیں' میری پسند کے ہوتے ہیں' میرے سامنے عریاں بھی ہوتے ہیں جیسے تمہارا ماضی۔ میں نے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ کیا تم ان کی تصدیق کرو گے؟"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"زیادہ طوالت میں نہیں جاؤں گا۔ تم منشیات کے اسمگلر رہے ہو؟"

"ہاں"۔

"اس ضمن میں تم نروان کے متلاشی آوارہ گردوں کے درمیان بھی رہے ہو گے؟"

"ہاں۔ میں ان میں رہا ہوں"۔

"ان کے اغراض و مقاصد سے بھی واقف ہو گے"۔

"ہاں۔ لیکن ان میں سے ہر راستہ تمہاری جانب آتا ہے۔ لاس اینجلز سے کھٹمنڈو تک تمہاری لکیر کھنچی ہوئی ہے"۔

"پھر بھی مجھے داد نہ دو گے؟" ترلوکا نے فخر سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ کوئی بات نہیں ہے"۔

"کیوں؟"

"شیطان تم سے زیادہ مشہور ہے"۔

"اوہ------ تعصب کی آنکھ بند کرلو۔ ترلوکا کی پوجا کرو۔ تم وہ خوش نصیب انسان ہو جو ترلوکا کی حقیقت سے واقف ہو رہے ہو اور کوئی نہیں ہے۔ ہاں طاقت کی قسم اور کوئی نہیں ہے"۔

"لیکن کیا تمہارا مشن شیطانی نہیں ہے؟"

"شیطان کا مشن اور تھا۔ اس کا کوئی ملک نہیں تھا۔ اس کا...... کوئی خطہ نہیں تھا۔ ترلوکا غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نہیں سمجھا ترلوکا؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو' سمجھ جاؤ گے سب کچھ۔ شیطان خدا کا باغی تھا۔ اس نے اپنی انا کے لیے زندگی بھر کی لعنت قبول کی۔ لیکن اگر تم ترلوکا کو لعنتی سمجھتے ہو تو سمجھو لیکن ترلوکا کے پیچھے بھی ایک جذبہ کارفرما ہے۔ ترلوکا بے مقصد ہی ان سارے ہنگاموں میں نہیں الجھا۔ ہاں وہ کام جو قوموں کو انجام دینا چاہیے تھا ترلوکا نے اپنے شانوں پر اٹھالیا ہے اور تم جیسے لوگ جو میرے ہی ہم وطن ہیں اور میرے ہی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں' میرے دشمن ہوگئے ہیں۔ تمہیں غیرت آنی چاہیے کیونکہ تم بھی ایک طویل عرصے تک انہی منشیات کے عادی رہے ہو اور تمہارے خون میں بھی یہ گندی کمائی شامل ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے اعتراف سے انکار نہیں کرتا۔ لیکن مذہب سے دور...... ہونے کے باوجود میں نے مذہب کے تقدس کو اپنے سر پر محسوس کیا ہے۔ میں نے اسے پستیوں سے بھی ہمیشہ بہت بلند دیکھا ہے۔ اس کے سامنے خود کو کسی حقیر ذرے کی مانند پست پایا ہے اور سوچا ہے کہ میں مذہب کے ناسور کی حیثیت رکھتا ہوں۔ یہ احساس ہمیشہ میرے سینے میں جاگزیں رہا ہے ترلوکا کہ مجھے جو کرنا چاہیے تھا میں نے وہ نہیں کیا بلکہ ایک طرح سے اپنی قوم' اپنے وطن' اپنے علاقے' اپنے مذہب کا مذاق بن کر رہ گیا ہوں لیکن کسی دوسرے کے لیے میرے جذبات یہ نہیں ہوسکتے۔ تم نے مذاہب کا مذاق اڑایا ہے۔ میں اس سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ مجھے تمہارے مشن سے نفرت ہے۔ تم جو تہذیب اور تمدن کو ٹھکرا کر غاروں میں واپس لے جانا چاہتے ہو' دنیا کے لیے تباہی کا ایسا غار کھود رہے ہو جس میں بالآخر یہ دنیا غرق ہو جائے گی اور میں دنیا کو بچانا چاہتا ہوں"۔

"اوہ------ اوہ۔ گویا تم پیغامبر کا کردار ادا کر رہے ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ جتنے مذاہب تمہارے بعد آئیں وہ تمہارے پیغمبر ہونے کا اعتراف کریں اور تمہیں محب تہذیب اور محب انسانیت کے نام سے پکاریں" ترلوکا نے سرد لہجے میں کہا اور میں نے حقارت سے اسے دیکھا۔

"نہیں میں گندگی کا کیڑا اس قابل نہیں ہوں کہ خود کو اتنا اونچا سمجھوں۔ میں تو نہایت پست ہوں

اور صرف اپنے جذبات کی تسکین چاہتا ہوں۔ میں مذہب سے جس قدر دور رہا ہوں' اسی قدر قریب آنے کا خواہش مند ہوں۔ میں مذہب کے نام پر مٹ جانے کی تمنا لے کر آیا ہوں"۔

"جذباتی ہو۔ صرف جذباتی ہو راجہ نواز اصغر۔ جہاں تک مذہب کا مسئلہ ہے' میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے کسی مذہب کو نہیں اپنایا۔ میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا۔ ایک ایسے پنڈت کے ہاں جو مذہب کا دیوانہ تھا۔ جس نے آنکھیں بند کر کے صرف مذہب کے ارکان پر عمل کیا تھا اور وہ عجیب و غریب تکالیف کا شکار تھا۔ مذہب سے میری دوری تو وہیں سے شروع ہوگئی تھی لیکن اس کے بعد اس دوری نے جو رخ اختیار کیا' یہ اتنا برا نہیں تھا جتنا تم سمجھ رہے ہو"۔

"کیا سمجھانا چاہتے ہو ترلوکا۔ مجھے بتاؤ"۔

"راجہ نواز اصغر۔ تمہارے اپنے خیال میں انسانیت بھی ایک مذہب ہے۔ کیا تم اس سے منکر ہو؟"

"نہیں"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تمام مذاہب نے ایک ہی سبق دیا ہے۔ مذاہب نے انسان کو انسان کے ساتھ اچھے سلوک' محبت اور اخوت کا سبق دیا ہے۔ لیکن تم ان اسباق کی بیخ کنی کر رہے ہو' تم ان کا جس انداز میں مذاق اڑا رہے ہو' وہ ناقابل برداشت ہے"۔

"اس بات کو چھوڑو۔ میں نے تم سے ابھی ایک سوال کیا تھا۔ یاد ہے؟ ترلوکا نے پوچھا۔

"تم ان آوارہ گردوں کے ساتھ رہے ہو۔ مجھے ایک بات بتاؤ' کیا تم نے ان ناکارہ ہپیوں میں ایشیائی باشندوں کی کوئی بڑی تعداد دیکھی ہے؟"

"میں نہیں سمجھا ترلوکا"۔

"کیا ایشیائی باشندے اس تنزلی کی طرف مائل ہیں' کیا ان میں ہپی بننے کا جنون یورپی نسلوں سے زیادہ ہے؟"

عجیب نکتہ تھا۔ میرا ذہن بھٹکنے لگا۔ کیا کہنا چاہتا ہے یہ!

"تم نے جواب نہیں دیا نواز اصغر؟"

"میرا خیال ہے ان کی تعداد بہت کم ہے"۔

"بہت کم بھی نہ کہو۔ یوں کہو نہ ہونے کے برابر ہے اور جو لوگ ان میں شامل ہوتے ہیں' وہ' وہ لوگ ہیں جو فطرتاً" ناکارہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے وطن میں بھی سادھو بننے یا فقیر بننے کے علاوہ آگے نہیں بڑھتے۔ ایسے ناکارہ لوگ تو ملکوں کے جسموں پر ناسور ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ تو قوموں کے پھوڑے ہوتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے لیکن......"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں تمہیں وہی بتانے جا رہا ہوں نواز۔ ترلوکا کا بھی ایک مشن ہے۔ وہ مذہب پرست نہیں ہے لیکن محب وطن ہے۔ اسے ایشیا سے محبت ہے۔ مظلوم ایشیا جو ہمیشہ یورپ کی چکی میں پستا رہا ہے۔ غور کرو نواز۔ کیا ان لوگوں نے' کیا تمام یورپی اقوام نے ایشیا کو تباہ و برباد نہیں کیا ہے' کیا انہوں نے ہمیں کتوں سے زیادہ اہمیت دی ہے' کیا انہوں نے ہمیشہ ہم پر حکومت نہیں کی ہے' کیا انہوں نے ایشیا کو کھڑے ہونے کا موقع دیا ہے' یہ اقوام ہمیشہ ہم پر کاری ضرب لگاتی رہی ہیں۔ جب بھی ہم نے کھڑے ہونے کی کوشش کی' انہوں نے کبھی ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کر کے ہمارے گھٹنوں پر ضرب لگائی' کبھی اسرائیل تخلیق کر کے۔ نواز جو کام پورے ایشیا کو کرنا چاہیے تھا' وہ میں تنہا ان کے سینے پر بیٹھ کر انجام دے رہا ہوں۔ ہاں دیکھو' میں اپنا وطن چھوڑ کر امریکہ میں موجود ہوں۔ ان کے دل میں بیٹھ کر ان کے دماغ میں سوراخ کر رہا ہوں۔ مجھے داد نہ دو گے۔ میں اس قوم کے پاؤں توڑ رہا ہوں' میں اسے منشیات کا مریض بنا رہا ہوں۔ میں نے انہیں چرس اور گانجے کے ہتھیار سے مارا ہے۔ میں ان کے ایٹم بم ناکارہ کر رہا ہوں۔ نسلیں ہر قوم کا سرمایہ ہوتی ہیں۔ میں اس قوم میں فقیروں کی نسل پیدا کر رہا ہوں۔ سارا یورپ میری لپیٹ میں ہے۔ سفید نسلوں کے نوجوان ہری کرشنا ہری رام کے نعرے لگا رہے ہیں۔ انہیں مذہب سے نفرت ہے۔ وہ جنگلوں میں غاروں کو آباد کرنا چاہتے ہیں۔ بتاؤ۔ کیا یہ میرا کارنامہ نہیں ہے؟" ترلوکا کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

میں دنگ رہ گیا تھا۔ اگر صورت حال پر غور کیا جاتا تو اس کے الفاظ غلط نہیں تھے لیکن میرے سینے کا وہ سوراخ بند نہیں ہو سکتا تھا جو میرے مذہب کی توہین پر میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔

"جواب دو نواز' کیا میں پوجا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ کیا میں ایشیا کا خدا نہیں ہوں؟؟"

"ترلوکا' اگر تم یہ جذبہ لے کر میدان میں آتے تو یہ جذبہ قابل ستائش تھا لیکن مذہب کی توہین کا درس تو کسی مذہب نے نہیں دیا"۔

"مذاہب۔ ان مذاہب نے کیا دیا ہے انسان کو۔ سوائے چند پابندیوں کے۔ ہم ان پابندیوں کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن ہمیں ان کی افادیت کا بھی تو پتہ چلے"۔

"نہیں تم غلط ہو"۔

"ہاں میں غلط ہوں۔ لیکن میرا یہی جذبہ میرے لیے قابل فخر ہے۔ اگر میں بھی مذہب کے جال میں پھنس جاتا تو اپنے کام کو اس آزادی اور بے فکری سے انجام نہیں دے سکتا تھا۔ میں دنیا کے کسی مذہب کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ کوئی بھی مذہب نیا نہیں ہے۔ اگر مذاہب اتنے ہی جامع ہوتے تو اب تک وہ انسان کو اپنے رنگ میں کیونکر نہ رنگ لیتے۔ انسان پر سکون کیوں نہ ہوتا۔ اتنے اضطراب کا شکار کیوں ہوتا؟؟"

"کیونکہ ہر دور میں تمہارے جیسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں ترلوکا۔ اور انسان بہرحال کمزور ذہن کا مالک ہے"۔

"ان تفصیلات کے بعد بھی تم مجھے برا انسان سمجھتے ہو؟"

"اس لیے کہ میرے مذہب کی رو سے تم شیطان ہو' تم نے میرے مذہب کی توہین کی ہے۔ ہم ...ے دشمن کو معاف کر سکتے ہیں' مذہب کے دشمن کو نہیں"۔

"اس کے باوجود کہ انسان مذہب کے راستے نجات کی منزل پر نہیں پہنچ سکا"۔

"میں مسلمان ہوں ترلوکا۔ میرے مذہب میں سکون ہی سکون ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم لوگ ...ب کی تعلیمات کو فراموش کیے ہوئے ہیں"۔

"یہ ایک اندھا عقیدہ ہے اور یہ دور آنکھیں بند کرنے کا نہیں ہے" ترلوکا نے کہا۔

"بہرحال ترلوکا۔ تم نے میرے سامنے جو مناظر پیش کیے ہیں' ان کے تحت یہ بات میرے اوپر فرض ...ہے کہ تمہیں سزا دوں۔

ہاں۔ میں تمہارے مشن کو فنا کروں گا۔ میں اس سے منحرف نہیں ہوں کہ تمہارے سینے میں ایک ...کا جذبہ موجزن ہے۔ لیکن مذاہب کی توہین کرنے والے کی حیثیت سے تم قتل کے مستحق ہو ...میں تمہیں قتل کروں گا"۔

"پاگل کتے ہو' صرف پاگل کتے۔ جاؤ۔ میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ ان پہاڑیوں میں ...رہو۔ میں تم جیسے گندے چوہوں کو قید کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ تم اس قابل نہیں ہو لیکن اگر ...دوران عقل آ جائے تو میرے پاس چلے آنا۔ میں ایک مخصوص وقت تک تمہاری واپسی کا انتظار کروں ...لیکن اپنے دشمنوں کو میں اپنے درمیان زیادہ عرصہ تک زندہ بھی نہیں رکھوں گا"۔

"میں تم سے کسی رعایت کا طلب گار نہیں ہوں ترلوکا"۔

"فکر مت کرو۔ میں اپنے پروگرام خود منتخب کرتا ہوں۔ میں دیکھوں گا تمہاری مذہبی دیوانگی تمہیں ...تی ہے"۔

"ارے طلب تو ساری پوری ہو چکی ہے۔ اب تو صرف جنت درکار ہے" میں نے مستانہ انداز میں ...میرے ذہن میں عجیب روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور میری روح پر نور ہو رہی تھی۔ ایک ایسی بے خودی ...تھی میری ذات پر کہ بیان نہیں کر سکتا۔

"تمہیں جنت درکار ہے۔ ٹھیک ہے آؤ۔ میں تمہیں جنت میں پہنچا دوں" ترلوکا نے کہا اور میری ...بڑھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ سامنے کیے اور اچانک اس کے ہاتھوں کی انگلیوں سے ایک سرد سی شعاع ...اور مجھے اپنے بدن کے گرد سرد لہریں محسوس ہوئیں۔ دوسرے لمحے میرا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

☆ ☆ ☆

"ڈارلنگ جاگ بھی جاؤ۔ کب تک سوتے رہو گے۔ اٹھو بھی" ایک نسوانی آواز میرے کانوں ...اور میں چونک پڑا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی لمبی مخروطی انگلیوں کا لمس مجھے اپنے بالوں ...محسوس ہو رہا تھا اور پھر اس کا حسین آتشیں چہرہ میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس کے لمبے سیاہ بال کھلے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے تھے جن کے درمیان اس کا چہرہ کسی نگینے کی طرح جگمگا رہا تھا۔

پھر اس کے نرم بدن کا احساس ہوا اور میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے چاروں طرف ایک جگمگاتا ہوا گول کمرہ تھا جس میں رنگیں روشنیاں متحرک تھیں۔ حسین ترین ماحول تھا اور اس ماحول ذہن سو رہا تھا لیکن صورت حال مختلف تھی۔ چنانچہ میں نے ذہن جھٹکا اور میرے سر کی جنبش سے ساز سازوں کی حسین آوزیں ابھریں اور معدوم ہو گئیں۔

لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے پریشان نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ ہوا جھونکے کی طرح آگے بڑھ آئی۔

"تمہاری پریشانی کی شکن تمہارے ذہنی تردد کا پتہ دیتی ہے" لڑکی کی آواز میں نقرئی گھنٹیاں اٹھی تھیں۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"بولو اجنبی۔ کیوں پریشان ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"کون سی جگہ ہے یہ؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"جنت"۔

"اور تم حور ہو گی" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"جو کچھ بھی ہوں، تمہارے لیے ہوں"۔

"شکریہ، میں آپ کو پسند نہیں کرتا"۔

"لیکن میں تو تمہاری تقدیر میں لکھی گئی ہوں۔ چاہے تم پسند کرو یا نہ کرو"۔

"بالکل غلط"

"کیوں؟"

"تمہارے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں تمہیں بالکل بھی پسند نہیں کرتا" میں نے کہا اور لڑ چہرے کی مسکراہٹ آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔

"کیا میں اتنی ہی بری ہوں؟"

"ہاں"۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میں چلی جاتی ہوں" اس نے کہا اور عجیب سے انداز میں چلتی ہوئی باہر نکل یوں لگ رہا تھا جیسے وہ قدم آگے نہ بڑھا رہی ہو بلکہ اس کا بدن کسی مشینی ذریعے سے خود بخود آگے کھسک رہا ہوں اور اب اس جنت میں میں تنہا رہ گیا تھا۔

میں چند ساعت اپنی جگہ کھڑا سوچتا رہا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس جنت کے باہر بھی تو دیکھا ہے۔ چنانچہ میں دروازے سے باہر آ گیا۔ لیکن باہر قدم نکالتے ہی میں ٹھٹھک گیا۔ وہی خوبصورت کھڑی تھی۔

لڑکی مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی اور میں آگے بڑھ گیا۔ لیکن وہ میرے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ شاید مجھ پر نگاہ رکھنا اس کی ڈیوٹی تھی۔

میں نے اس جنت کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ ترلوکا نے یہاں بھی خاصی محنت کی تھی اور اس جگہ کو حسین تر بنانے کی کوششوں میں اس نے نجانے کیا کچھ خرچ کیا تھا۔ غالباً" یہ پہاڑی علاقے میں یا درے میں کوئی ایسی جگہ تھی جو عام نگاہوں سے قطعی محفوظ تھی۔ ورنہ امریکہ جیسی جدید حکومت میں ایسی جگہ کا تعمیر کر لینا اور خاص طور سے اس شکل میں کہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو، خاصا مشکل تھا۔ لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ حکومت نے اس حصے کو آوارہ گردوں کی رہائش گاہ سمجھ کر نظر انداز ہی کر دیا ہو۔

بہرحال کافی محنت کی تھی ترلوکا نے۔ ایسے دوسرے غار بھی نظر آ رہے تھے جس سے میں باہر نکلا تھا لڑکی مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر چل رہی تھی۔ پھر میں رک گیا۔

"سنو" میں نے اسے آواز دی اور وہ منہ پھلائے میرے نزدیک آ گئی۔

"کب سے یہاں ہو؟"

"تقریباً" تین سال سے"۔

"اپنی مرضی سے نہیں آئیں شاید"۔

"نہیں"۔

"پھر؟"

"اغوا کر کے لایا گیا تھا"۔

"کیوں؟"

"یہ نہیں معلوم"۔

"تب میں سمجھ گیا"۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"تمہارا حسن تمہارے لیے مصیبت بن گیا۔ غالباً" یہاں نشے میں ڈوبے ہوئے ہپیوں کو بھیجا جاتا لگ۔ وہ جو اس کے منکر ہوتے ہوں گے، اور جنت و جہنم کے فلسفے میں پھنسے ہوں گے، یہاں بھیج کر انہیں کی بات کا یقین دلایا جاتا ہو گا کہ اگر وہ جنت کے طلب گار ہیں تو وہ جنت یہیں موجود ہے"۔

"بالکل یہی بات ہے، تمہیں کیسے معلوم" لڑکی نے تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔

"ٹھیک ہے، لیکن ترلوکا واقعی تھوڑا سا احمق بھی ہے۔ اسے یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے تھی کہ نشے میں ڈوبے ہوئے ہپی اور مجھ میں فرق ہے" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"آخر ہو کون تم؟" لڑکی نے پوچھا۔

"جب تم نے اپنے بارے میں مجھے کوئی تفصیل نہیں بتائی تو پھر میرے بارے میں جان کر کیا کرو

گی۔ بہر صورت میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں ترلوکا کا دشمن ہوں۔ جبکہ تم ترلوکا سے ڈرتی ہو۔ بلکہ خوفزدہ ہو۔ تم اس کے خوف سے اپنے بارے میں تفصیل بتانے سے گریز کرتی رہی ہو۔ لیکن مجھے کیا خوف ہو سکتا ہے۔ میں ترلوکا کو ختم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ بالآخر اسے قتل کر دوں گا"۔

"لیکن کیوں، تم اس کے دشمن کیوں بن گئے ہو؟"

"اس لیے کہ وہ مذہب اور انسانیت کا دشمن ہے"۔

"دشمن" لڑکی تعجب سے بولی۔

"ہاں کیوں، تمہارا کیا خیال ہے اس سلسلے میں؟"

"وہ تو اپنے آپ کو سب سے بڑا محبِّ انسانیت کہتا ہے"۔

"وہ خود جو کچھ کہتا ہے، خود بھی اس سے مطمئن نہیں ہے۔ اس نے دوسروں کو رجھانے کے لیے جو ناٹک کھیلے ہیں، وہ اس کے کمزور ذہن کی دلیل ہیں"۔

"بس میں اس موضوع پر اس سے زیادہ گفتگو نہیں کروں گی"۔

"میں اس جنت میں کب تک رہوں گا لڑکی؟"

"جب تک چاہو"۔

"اس کے بعد کہاں جاؤں گا؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور لڑکی مجھ سے نگاہیں چرانے لگی۔

"مجھے کیا معلوم؟"

"خیر۔ میں تم سے پوچھ کر تمہیں اس کے عتاب کا شکار بنانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ لیکن اب جو کچھ میں کروں گا، وہ مجبوری ہے"۔

"کیا کرو گے" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی لیکن میں نے اسے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ میں نے ایک غار کو تاڑا اور لڑکی کو چھوڑ کر اس کی جانب بڑھ گیا۔ لڑکی پر اضطراب انداز میں تیزی سے آگے بڑھی تھی۔

"سنو تو ـــــ سنو تو سہی"۔

"سناؤ" میں رک گیا۔

"کسی کی خلوت میں جانا گناہ ہے"۔

"ترلوکا کی جنت میں گناہ ثواب کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تم جا کر اسے بتا دو کہ ہلاکو خان اس کی جنت میں آگھسا ہے" میں نے کہا اور تیزی سے اس سوراخ کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ جگہ بھی اس کمرے سے کم نہیں تھی۔

وہی حسن سجاوٹ اور خوبصورت چیزیں یہاں بھی موجود تھیں۔ غالباً" یہ بھی جنت ہی کا ایک حصہ تھا اور اس جنت میں ایک جنتی ایک حور کے ساتھ موجود تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لمبی داڑھی والا ایک تنومند آدمی جو آنکھوں ہی سے منشیات کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ ایک حور کے پہلو میں لنگور کی حیثیت سے بیٹھا ہوا تھا اور وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر لڑکی کے چہرے پر اضطراب کے آثار ابھر آئے۔

"یہ لڑکی بھی خاصی حسین تھی۔ غالباً" ترلوکا نے اس جنت میں جمع کرنے کے لیے یا حور بنانے کے لیے حسین لڑکیوں کو اغواء کیا ہو گا۔ بہر صورت یہ ساری کوششیں اس کے الجھے ہوئے ذہن کا پتہ دیتی تھیں لیکن لنگور مجھے دیکھ کر بے چین ہو گیا اور حور سے کہنے لگا:

"یہ کون ہے؟" اس نے سوال کیا لیکن لڑکی بھی اس سوال کا جواب نہ دے سکی۔

میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور اسے اٹھاتے ہوئے بولا:

"آؤ باہر آؤ۔ میں تمہیں بتاتا ہوں میں کون ہوں" میں نے کہا۔ اس نے مجھ سے اپنا گریبان چھڑانے کی کوشش کی لیکن میں نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا تھا۔

"باہر آؤ" میں نے اس کے سر کے بال پکڑ کر باہر آنے کے لیے کہا اور لنگور نہ جانے کیوں خوفزدہ ہو گیا۔ وہ دروازے کی جانب چل پڑا تھا اور پھر میں اسے غار سے باہر نکال لایا۔ باہر نکالنے کے بعد میں نے اس کی مرمت شروع کر دی۔ لنگور بری طرح چیخ رہا تھا۔ تب دوسرے غاروں سے بھی چند دوسرے لوگ باہر نکل آئے۔ وہ سب لنگور کو پٹتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے مار مار کر ادھ موا کر دیا۔

تب ایک کونے سے ایک آدمی آگے بڑھا۔

"کیا بات ہو گئی ہے جناب۔ آپ اسے کیوں مار رہے ہیں۔ کیا جنت میں بھی اس قسم کے ہنگامے ہوتے ہیں" اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور میں پلٹ پڑا۔

"بکواس مت کرو" میں نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا اور وہ بے اختیار الٹ گیا۔ دوسرے لوگوں کو شاید غصہ آ گیا تھا۔ وہ سب مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن میں تو چاہتا ہی یہ تھا۔ میں نے ان کی مرمت شروع کر دی۔ میں اپنے سارے داؤ پیچ استعمال کر رہا تھا اور خوب خوب شور مچ رہا تھا۔

تب چند آدمی دوڑتے ہوئے اس طرف آئے۔ وہ مسلح تھے اور ان میں سے دو نے پستول میری طرف تان دیے اور دھاڑے۔

"رک جاؤ، ورنہ ہم تمہیں گولی مار دیں گے"۔

"سنا بھائیو۔ تم خود کو جنت میں تصور کر رہے تھے۔ کیا فرشتے بھی پستول چلاتے ہیں" میں نے ہنستے ہوئے انہیں مخاطب کیا جو میرے ہاتھوں سے پٹے تھے۔

"آگے بڑھو، چلو یہاں سے" پستول والے غرائے۔

"میں تم لوگوں کو یہی بتانا چاہتا تھا۔ ترلوکا فراڈ ہے۔ وہ تم لوگوں کے ذہنوں کو ناکارہ کر رہا ہے۔ اس

کی باتوں میں نہ آؤ"۔

"چلو" وہ سب مجھ پر پل پڑے۔ البتہ میں نے ان سے مقابلہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ لیکن عجیب ذہن ہو رہا تھا۔ موت کا کوئی خوف نہیں تھا۔ بس مرجانے ہی کو جی چاہتا تھا اور میں سب کچھ کرنے پر آمادہ تھا۔

"کہاں لے جارہے ہو تم مجھے؟"

"جہنم میں"۔

"اوہ۔ لیکن میں ابھی چند روز جنت میں رہنا چاہتا ہوں"۔

"تمہارے لیے جہنم ہی بہتر ہے" وہ دانت پیس کر بولے اور میں رک گیا۔

"اور اگر میں نہ جانا چاہوں؟"

"تب پھر ـــــــ" ان میں سے ایک اچانک آگے بڑھا اور اس نے میرے سر کی پشت پر پستول کے دستے سے زوردار ضرب لگائی اور میرے سر میں ستارے ناچ گئے۔

"جہنم میں لے جانے کا یہی طریقہ سب سے عمدہ ہے" میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور اس کے بعد وہی بے نام خاموشی' جس کے بعد ہوش آنا ضروری تھا۔ خوب آنکھ مچولی ہو رہی تھی میرے ساتھ اور اس بار بھی جب آنکھ کھلی تو ایک نیا ماحول اور نیا منظر تھا۔ بہرحال یہ سب میرے لیے حیرت انگیز تھا۔

سیاہ رنگ کی بنجر پہاڑیاں جن کے کسی رخنے میں کوئی کونپل تک نہیں تھی۔ جگہ جگہ جلے ہوئے کوئلہ نما پتھر نظر آرہے تھے۔ اس سیاہی کی وجہ سے دن کی روشنی بھی تاریک تاریک سی لگ رہی تھی۔ جس جگہ میں پڑا ہوا تھا' وہاں بھی کھردرے پتھروں کی زمین تھی جو میرے بدن میں جگہ جگہ گڑ گئے تھے اور ان میں سوزش ہو رہی تھی۔ ایسی تکلیف دہ تکلیف تھی کہ میں خوفزدہ ہو کر اٹھ گیا۔ میں نے دہشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔

چاروں طرف اونچے اونچے سیاہ ٹیلے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ غالباً" یہ عتاب کی زمین تھی اور اب میں جنت کے بعد جہنم کا نمونہ دیکھ رہا تھا۔

میں اپنی جگہ کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ترلوکا نے امریکہ کا ایک اتنا بڑا حصہ حاصل کیا ہوا تھا اور وہ وہاں اپنی من مانی حکومت قائم کرلی تھی۔ لیکن حکومت امریکہ اس کی جانب سے نگاہیں بند کیے ہوئے تھی۔ آخر کیوں؟

حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ خود امریکی حکومت چرس اور دیگر منشیات کی روک تھام کے لیے ایک بہت بڑا سرمایہ خرچ کر رہی تھی۔ کروڑوں روپے کی ناجائز منشیات کے ذخائر خرید کر تباہ کر دیے جاتے تھے ایک طرف تو یہ کوششیں اور دوسری طرف اس کے سینے پر ترلوکا بیٹھا ہوا تھا اور اس نے اپنی من مانی قائم کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ اس من مانی کے بارے میں حکومت امریکہ کو کہاں تک علم تھا' میں اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا اور...... میں جان کر کرتا بھی کیا۔ لیکن جب...... ترلوکا کے افکار کے بارے میں' میں سوچتا تو ایک عجیب سی الجھن کا شکار ہو جایا کرتا تھا۔

اس شخص نے جو کہانی سنائی تھی' وہ متاثر کرتی تھی۔ اگر اس نے یورپ کی نسلی برتری کو تباہ کرنے کی مہم شروع کی تھی تو یہ کوئی...... بری بات نہیں تھی۔ بہرحال یورپین ممالک نے ایشیا پر بہت زیادتیاں کی تھیں اور ایک ایشیائی ہونے کی حیثیت سے میں اس نظریے کو تسلیم کرتا تھا۔

"لیکن ایک مذہب پرست کی حیثیت سے اس حسن بن صباح کا خاتمہ ضروری تھا۔ اس نے مذاہب کی جو توہین کی تھی' اس کے لیے میں اسے کبھی معاف نہیں کر سکتا تھا۔ رہی مغربی نسلوں کی بات' تو میرا مذہب کہتا تھا کہ برائی کو برائی سے ختم کرنا ایک بدتر نظریہ ہے۔ برائی کو اچھائی سے ختم کیا جانا چاہیے۔ مغربی ممالک میں اسلامی تنظیمیں کام کر رہی ہیں اور بے شمار لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ضروری تو نہیں ہے کہ کسی دوسرے انسان کے لیے ہونے کی سزا دوسرے انسان کو دی جائے۔ انسان کشی کی تو مذہب میں کہیں اجازت نہیں تھی۔

اس لیے میں ترلوکا کے نظریے کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن...... وہ ایک مضبوط انسان تھا۔ فولاد سے مضبوط۔ میں تو اس کی اس جسمانی قوت سے بھی بے حد متاثر تھا۔ کمبخت فولاد کا بنا معلوم ہوتا تھا۔

ایسے وقت میں مجھے ہراتا یاد آیا۔ کاش وہ بھی میرے ساتھ ہوتا۔ اس انوکھے شہزادے کو میں زندگی کے کسی دور میں نہیں بھول سکتا تھا۔ ہوریشو کو اس نے جس انداز میں قتل کیا تھا' وہ مجھے آج تک یاد تھا۔ ان ویران پہاڑوں میں مجھے بے شمار یادیں ستاتی رہیں اور پھر میں نے بڑے خلوص سے اپنے خدا سے دعا مانگی۔

"میرے معبود! میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں گناہوں کا ایک ایسا بوجھ ہوں جس سے زمین شرماتی ہوگی۔ جنت اس لیے نہیں مانگ سکتا کہ اپنی زبان کو اس قابل نہیں سمجھتا لیکن جو جذبہ میرے سینے میں ابھرا ہے' اسے پورا کرنے میں میری مدد کر۔ میں اپنی زندگی کا طلب گار نہیں ہوں' جو کچھ کر چکا ہوں' اس کے بعد استغفار کروں گا بھی کیا۔ حالانکہ ایک ذات میری زندگی سے اس انداز میں منسلک ہوگئی تھی کہ اس کی ذمہ داریاں بھی مجھ پر آپڑی ہیں لیکن میں کسی کے لیے بھی اپنی زندگی مانگنا نہیں چاہتا۔ ہاں اس جذبے کو ضرور پورا ہونا چاہیے۔ مجھے اتنی زندگی چاہیے کہ موت کے بعد میں یہ سوچوں کہ زندگی میں کوئی ایک کام تو ایسا کیا ہے جس سے دوسروں کو بھی فائدہ ہو سکتا ہے"۔

یہ سوچ اور یہ احساسات عجیب سے انداز میں میرے ذہن میں ابھرے تھے۔ پھر میں خاموشی سے اٹھ کھڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ویران پہاڑوں میں خاموشی کے سوا کچھ نہ تھا۔ تب میں نے ان پر غور کرنا شروع کر دیا۔ یہ پہاڑ جس انداز میں نظر آ رہے تھے' وہ کچھ عجیب سا تھا۔ کوئلہ نما پہاڑیاں تھیں۔ ممکن ہے یہ کوئلہ کے پہاڑ ہوں لیکن کوئلہ کی تو کانیں ہوتی ہیں۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے ایک پتھر کو کھرچا۔ سیاہ پتھر زیادہ سخت بھی نہیں تھے۔ تب ایک اور احساس میرے ذہن میں بیدار ہوا۔ شاید قرب و جوار میں کوئی آتش فشاں موجود ہے جس سے کبھی لاوا بہا ہو گا اور یوں یہ لاوا ٹھنڈا ہو کر یہ شکل اختیار کر گیا ہے۔ بہرصورت اس جغرافیائی مسئلے سے مجھے قطعی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو صرف یہ دیکھنا چاہ رہا تھا کہ یہ پہاڑیاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں اور اس بار مجھے یہاں تک لانے کا مقصد کیا ہے۔ چنانچہ میں سخت اور کھردرے پتھروں کے درمیان بھٹکنے لگا۔

بہت دیر تک میں گھومتا رہا۔ پہاڑی ٹیلے خشک اور بے آب و گیاہ تھے۔ جہاں گھاس یا کسی دوسری چیز کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ دیکھنا یہ تھا کہ اس سرزمین پر لانے کے بعد ترلو کا میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اتنا تو مجھے یقین تھا کہ وہ میری جانب سے اب بھی بے خبر نہیں ہو گا۔ پھر جب شام جھک آئی تو یہ پہاڑیاں اور بھی ڈراؤنی ہو گئیں۔ اتنی خوفناک کہ انسان ان کے درمیان زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے ان پہاڑیوں سے کوئی خوف تو نہیں محسوس ہو رہا تھا لیکن ایک عجیب سا احساس ضرور تھا۔ رات تو یہاں بڑی ہی خوفناک تھی۔ اتنا سخت اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہوا چل رہی تھی لیکن موسم سرد نہیں تھا۔ پتھروں سے ہوا کی رگڑ خوفناک آوازیں پیدا کر رہی تھی اور سناٹے میں یہ آوازیں بے حد ڈراؤنی لگ رہی تھیں۔

میں نے ایک قدرے ہموار جگہ کو منتخب کیا اور لیٹ گیا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ حلق بھی سوکھ رہا تھا لیکن دن ہی میں میں..... اس صورت حال کا اندازہ لگا رہا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اب بھوک اور پیاس کا دور شروع ہو گا اور میں اس کے لیے بھی تیار تھا۔ یہ اذیتیں تو روح کو نکھارتی ہیں۔

اور رات کے آخری حصے میں جب بے چینی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اپنے ذہن کو کریدا اور مجھے بہت سی قرآنی آیات یاد آ گئیں۔ میں نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ میری آنکھیں بند تھیں اور میں سجدے پہ سجدے کیے جا رہا تھا۔

اور رات کی طنابیں کھنچ گئیں۔ روشنی اس تیزی سے آئی کہ میں حیران رہ گیا۔ یہ روشنی میری بند پلکوں میں در آئی تھی۔ تب میں نے آنکھیں کھول دیں اور سب سے پہلے میری نگاہ جس چیز پر پڑی' وہ ایک سیاہ غار کا دہانہ تھا۔ ان پہاڑیوں میں یہ پہلا غار مجھے نظر آیا تھا۔

چند لمحات میں سوچتا رہا اور پھر آہستہ قدموں سے غار کی طرف چل پڑا۔ قدموں کی آوازیں سناٹے میں گونج رہی تھیں اور مجھے یہ آوازیں عجیب لگ رہی تھیں۔ پھر میں غار کے دہانے پر پہنچا ہی تھا کہ اندر سے کوئی آواز ابھری۔ اور میں ٹھٹھک گیا۔ دوسرے لمحے غار سے ایک عجیب الخلقت آدمی نکل آیا۔ اس کا قد چار فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ لیکن بدن کا پھیلاؤ بہت کافی تھا۔ رنگ کوئلے کی مانند سیاہ تھا اور آنکھیں بے حد ڈراؤنی۔ اس کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ غالباً" پتلون ہی تھی جو بدن پر جھول رہی تھی اور اوپری بدن پر اس نے اونی کمبل کا سا کوئی لباس پہنا ہوا تھا۔ سب سے تعجب خیز چیز جو اس کے ہاتھ میں تھی' پتھر کا بنا ہوا ایک ہتھیار تھا۔ ایک نوک دار ہتھیار' جیسا کہ انتہائی قدیم دور میں غاروں میں رہنے والے اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔

مجھے دیکھ کر اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور دوسرے لمحے وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس عجیب و غریب مخلوق کو دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا لیکن بات یہیں ختم نہ ہوئی۔ چند ساعت کے بعد اس کے ساتھ ایک ویسا ہی سیاہ فام نکل آیا لیکن اس کے لباس اور جسم سے پتہ چلتا تھا کہ وہ عورت ہے لیکن اس کا پھیلاؤ بھی ویسا ہی خطرناک تھا جیسا پہلے وحشی کا تھا۔ دونوں کے چہروں سے وحشت کا اظہار ہوتا تھا۔ دوسرے لمحے ان دونوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لیے اور ایک بھیانک آواز کے ساتھ وہ دونوں نوکدار ہتھیار لے کر مجھ پر ٹوٹ پڑے۔

بچاؤ کی کوشش تو ایک فطری امر ہے۔ میں ان دونوں ہتھیاروں کے وار سے بچا اور ان کے ہتھیار آپس میں ٹکرا گئے۔ چنگاریاں سی نکلیں اور عورت کے ہاتھ سے اس کا ہتھیار چھوٹ گیا۔ لیکن مرد انتہائی مضبوط تھا۔ اس نے ہتھیار سنبھال لیا اور پھر اتنی لمبی چھلانگ لگائی کہ میں حیران رہ گیا۔ اتنی موٹی جسامت کے ساتھ یہ چھلانگ اتنی خوفناک تھی۔

میں نے بڑی مشکل سے خود کو بچایا تھا اور پتھر کا وہ ہتھیار ایک چٹان پر پڑا۔ چٹان کا بہت سا حصہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس سے مرد کی خوفناک قوت کا اظہار ہوتا تھا۔ اس اثناء میں عورت بھی اپنا ہتھیار سنبھال چکی تھی۔ وحشی جس قدر خوفناک نظر آ رہے تھے' اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ چند ہی ساعت کے بعد میری ہڈیوں کا سرمہ بنا دیں گے۔

زندگی اور موت کی یہ جنگ بے حد بھیانک تھی۔ ان لوگوں کے وجود کے بارے میں سوچنے میں وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سب سے پہلے ان سے بچاؤ بہت ضروری تھا۔ وہ اچھل اچھل کر میرے اوپر حملہ کر رہے تھے اور میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ پھرتی کا اظہار کر رہا تھا لیکن اندازہ ہو رہا تھا کہ اگر میں نے کوئی موثر قدم نہ اٹھایا تو وہ آسانی سے میرے اوپر قابو پا لیں گے۔ ابھی تک میں صرف مدافعت کر رہا تھا۔ مجھے خود کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ لیکن پیچھے پیچھے ہٹتے اچانک میری نگاہ چند پتھروں پر پڑی۔

سیاہ پتھروں میں ایک پتھر میرا ہتھیار بن گیا۔ میں ان سے دوسری طرف ہٹ گیا تاکہ وحشی میری حرکت کو سمجھ نہ پائیں اور وہ اسی طرف دوڑے لیکن میں نے انہیں لمبا چکر دیا اور جھکائی دے کر اچانک پتھروں کی طرف دوڑا۔ وہ بدستور میرے پیچھے تھے۔

لیکن مجھے موقع مل گیا تھا۔ میں پھرتی سے جھکا اور ایک پتھر اٹھا لیا اور پھر وہ پتھر برق رفتاری سے میرے ہاتھ سے نکلا اور عورت کے شانے پر پڑا۔ عورت کے حلق سے کسی ریچھنی کی طرح چنگھاڑ نکلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور مرد رک گیا۔ عورت کے ہاتھ سے اس کا ہتھیار نکل گیا اور وہ اپنا شانہ پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اب وہ کراہ رہی تھی۔

مرد کا جوش و خروش ختم ہو گیا۔ اب وہ گومگو کے عالم میں تھا لیکن میری طرف سے غافل بھی تھا۔ جونہی میں نے دوسرا پتھر اٹھایا' اس نے عورت کے قریب سے چھلانگ لگا دی۔

میرا نشانہ خالی گیا تھا اور پھر مرد نے اپنا ہتھیار پوری قوت سے مجھ پر کھینچ مارا۔ میں بھی اس کے وار سے بچ گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اس ہتھیار پر قبضہ کر لیا۔ تقریباً" پندرہ بیس سیر وزنی پتھر سے ہوا تھا۔

مرد اب مجھے غور سے دیکھ رہا تھا اور پھر شاید اس کی سمجھ میں کچھ آ گیا۔ اس نے عورت کا گرا ہوا ہتھیار اٹھا لیا تھا۔

دوسری طرف میں بھی اس کے مقابل آنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میرا ذہن کسی خوف کے جذبے سے خالی تھا۔ بس ایک عجیب سا تاثر ذہن میں تھا۔ ہاں میں ایک جنگ کے لیے تیار تھا۔

مرد نے اپنا ہتھیار سنبھال لیا اور پینترے بدلنے لگا۔ میری نگاہ اس پر جمی ہوئی تھی۔ دفعتا" اور اس نے ہاتھ گھما دیا۔ میں نے اسے جھکائی دی اور خود بھی اس پر حملہ کر دیا۔

پتھروں کے دور کی یہ تصویر جدید طریقہ جنگ سے ناواقف تھی اس لیے میری موگری اس کی کھوپڑی پر گئی اور اس کے حلق سے ایک دھاڑ نکلی۔ لیکن اب وہ زخمی گینڈا بن گیا تھا اس نے بل کھا کر ایک بھرپور وار کیا لیکن مجھے اس کا وار خالی دینے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور اس بار میرا وار بے حد کاری تھا۔ میری موگری اس کی گردن پر پڑی تھی اور وہ دور تک دوڑا چلا گیا۔ پھر نیچے گر پڑا۔ اس کا ہتھیار بھی اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔

میرا سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا۔ اس بار مجھے جتنی محنت کرنی پڑی تھی' شاید میں نے کبھی نہیں کی تھی۔ بڑی خوفناک جنگ تھی۔

لیکن اب اس جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ عورت کے شانے کی ضرب بھی شدید تھی اور وہ شاید بے ہوش ہو چکی تھی۔ میں نے پہلے مرد کے قریب جا کر دیکھا پھر عورت کو۔ دونوں بے ہوش تھے۔ ایک لمحہ کے لیے دل میں خیال آیا کہ ان دونوں کو انہی کے ہتھیاروں سے ہلاک کر دوں۔ ان کے سر کچل دوں لیکن دوسری بار میں خود کو اس تجربے کے قابل نہیں پاتا تھا۔

لیکن پھر میں نے اپنا خیال بدل دیا۔ بہر حال وہ انسان ہیں اور اپنی انا کی تسکین کے لیے دو انسانوں کو قتل کرنا کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ میں نے ان پر قابو پا لیا تھا اور اب تھوڑی دیر کے لیے میرے لیے خطرہ نہیں تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں یہاں سے نکل جاتا۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ وہ لوگ ہوش میں آ کر

کرنے کی کوشش کرتے اور مجھ تک پہنچ جاتے لیکن اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا' دیکھا جاتا۔

میں نے ان پر آخری نگاہ ڈالی اور وہاں سے آگے بڑھ گیا لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ وہ ہیں کون اور آخر اس غار میں اور ان ویران پہاڑیوں میں کیا کر رہے تھے۔ دفعتا" میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

اگر وہ اسی غار میں رہتے ہیں تو بھوکے پیاسے تو زندہ نہ رہتے ہوں گے۔ یہ خیال میرے لیے بڑا دل خوش کن تھا۔ بھوک بہت زور کی لگ رہی تھی۔ چنانچہ اگر اسی سلسلے میں کوشش کر لی جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔ چنانچہ میں واپس اس غار کی جانب چل پڑا۔ جہاں سے یہ دونوں نکلے تھے لیکن غار کے دہانے پر پہنچ کر ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا۔

ممکن ہے ان جیسے کچھ اور دوسرے بھی غار میں موجود ہوں۔ خطرہ مول لیا جائے یا نہیں؟ لیکن بھوک پیاس سے بچنے کا ایک ذریعہ نظر آیا تھا تو کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھاتا۔ اگر کچھ اور لوگ بھی اندر ہوتے تو دیکھا جائے گا۔ زندگی اور موت کا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے غار کے دہانے پر پہنچ کر حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکالیں۔ مقصد یہی تھا کہ اگر اندر کوئی ہو تو باہر نکل آئے۔

لیکن خاصی دیر گزر گئی اور کوئی باہر نہ آیا۔ تب میں غار کے دہانے سے اندر داخل ہو گیا۔

غار اندر سے کافی کشادہ تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جو کچھ میں نے سوچا تھا' وہ اندر موجود تھا۔ غار کے اندر کچھ پھل اور گوشت کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔ حالانکہ وہ ساری چیزیں زمین پر اس انداز میں پڑی ہوئی تھیں جیسے کسی جانور کی گپھا میں ہوں لیکن بہر صورت غذا تھی۔ وہ غذا جو اس وقت میرے لیے بڑی حیثیت رکھتی تھی۔

اندر ایک بڑے برتن میں پانی بھی رکھا ہوا تھا۔ گویا ان کی زندگی کے لیے یہاں سامان فراہم تھا۔ اب اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں تھی کہ انہیں ترلوکا نے پالا ہو گا۔ لیکن یہ انسان نما جانور اس کے ہاتھ کہاں سے لگے اور کس طرح اس نے انہیں حاصل کیا۔ بہر حال یہ ساری چیزیں بعد میں سوچنے کی تھیں۔

گوشت کے ٹکڑے کچے تھے جو میں نہیں کھا سکتا تھا۔ البتہ پھل میں نے اٹھا لیے۔ یہ پھل بالکل تازہ نہیں تھے۔ دو تین دن پرانے معلوم ہوتے تھے لیکن اس قابل تھے کہ انہیں کھایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے انہیں اٹھا کر کپڑوں سے صاف کیا اور کھانے لگا۔

پھل کھانے کے بعد میں نے پانی پیا۔ حالانکہ یہ ساری چیزیں میرا ذہن قبول نہیں کر رہا تھا لیکن بھوک بہت بری چیز ہوتی ہے۔ میں نے پانی پینے کے بعد خدا کا شکر ادا کیا۔ بہر صورت کسی بھی انداز میں سہی' لیکن اس نے میری زندگی کا ایک سامان فراہم کیا تھا۔

ان دونوں چیزوں سے فارغ ہو کر میں نے چند ساعت سوچا اور تیزی سے غار سے باہر نکل آیا اور پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غار سے دور پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن دفعتاً مجھے ایک عجیب سی کھڑکھڑاہٹ محسوس ہوئی۔ بڑی عجیب سی آواز تھی اور اس کے بعد ایک آواز پہاڑوں میں گونجنے لگی۔ میرے قدم رک گئے تھے۔ پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔

"ترلوکا بول رہا ہوں راجہ نواز اصغر" اور میں حیرت سے اچھل پڑا۔ یہ آوازیں چاروں طرف سے آ رہی تھیں اور ان کی گونج بے حد پُراسرار تھی۔ میں رک گیا۔ "کیا حال ہے تمہارا؟"

"خوش ہوں ترلوکا"

"تم نے ان دونوں وحشیوں کو ہلاک کر دیا؟"

"نہیں۔ وہ صرف زخمی ہیں"۔

"قابلِ تحسین بات ہے۔ تم واقعی عجیب چیز ہو لیکن ضدی اور ناعاقبت اندیش، وقت سے فائدہ نہ اٹھانے والے"۔

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی بات ہے"۔

"میں اب بھی تمہاری طرف سے ناامید نہیں ہوں"۔

"ناامیدی بری بات ہے"۔

"کیا تم اب بھی اپنے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں کرو گے؟"

"کیوں اب کیا خاص بات ہو گئی؟"

"گویا تم ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتے"۔

"ترلوکا، تم جاہل معلوم ہوتے ہو۔ تمہاری معلومات کچھ نہیں ہیں۔ اگر تمہیں معلومات ہوتیں تو تم ضرور سوچتے کہ فرعون اور نمرود تم سے کہیں زیادہ طاقتور تھے۔ لیکن بالآخر وہ فنا ہو گئے"۔

"دیوانے، نہ میں فرعون ہوں اور نہ نمرود۔ میرے مشن میں تو ایک جذبہ پوشیدہ ہے"۔

"لیکن میں جذبے کو شیطانی قرار دیتا ہوں"۔

"کیا تمہارے ہمارے درمیان مصالحت کا کوئی امکان نہیں ہے؟"

"ہے" میں نے جواب دیا۔

"تب میں تم سے بات کرنے کے لیے تیار ہوں"۔

"سامنے آؤ" میں نے کہا اور ترلوکا ہنسنے لگا۔

"تم اپنے بائیں سمت دیکھو، گردن گھماؤ" اس نے کہا اور میری گردن بے اختیار گھوم گئی۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ترلوکا میری حرکات و سکنات پر بھی نگاہ رکھتا تھا۔ بہرحال بائیں سمت کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی۔

"وہ دھواں دیکھ رہے ہو، جو ایک پہاڑی کی چوٹی سے اٹھ رہا ہے؟"

"اوہ، ہاں"۔

"اس کے نزدیک آ جاؤ۔ میں وہاں موجود ہوں" ترلوکا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں"۔

"تو پھر آ جاؤ۔ باقی باتیں یہیں پہنچ کر ہوں گی" ترلوکا نے کہا اور کھڑکھڑاہٹیں پھر ابھریں اور پھر اس کی آواز بند ہو گئی۔ کوئی ایسا سسٹم جس پر وہ لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعے اپنی آواز نشر کر رہا ہے۔ یہ اسپیکر چٹانوں میں پوشیدہ ہوں گے۔ بدبخت نے نہ جانے خود کو کیا بنانے کی کوشش کی تھی۔

بہرحال فاصلہ کافی تھا۔ لیکن اب میرے بدن میں توانائی تھی کیونکہ کھانے کو مل گیا تھا۔ چنانچہ مجھے یہاں تک پہنچنے میں دقت نہیں ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس ٹیلے پر پہنچ گیا جس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

یہ دھواں زمین کے اندر کسی غار سے بلند ہو رہا تھا اور اس کے قرب و جوار کا حصہ کافی گرم تھا۔ مجھے وہ آتش فشاں یاد آ گئے جن کے بارے میں، میں نے پڑھا تھا اور پھر ترلوکا ایک چٹان کے پیچھے سے نکل آیا۔ وہی انداز۔ اس کا بدن برہنہ تھا۔ چوٹی جھول رہی تھی اور چہرے پر نرمی تھی۔ بڑے ہی کٹھور ہو نواز اصغر! تمہاری ایک ایک ادا مجھے پیاری ہے سوائے اس کے کہ تم بے پناہ ضدی ہو"۔

"اوہو۔ میرا خیال ہے تمہارے الفاظ میں کچھ تبدیلی آ گئی ہے ترلوکا؟"

"ہرگز نہیں میرے دوست بات دراصل یہ ہے کہ تم نے مجھے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی"۔

"تم مجھے سمجھانا کیا چاہتے ہو ترلوکا؟" میں نے سوال کیا۔

"راجہ نواز اصغر میں جس جذبے کو اپنے دل میں رکھتا ہوں ایک ایشیائی ہونے کی حیثیت سے تمہارے دل میں بھی اتنا ہی درد ہونا چاہیے بلکہ میری تو یہ طلب تھی کہ تم میری توقع سے زیادہ میرے معاون ثابت ہوتے لیکن تم نجانے تہذیب اور مذہب کی کون سی لکیروں کو پیٹ رہے ہو۔ بات میری بھی ٹھوس ہے۔ بس میں اس مذہب کو نہیں مانتا جسے رائج ہوئے زمانے ہو گئے اور وہ انسان کے ذہن میں کوئی نمایاں نقش نہ چھوڑ سکا"۔

"بات وہیں پہنچ جاتی ہے ترلوکا کہ مذاہب نے تو بہت ساری تعلیمات دی ہیں۔ اب کچھ لوگ انہیں مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے۔ کچھ ان سے پہلو تہی کرتے ہیں، کچھ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ جو پیروی کرتے ہیں وہ اچھے انسان کہلاتے ہیں اور جو اس سے پہلو تہی کرتے ہیں وہ بہرصورت دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے۔ ان حالات میں مذاہب تو برے نہ ہوئے اور مذاہب کو لانے والے بہرصورت عظیم تھے اور عظیم رہیں گے"۔

"خیر کچھ بھی ہو، میرا ایک دوسرا مشن بھی ہے۔ اگر تم صرف اسے نگاہ میں رکھ کر میرا ساتھ دو تو کوئی حرج ہے، میرا خیال ہے اس مشن کے سلسلے میں تم اتنے وہمی بھی نہ ہو گے"۔

"تم بدستور لکیر پیٹتے جا رہے ہو ترلوکا۔ ہاں میں تمہیں ایک پیشکش کرتا ہوں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ہاں میں یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے کوئی پیشکش کرو اور بالآخر میں تمہیں اپنا ہم نوا بنا لوں"۔

"میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں ترلوکا کہ اس سارے کارخانے کو ختم کر دو اور اپنے آپ کو اسی دنیا کا ایک انسان بناؤ!"

"اور میری تحریک کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"فرسودہ' لچر' بے ہودہ" میں نے جواب دیا۔

"حالانکہ تم اعتراف کر چکے ہو"۔

"کس بات کا؟"

"یہی کہ اس طویل سفر میں تم نے بے شمار انسانوں کو میرا ہمنوا اور عقیدت مند پایا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں یہ تحریک فنا ہو سکتی ہے؟"

"ہاں ترلوکا۔ تاریخ گواہ ہے بہت کچھ ہوا ہے لیکن کچھ باقی نہیں رہا ہے"۔

"لیکن میں باقی رہوں گا"۔

"نہیں ترلوکا تم بھی باقی نہیں رہو گے۔ تم نے اپنی ذات کی قوت سے یہ سب کچھ نہیں کیا ہے' پہاڑوں میں لاؤڈ اسپیکر پوشیدہ ہیں۔ تم نے جدید ترین بنیادوں پر طلسمی جال پھیلایا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ تم جن چیزوں کی افادیت کو خود تسلیم کرتے ہو' انہیں سے اجتناب بھی کرتے ہو"۔

"میں بتا چکا ہوں کہ زہر کو زہر سے مارا جاتا ہے"۔

"بہر حال مجھ سے اب اور کیا چاہتے ہو؟"

"فیصلہ کرنا چاہتا ہوں" ترلوکا نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیسا فیصلہ؟"

"تم میرا ساتھ دو گے یا نہیں؟" اس نے کہا اور میں بغور ترلوکا کو دیکھنے لگا۔ اور اچانک میرے بدن میں سرسراہٹ ابھر آئیں۔ خیال میرے ذہن میں طوفان بن گیا تھا۔ میری آنکھوں سے آگ ابل پڑی تھی۔ اگر میں اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں تو------تو------تو؟"

"ایک لمحے کے لیے میری حالت غیر ہو گئی۔ میں کانپ سا گیا۔ ترلوکا شاید مجھ پر غور کر رہا تھا۔ اس کے چہرے میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی۔

"کیا ہوا تمہیں' کیا بات ہے؟"

"تم۔ تم شاید مجھ پر اپنی ذہنی قوتیں آزما رہے ہو ترلوکا۔ تم اپنے ہپناٹزم کی قوت سے میرے ذہن کو متاثر کر رہے ہو۔ میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ میں بے پناہ نروس کا اظہار کر کے اپنے اس جوش اور اضطراب کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا جو ایک تصور سے میرے ذہن میں پیدا ہو رہا تھا"۔

ترلوکا بے خیالی میں اس غار کے دہانے کے بالکل قریب کھڑا ہوا تھا اور جس سے دھوئیں کے غث

ے غث ابل رہے تھے۔ اگر میری ایک بھرپور کوشش اسے غار کے دہانے میں گرا دے تو------ تو اور اس خیال نے مجھے بے پناہ اضطراب کا شکار کر دیا تھا۔

"کیا محسوس کر رہے ہو نواز؟"

"لیکن میں' میں تم سے تعاون نہیں کروں گا"۔ میں نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اگر کوئی قوت تمہیں میرے ساتھ تعاون کرنے کو ابھار رہی ہے نواز تو اس جذبے کو دبانے کی کوشش مت کرو"۔

"لیکن ترلوکا! میں مذہب کی توہین برداشت نہیں کر سکتا" میں نے کمزور آواز میں کہا۔ میں بدستور بے چینی کا اظہار کر رہا تھا اور اس طور جائزہ لے رہا تھا کہ میری پہلی ہی کوشش کیسے کارگر ہو سکتی ہے"۔

"نہ کرو ابھی۔ میں تمہیں ابھی اس جگہ نہیں لے جاؤں گا جہاں میں نے اپنے افکار کی تشکیل کی ہے لیکن آہستہ آہستہ تمہارا ذہن ان تمام چیزوں کا عادی ہو جائے گا۔ جو میرے افکار میں شامل ہیں اور اس کے بعد اگر تمہارا ذہن اس طرف راغب ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں تمہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن سنو' تم صرف ان لوگوں کو ان کے مذہب سے بھٹکاؤ گے جو تمہارے ہم مذہب نہ ہوں۔ اتنی آسانی میں تمہیں فراہم کر سکتا ہوں۔ کم از کم اس سے میرے مشن کا ایک حصہ ہی پورا ہوتا ہے"۔

"کیا تم مجھے غور کرنے کا موقع دو گے ترلوکا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں! یقیناً" وہ بولا "تمہاری بے پناہ صلاحیتیں میرے لیے اس قدر دلکش ہیں کہ میں اب تک تمہاری ہر قسم کی حرکتیں اور زیادتیاں برداشت کرتا چلا آ رہا ہوں۔ اپنے مقصد کے انسان کی تلاش میں بجائے اس کے کہ میں کہیں اور بھٹکوں' میں چاہتا ہوں کہ تم ہی میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاؤ اگر تم میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اتنی خوبصورت زندگی دوں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے"۔

"اور جو کچھ میں نے کیا' اس کا تصور ترلوکا بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اتنی بھرپور چھلانگ لگائی تھی کہ ترلوکا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ غالباً" ایک لمحہ کے لیے اسے احساس بھی نہ ہوا کہ میں کیوں اچھلا ہوں۔ لیکن میری دونوں ٹانگیں جب بھرپور قوت کے ساتھ اس کے گھٹنوں پر پڑیں تو وہ لڑکھڑا گیا۔ غالباً" اسے بھی اندازہ نہیں رہا تھا کہ غار کا دہانہ کتنی دور ہے۔ اس کے علاوہ وہ اس انداز میں کھڑا ہوا تھا کہ اس کی جسمانی قوتیں اس وقت کارگر نہیں تھیں۔ ورنہ اگر وہ ذرا بھی جم کر کھڑا ہو جاتا تو شاید میری یہ فلائنگ کک اسے جنبش بھی نہ دے سکتی تھی۔ وہ اتنا ہی طاقتور آدمی تھا لیکن اول تو گھٹنوں کا جوڑ اور پھر ایسی قوت جسے میں صرف اپنی جسمانی قوت نہیں کہہ سکتا تھا' اس کے گھٹنوں سے ٹکرائی اور وہ لڑکھڑا گیا۔ دوسرے لمحے وہ اچھلا اور دھواں اگلتے ہوئے غار میں جا پڑا۔ ترلوکا کی بھیانک چیخ کافی دور تک سنائی دی تھی اور غار کے اگلتے ہوئے دھوئیں میں ایک لمحے کے لیے ہلکا سا اضافہ ہوا اور میں نے اس دھوئیں میں زرد زرد شعلے بھی شامل دیکھے'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرا پورا جسم مسرت اور خوشی سے لرزنے لگا تھا۔ میں خوشی سے کانپ رہا تھا۔ اس کی موت اسے یہاں لا تھی اور بلاشبہ ہر فرعون کا اختتام موجود ہے۔ چند ساعت تو میں گومگو کے عالم میں کھڑا رہا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی ترلوکا اپنی مخصوص مسکراہٹ اور نرم آواز کے ساتھ اس غار سے باہر آئے گا لیکن آتش فشاں کا دہانہ تھا جس کی تپش دور دور تک محسوس کی جا سکتی تھی۔ میں چند قدم آگے بڑھا اور میں نے دہانے میں جھانکنے کی کوشش کی لیکن دھوئیں کے مرغولے میرے حلق اور ناک میں گھس گئے اور میں یکدم پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن اب مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس غار میں گرنے کے بعد زندگی کا تصور صرف ایک احمقانہ خیال ہے۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ جوش مسرت سے ان وادیوں میں قہقہے لگاتا پھروں لیکن میری ذہنی حالت ٹھیک میں نہیں تھی۔ چنانچہ میں وہاں سے ہٹ آیا۔ کہیں میری دیوانگی مجھے بھی ترلوکا کے پیچھے اس غار میں نہ لے جائے۔ میرے حواس قابو میں نہیں تھے۔ دل چاہ رہا تھا کہ زور زور سے قہقہے لگاؤں۔ پھر میری آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ میرے معبود! میرے معبود! میں سجدے میں گر پڑا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہتے رہے۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں سجدے میں پڑا رہا۔

میرے ذہن و دل کو جس سکون کا احساس ہو رہا تھا میں بیان نہیں کر سکتا۔ دریائے جہلم کی لہروں کا شور میرے کانوں میں گونج رہا تھا۔ سرسوں کے کھیتوں سے سرسوں کی خوشبو میرے ذہن کے گوشے گوشے میں سرایت کر رہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میری ماں نے مجھے معاف کر دیا ہو۔

اور گھنٹوں اسی طرح گزر گئے۔ مجھے تعجب تھا کہ مجھے شادی مرگ کیوں نہیں ہو گیا۔ میں اسی طرح سجدے کے عالم میں کیوں نہ مر گیا۔ میں مر جانا چاہتا تھا تاکہ دنیا میں جا کر اور گناہ نہ کروں۔ میرے معبود میرے معبود! پھر دل کو ڈھارس ہوئی۔ ایک آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی اور یہ آواز' یہ آواز میری ذالسنگ کی تھی۔ یہ آواز میری بیوی زیب النساء کی تھی جو یقیناً" نمازیں پڑھ کر میری کامیابی کی دعائیں مانگ رہی ہو گی۔

ہاں مجھے مرنا نہیں چاہیے' میری بیوی میری منتظر ہے۔ میں اس سے وعدہ کر کے آیا ہوں۔ میں ایک شریف انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گا۔ ایک ایسی زندگی جس میں میرا گھر ہو گا' میری بیوی ہو گی' میرے بچے ہوں گے۔

ترلوکا فنا ہو چکا ہے اور میں نے اس گھناؤنے انسان کو ختم کر دیا ہے جس سے پوری انسانیت کو خطرہ تھا۔

لیکن اب میرے احساسات جاگے۔ ترلوکا کی گمشدگی کو محسوس کر لیا جائے گا اور کہیں اس کے پیروؤں کو اس کی موت کا علم نہ ہو جائے۔ اس لیے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔
لیکن ان پہاڑیوں کے درمیان سے نکلنے کا راستہ' قدرت میری راہنمائی کر رہی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے میرا خدا مجھ سے خوش تھا۔ فوراً" ہی میرے ذہن میں اس چٹان کا خیال آیا جس کے عقب سے زوا

ل کر آیا تھا۔
اور میں دہانے کا لمبا چکر کاٹ کر اس چٹان کے پیچھے پہنچ گیا۔ زمین میں ایک سوراخ تھا۔ میں نے جھانک کر دیکھا تو چند سیڑھیاں نظر آئیں اور میں سوراخ میں اتر گیا۔ سیڑھیوں نے مجھے ایک سرنگ میں پہنچا دیا اور میں اس تاریک غار میں چلتا ہوا بالآخر ایک کشادہ غار میں پہنچ گیا۔

غار حسب معمول عمدہ چیزوں سے سجا ہوا تھا۔ وہیں ایک طرف ایک بڑی مشین رکھی ہوئی تھی۔

یہ کوئی بڑا نشری نظام تھا اور یقیناً" یہیں سے ترلوکا اپنی آواز نشر کرتا ہو گا۔ میں اس مشین کے سامنے پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کے بٹن آزمانے شروع کر دیے۔ مشین میں کئی چرخیاں گھومنے لگیں اور پھر بہت سی ملی جلی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

اس کا مطلب تھا کہ یہ ٹرانسمٹر بھی ہے جو اپنی آواز نشر کرنے کے علاوہ دوسری طرف کی آوازیں سننے کے کام بھی آتا ہے۔ لیکن اس سے کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے' میں نے مشین بند کر دی اور پورے غار کا جائزہ لینے لگا۔

بے شمار چیزیں تھیں لیکن سب کی سب الٹی سیدھی۔ میرے لیے بے مقصد اور بے کار۔ البتہ میں نے ایک سیاہ لبادے کو دلچسپی سے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک پیلی پٹی رکھی ہوئی تھی جس میں درمیان میں ایک ہیرا جگمگا رہا تھا۔

مجھے جینگو یاد آ گیا اور اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک ترکیب بھی آئی۔ میں نے وہ سیاہ لبادہ پہن لیا۔ پیلی پٹی اپنے ماتھے پر باندھی اور پھر اس مشین کے پاس جا بیٹھا۔ پھر دھڑکتے دل سے میں نے مشین کے چند بٹن آن کیے اور ترلوکا کی آواز کو ذہن میں رکھ کر اس کے بولنے کے انداز کو پوری طرح قابو میں رکھ کر بولا۔

"ترلوکا کے ہمنواؤ! میری آواز سنو۔ ہمارے درمیان ایک خوشخبری آئی ہے۔ میرا نائب جینگو موت کا شکار ہو گیا تھا۔ لیکن اب اس کی جگہ پر ہو گئی ہے۔ راجہ نواز اصغر میرا نیا جانشین ہے اس کی عزت کرو اور اس کی ہدایات پر عمل کرو۔ خبردار اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔ وہ میرے مشن کی تکمیل کرے گا۔ میں اسے تمہارے درمیان بھیج رہا ہوں اور اس کے احکامات کی تعمیل تم پر فرض ہے' کیا تم سمجھ رہے ہو؟"

"عظیم ترلوکا' مقدس ترلوکا" لاتعداد آوازیں ابھریں اور میں نے بٹن بند کر دیے۔ میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ یہ جو کچھ ہو رہا تھا' میری ذہانت پر مبنی نہیں تھا۔ ایک غیبی قوت میری قدم قدم پر رہنمائی کر رہی تھی۔

تب میں غار کے دوسرے سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ اور یہ ایک طویل سرنگ تھی۔ بے حد طویل لیکن اس کا اختتام بھی ترلوکا کی رہائش گاہ پر ہوا تھا۔ یہاں ترلوکا کے تین چار خادم موجود تھے اور یہ لوگ غالباً" انہی میں سے تھے جو میری آواز سن چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ مودب ہو گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"راجہ نواز اصغر!" ان میں سے ایک اٹھ کر آدھا جھک گیا اور میں نے اس کی جانب دیکھا۔ میرا یہ ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کافی تھا اور بہرصورت کسی کی جرأت نہیں تھی کہ مجھ سے ترلوکا کے بارے میں معلوم کرے کیونکہ ترلوکا کے اپنے بھی کچھ مشاغل ہوں گے کہ دوسرے لوگ ان کے بارے میں نہیں جانتے ہوں گے۔

"میں ترلوکا کے عظیم مشن پر جانے کی تیاریاں کرنا چاہتا ہوں۔ متعلقہ لوگوں کو میرے پاس بھیج دو" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ایک چوڑی کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ ان میں سے دو آدمی باہر نکل گئے تھے میں نے کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں اور اس وقت تک خاموش بیٹھا رہا جب تک کہ تین افراد ان آدمیوں کے ساتھ میرے پاس نہ پہنچ گئے۔

ان میں ایک دراز قد تھا اور باقی دو اس کی نسبت خاصے پست قد تھے۔ دراز قامت شخص میرے سامنے جھکا اور اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا:

"میرا نام لائڈ ہے مسٹر نواز! کیا حکم ہے؟"

"عظیم ترلوکا کے مشن کے لیے ہمیں پہلے یہاں سے نیویارک اور اس کے بعد گرین لینڈ روانہ ہونا ہے۔ مجھے حکم ملا ہے کہ میں فوری طور پر گرین لینڈ روانہ ہو جاؤں"۔

"بہت بہتر۔ تو سب سے پہلے آپ کے نیویارک پہنچانے کا بندوبست کیا جائے" لائڈ نے سوال کیا

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تیاریاں فوراً ہو جائیں تاکہ میں اپنے کام میں دیر نہ کروں" میں نے کہا۔

"بہت بہتر جناب! آپ یہاں آرام کریں گے یا کسی اور رہائش گاہ پر؟"

"نہیں۔ مقدس ترلوکا نے مجھے یہیں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے"۔

"آپ کے ساتھ کتنے افراد جائیں گے مسٹر نواز؟"

"فی الوقت مجھے صرف آٹھ افراد کی ضرورت ہے' گرین لینڈ میں ہمارے شعبے کام کر رہے ہیں" میں نے جواب دیا اور لائڈ نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے کہا "ان آٹھ آدمیوں کا انتخاب کر لیا جائے گا لیکن تم ان کے لیے فکرمند نہ ہو بلکہ اپنا کام کر کے جلد از جلد مجھے اطلاع دو"۔

"بہت بہتر جناب" لائڈ نے جواب دیا اور باہر نکل گیا۔

"ہمارے لیے کیا حکم ہے جناب؟" اندر موجود لوگوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"تم ترلوکا کے کسی نئے حکم کا انتظار کرو۔ مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں فی الحال دوسروں سے رابطہ قائم نہ کروں"۔

"بہت بہتر" جواب ملا اور میں اس رہائش گاہ میں تنہا رہ گیا۔ وہی عجیب آوازیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ ایک خوشگوار مستقبل کی خوشبوؤں میں بسی ہوئی ہوائیں میرے ذہن و دل کو معطر کر رہی تھیں۔

اس کے علاوہ میں آئندہ پروگرام پر بھی غور کر رہا تھا۔ مجھے ابھی بہت کچھ کرنا تھا۔ ترلوکا کے اس ٹھکانے کی نشاندہی ضروری تھی۔

لائڈ نے تیاریاں مکمل ہونے کی اطلاع تقریباً تین گھنٹے کے بعد دی تھی۔ ان تین گھنٹوں میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ بہرحال لائڈ میرے پاس پہنچ گیا اور میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں جناب!"

"ہمیں کس طرح سفر کرنا ہے؟"

"یہاں سے کار کے ذریعے بروٹینا جائیں گے۔ بروٹینا کے ہیلی پورٹ کو آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے ہمیں ہیلی کاپٹر تیار ملے گا جو ہمیں الپاسو پہنچا دے گا اور پھر الپاسو سے براہ راست ہوائی سروس سے نیو یارک۔"

"نیویارک میں قیام کا بندوبست؟"

"بے شمار لوگ ہیں جناب لیکن ہم فورٹ ہل میں قیام کریں گے۔ وہی ہماری سب سے بڑی قیام گاہ ہے"۔

اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

ساتھ لے جانے والوں میں' میں نے لائڈ کا انتخاب بھی کیا تھا۔ اس نے مجھ سے درخواست کی تھی۔

تین لینڈ روورز ہمیں لے کر بروٹینا چل پڑی تھیں۔ کیلی لاس کے علاقے سے بروٹینا کا سفر تقریباً سات گھنٹے کا تھا۔ اس میں زیادہ تر علاقہ ایسا تھا جو عام گزرگاہ نہیں تھی۔ لیکن میرا کام یہ بھی تھا کہ میں ان راستوں کی پوری پوری تفصیل ذہن میں رکھوں۔ اسی تفصیل کے تحت مجھے ایک نقشہ ترتیب دینا تھا۔

بہرصورت سات گھنٹے کا یہ طویل سفر خاصا بے آرام کن ثابت ہوا۔ کافی دیر کے بعد ہم پکی سڑک پر آ گئے اور اس سڑک کی نشاندہی بھی میں نے اپنے ذہن میں کر لی تھی اور اس کے بعد بروٹینا کا سفر۔

وہ لوگ میری بے حد عزت کر رہے تھے۔ خاص طور سے لائڈ میرا بے حد ممنون تھا کیونکہ وہ ایک طویل عرصے سے کیلی لاس سے نہیں نکلا تھا اور یہاں کے ماحول سے بری طرح بور ہو چکا تھا۔ راستے میں اس نے مجھ سے بے پناہ باتیں کیں جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ میرے بارے میں کافی کچھ جانتے ہے۔

"بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جناب جنہیں یہ عرفان حاصل ہو جائے۔ آپ ترلوکا کے مخالف کی حیثیت سے یہاں آئے تھے لیکن ترلوکا کی کیا بات ہے' اس کی آنکھوں کی کشش اس کی ایک آواز پہاڑوں کے سینے میں سوراخ کر دیتی ہے اور ان کے دل بھی پانی بن جاتے ہیں۔ انسانیت کا اس سے بڑا ہمدرد روئے زمین پر اور کوئی بھی پیدا نہیں ہوا ہے۔ میں تو اس پر اندھا عقیدہ رکھتا ہوں۔ آپ یقین کریں جناب میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہوں لیکن ترلوکا کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے اور آج بھی اگر میں اپنے عزیزوں سے ملنے کی کوشش کروں تو وہ لوگ مجھے کتے کی طرح دھتکار دیں گے لیکن وہ اس عظیم عظمت سے ناواقف ہیں" لائڈ راستے بھر بکواس کرتا رہا لیکن میں نے اس کی بکواس کا کوئی جواب نہ دیا تھا یہاں تک کہ بروٹینا پہنچ گئے۔

بروٹینا ایک حسین قصبہ تھا۔ جس کی آبادی نمک کی تجارت کرتی تھی۔ سالٹ لیک سے یہاں نمک آتا تھا۔ اور یہاں سے پورے امریکہ میں سپلائی ہوتا تھا۔ ایک مخصوص طور سے حسین مکانات پر مشتمل قصبہ بہت خوبصورت تھا لیکن ہمیں یہاں ذرا سی دیر رکنے کا موقع ملا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بڑا ہیلی کاپٹر آ گیا جس سے ہمیں الپاسو تک کا سفر کرنا تھا۔

ہیلی کاپٹر کا سفر بھی قابل ذکر نہیں تھا۔ الپاسو کے ہوائی مستقر سے ایک دیوہیکل طیارہ ہمیں لے کر نیویارک چل پڑا۔ میرے دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ میرا مشن پورا ہو چکا تھا اور اب ــــ اب ــــ اب ــــ اس سے آگے سوچتے ہوئے دل کی دھڑکن رکتی تھی۔ ساری عمر کی بے چینی سے نجات مل گئی تھی۔

بالآخر خوابوں کا شہر نیویارک آ گیا۔ ایئرپورٹ پر ہمارے استقبال کے لیے بے شمار لوگ موجود تھے ہمیں گاڑیوں کے ذریعے فورٹ ہل پہنچایا گیا اور یہی میری قیام گاہ تھی۔ پہاڑیوں کی بلندی پر بنی ہوئی ایک حسین عمارت۔

لائیڈ نے قیام کرنے کے چھ گھنٹے بعد مجھ سے پوچھا۔ "آپ پہلا درس کب دیں گے نواز صاحب!"

"میں اس کے لیے تیاریاں کروں گا۔ چند روز تک میری آمد کو خفیہ رکھا جائے"۔

"جو لوگ آپ کی حیثیت سے واقف ہو چکے ہیں' ان کی خواہش ہے کہ آپ کو دیکھیں' آپ کچھ سنیں"۔

"اس کے لیے انتظار کرنا ہو گا"۔

"تب میں ایک اجازت چاہتا ہوں"۔

"ہاں کہو"۔

"یہاں پر میرے عزیز دوست ہیں۔ اگر اجازت ہو تو دو ایک دن' ان کے ساتھ گزار لوں؟"

"کوئی حرج نہیں ہے کہ دوسروں کو ہدایت کر دینا کہ جب تک میں ان کو طلب نہ کروں انہیں پریشان نہ کریں"۔

"بہتر ہے۔ میں ہدایت کر دوں گا" لائڈ نے کہا اور پھر وہ چلا گیا۔ میرے ذہن میں ذہنی الجھن اپنی سوچ کی اس تبدیلی پر میں خود حیران تھا۔ میں نے ساری زندگی عورتوں کو ایک مخصوص حیثیت دی حالانکہ ایک سے ایک مظلوم عورت میرے سامنے آئی تھی۔ ایسے ایسے واقعات سے پر کہ کوئی بھی

نظر انداز نہیں کر سکتا تھا لیکن میں نے آنکھوں پر پتھر رکھ لیے تھے اور انتہائی بے دردی سے انہیں نظر انداز کر دیا تھا۔

میریا ڈالسنگ جو اب زیب بن چکی تھی' اور مذہبی نقطہ نگاہ سے میری بیوی تھی۔ عام عورتوں کی طرح نہیں تھی۔ میں اس سے جسمانی رشتہ بھی قائم کر چکا تھا۔ خواہ بیوی کی حیثیت سے سہی لیکن میرے ذہن میں جو مقام اس نے حاصل کیا تھا' وہ آج تک کسی عورت نے نہیں کیا تھا۔ لائیڈ کے چلے جانے کے بعد وہ اچانک میرے ذہن میں ابھر آئی۔ وہ نیویارک میں تھی۔ نجانے کس حال میں ہو گی۔ اور نجانے میرے لیے کیا سوچتی ہو گی۔ باقی رہا اس کے ذہن کا مسئلہ تو بے چاری لڑکی میری وجہ سے الجھنوں کا شکار ہوئی تھی یا نہیں لیکن بہرصورت کچھ بھی ہو' میرے دل میں اس کے لیے محبت تھی اور اب جبکہ میں نیویارک میں تھا تو میرا دل اس کے لیے دھڑک رہا تھا۔ میں اسے یاد کر رہا تھا۔ یہ ایسی تبدیلی تھی جس پر جتنا بھی حیران ہوا جاتا لیکن میری ذات میں تو بے شمار تبدیلیاں آ چکی تھیں۔ میں تو اپنی فطرت ہی بدل چکا تھا اور اس بدلی فطرت پر بہرحال مجھے مسرت تھی۔ میں میریا ڈالسنگ کو دل سے چاہنے لگا تھا۔ اور یہ چاہت اس وقت زیادہ بڑھی ہوئی محسوس ہو رہی تھی جبکہ میں میریا ڈالسنگ کے شہر میں تھا۔ میں جلد از جلد اس سے ملنا چاہتا تھا۔ اپنی فطرت کی یہ تبدیلی خود میرے لیے حیران کن تھی۔

یوں لگتا ہے کہ میں دوبارہ پیدا ہوا ہوں اور اس نئی زندگی سے مجھے جو مسرت ملی تھی جو خواب ملے تھے میں بیان نہیں کر سکتا۔

لیکن فی الحال جذباتی ہونا مناسب نہیں تھا۔ ابھی تو بہت سے کام کرنے تھے۔ چنانچہ فرصت ملتے ہی سب سے پہلے میں نے ٹیلی فون ڈائرکٹری کھول لی۔ ڈائرکٹری میں مجھے اہم لوگوں کے نمبر تلاش کرنے تھے اور اس کے لیے بھی میں نے ذہانت سے کچھ فیصلے کیے تھے۔ میں اگر چاہتا تو انتظامیہ کے بڑے بڑے لوگوں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا لیکن میں نے محکمہ پولیس کے ایک ایسے افسر کا انتخاب کیا جو بہت بڑے عہدے کا مالک تھا۔ اس کا نام جین پاؤل تھا۔

"مسٹر پاؤل سے بات کرنا چاہتا ہوں" ٹیلی فون پر ایک بھاری آواز سن کر میں نے کہا۔

"میں پاؤل ہی بول رہا ہوں"۔

"میرا تعلق ایشیا کے ایک ملک سے ہے مسٹر پاؤل اور میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔

"فرمایئے میں کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"کیا امریکی حکومت میں ایسی لچک موجود ہے کہ کوئی شخص غیر قانونی طور پر پہاڑیوں میں اپنی سلطنت قائم کرے؟ سائنسی ذرائع سے کام لے کر اسے آراستہ کرے اور ساری دنیا کے لوگوں کو وہاں جمع کر کے منشیات کا عادی بنائے اور اپنی تعلیمات کا پرچار کرے"۔

"ہرگز نہیں جناب۔ قانون امریکہ میں ایسی کوئی لچک نہیں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا امریکی حکام بداعمالیوں کا شکار ہیں؟" کیا وہ کسی ایسے شخص کو نظرانداز کر سکتے ہیں؟"

"براہ کرم آپ وضاحت کریں آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"ایک ایسا شخص کیلی لاس کی پہاڑیوں میں اپنی جنت قائم کیے ہوئے ہے۔ بے شمار لوگ اس کے زیر اثر ہیں۔ وہ ہپناٹسٹ ہے۔ اور لوگوں کے ذہنوں پر قابو پا کر ان کو اپنی مرضی پر چلنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس نے زیر زمین غاروں میں ایسی ایسی چیزیں بنا رکھی ہیں جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر پاؤل میں نہیں جانتا کہ امریکی حکام کی نگاہ میں اس شخصیت کی کیا حیثیت ہے۔ لیکن بہرحال اگر قانون میں کوئی لچک نہیں ہے تو کوئی بھی شخص ہو اسے کسی بھی قیمت پر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"یقیناً" "یقیناً" ------" پاؤل نے جواب دیا۔

"تو میں ایک ایسے ہی شخص کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جس کے ہرکارے تقریباً" ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ حکومت امریکہ منشیات کو تباہ کرنے میں کروڑوں ڈالر خرچ کرتی ہے لیکن اگر اس کا منبع خود اس کے ملک میں ہو تو کیا وہ اسے ختم کرنا پسند نہیں کرے گا؟"

"بلاشبہ' بلاشبہ" پاؤل کی آواز لرز رہی تھی۔

"مسٹر پاؤل! کیا آپ نے ترلوکا نامی کسی شخص کا نام سنا ہے؟"

"اوہ ------ ہاں! ہری کرشنا تحریک کا بانی ترلوکا ------" پاؤل نے سوال کیا۔

"ہاں میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"اوہ کیلی لاس کی پہاڑیوں میں تو وہی شخص ہے اور اس نے چند آوارہ گردوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا ہے بلاشبہ یہاں منشیات استعمال کی جاتی ہیں لیکن کئی بار یہاں چھاپے مار کر منشیات برآمد بھی کی گئی لیکن آپ نے جو کچھ کہا ہے' وہ تعجب خیز ہے۔ ہم آوارہ گردوں کو جیل میں بھر دیتے ہیں۔ وہ بے ضرر باز ہوتے ہیں اس کے علاوہ ان کا کوئی جرم نہیں ہوتا۔"

"کیا آپ یہ سب ختم کرنے کے خواہش مند ہیں؟"

"اگر اتنے بڑے پیمانے پر وہاں کوئی کوشش کی جا رہی ہے تو میرا خیال ہے امریکی حکام اس ا توجہ دینا پسند کریں گے۔"

"کیا آپ کے وسائل ان اختیارات کو حاصل کر سکتے ہیں؟"

"ٹھوس بنیادوں پر اطلاعات فراہم کی جائیں تو ایک کانسٹیبل بھی اس سلسلہ میں پورے اختیار رکھتا ہے۔"

"تو پھر آپ کوشش کریں۔"

"آپ مجھے شادی مرگ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں مسٹر! میری آپ سے کیا دشمنی ہے؟"

"فورٹ ہل نامی عمارت میں چند افراد موجود ہیں۔ آپ اپنے اختیارات سے کام لے کر ان

فتار کر لیں۔ میں بھی ان میں شامل ہوں' میں آپ کو سارے نقشے فراہم کر دوں گا۔ اور کیلی لاس تک پ کی رہنمائی کروں گا۔"

"آپ کا نام کیا ہے جناب؟"

"راجہ نواز اصغر!"

"براہ کرم ایک بار پھر بتا دیں۔ یہ کوئی مذاق تو نہیں ہے؟"

"کوشش کر لیں۔ میرا خیال ہے آپ کو اس عمارت پر چھاپہ مارنے کے بعد ہی پتہ چل جائے گا"۔

"تو آج رات کو نو بجے" پاؤل نے کہا۔

"میں انتظار کروں گا" میں نے فون بند کر دیا۔

"اور ٹھیک نو بجے رات پولیس نے عمارت پر ریڈ کیا۔ پاؤل ایک پر رعب افسر تھا لیکن اس وقت ں کا چہرہ ہونق ہو رہا تھا۔ اس نے عمارت میں موجود تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا اور ایک ایک سے پوچھتا پھر ا تھا کہ کیا وہ نواز اصغر ہے؟"

"میری شکل دیکھ کر وہ اچھل پڑا۔ "تم ایشیائی باشندے ہو؟" اس نے کہا۔

"ہاں میرا نام ہی نواز اصغر ہے" میں نے جواب دیا۔ پاؤل کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے عمارت میں موجود تمام لوگوں کو گرفتار کر کے قیدیوں کی گاڑی میں سوار کر لیا اور مجھے اپنے ساتھ پولیس پاؤل کار میں لے کر چل پڑا۔

"خدا کے واسطے مجھے اب بھی بتا دو یہ کوئی مذاق تو نہیں ہے"۔

"نہیں مسٹر پاؤل اگر یہ مذاق ہوتا تو میں خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہ کرتا"۔

"تب تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا اور تمہارے پاس اس سلسلہ میں کیا ثبوت ہے؟"

"میں آپ کو پوری تفصیل بتا دوں گا۔ لیکن چند شرائط پر!"

"کیا شرائط ہیں؟"

میں خود اس گروہ کے جال میں پھنس جانے والا ایک شخص ہوں۔ بے وطن ہوں اور امریکہ کی ہریت کا طالب ہوں۔ یہاں میری بیوی بھی ہے۔ میں اپنے اور اس کے لیے یہاں کی شہریت چاہتا ہوں"۔

"اگر تمہاری اطلاعات درست ہوں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں امریکہ کی شہریت دلا دوں گا" پاؤل نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا تھا اور پھر اس کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر رات کو ڈھ بجے تک ہم کافی پیتے رہے۔ اور میں اسے تفصیلات بتاتا رہا۔ پاؤل کی حالت قابل دید تھی۔

اور اس کی یہ کیفیت طویل عرصہ تک رہی۔ یہاں تک کہ ایک بڑی پولیس فورس جدید ترین اسلحے ے لیس ہو کر کیلی لاس چل پڑی۔ میں ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور وہ سب کچھ یہاں دستیاب ہو گیا جس کی ں نے نشاندہی کی تھی سوائے ترلوکا کے اور وہ ملتا بھی کہاں؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امریکہ کے اخبارات کے لیے ایک ہفتے تک سنسنی خیز سرخیاں مہیا ہو گئی تھیں۔ اور بلاشبہ مقامی حکام کی پوری توجہ حاصل ہو گئی تھی۔ ترلوکا کی تلاش ملک بھر کے چپے چپے میں ہو رہی تھی اور اس کے پیروؤں کو قید کر لیا گیا تھا۔ بہرحال یہ پولیس کا کام تھا۔ میرا کام ختم ہو گیا تھا اور میں سرکاری مہمان تھا۔ پاول میرا بہترین دوست میرا ممنون تھا اسے جو شہرت اور ترقی ملی تھی' وہ اسے میرے طفیل سمجھتا تھا۔ چنانچہ مجھے امریکی شہریت دلانے اور زیبی کو تلاش کرنے میں اس کی بھرپور کوشش شامل تھی۔

لیکن ہم امریکی حکومت کے لیے بوجھ نہ بنے۔ میری محبوب شوہر پرست بیوی زیبی نے زندگی کو ایک مخصوص مقام تک لانے کے لیے بے شمار منصوبے پیش کیے۔ اس نے ایک اسٹورز میں پانچ سال تک ملازمت کی۔ میں نے بھی دن رات ایک کر دیے اور میری ان کوششوں میں پاوَل میرا مددگار تھا۔ اس نے حکومت سے مجھے انعام دلوانے کی سفارش کی لیکن میں نے وہ انعام قبول نہیں کیا۔ البتہ نیویارک کے ایک چھوٹے سے علاقے میں ہم نے اس کی طرف سے ایک فلیٹ قبول کر لیا تھا اور پھر تقدیر نے ہمارا ساتھ دیا۔ ہم نے پس انداز کی ہوئی رقم سے قالینوں کی چھوٹی سی تجارت شروع کر دی اور تجارت چل پڑی اور اب خدا کے فضل سے نیویارک کی اہم مارکیٹ میں ہماری فرم زیبی کارپٹ کے نام سے خوب چل پڑی ہے۔ ہمارا اپنا خوبصورت مکان ہے اور ہم سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

میری اس کہانی کے چھپنے کے تقریباً" ایک سال بعد کی بات ہے کہ ایک شام مجھے ایک ایسی خوشخبری ملی جو بیان سے باہر ہے۔ میری یہ مسرت سردار علی تھا جو اپنی بیوی اپنی سردار کے ساتھ میرے گھر پہنچ گیا۔ وہ مجھ سے لپٹ کر اس قدر رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔ اس نے شکایات کے دفتر کھول دیے اور میں نے بھی اسے خوب پیار کیا۔ سردار علی بفضل تعالیٰ ڈچ نیشنلٹی رکھتا ہے۔ ہاؤس آف ٹوائے کا کام اسی دن بند کر دیا گیا جس دن اسے میرا خط ملا اور پھر وہ سالہا سال میری تلاش میں بھٹکتا پھرا۔ پھر اس نے ہاؤس آف ٹوائز کو بچوں کے کھلونے بنانے والی ایک فرم بنا لیا۔ صرف اس امید پر کہ اگر میں کبھی واپس آؤں تو اسے تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ وہ ہالینڈ کا ایک بڑا آدمی ہے اور اب سال میں ایک ماہ کے لیے اپنے بیوی اور بچوں سمیت میرے پاس آتا ہے۔ اپنی اس کی زندگی میں کیسے آئی' یہ الگ داستان ہے۔ جسے اگر سردار علی ہی آپ کو سنائے تو بہتر ہو گا۔ کیونکہ یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔

زیبی اکثر ضد کرتی ہے کہ میں اسے پاکستان لے چلوں لیکن میں سوچ کر رہ جاتا ہوں کہ اپنے مقدس وطن جانے کے قابل بھی ہوں یا نہیں۔ آپ ہی کوئی مشورہ دیں۔

آپ کا

راجہ نواز اصغر